UNIVERSAL
LIBRARY
OU_222060
UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۸۹۱ ۵ د ۲۶ Accession No. ۹۷۰۴

Author

Title

This book should be returned on or before the date last marked below.

اِنتساب

میں اِن مکاتیب کو مولوی بشیرالدین صاحب
اڈیٹر البشیر و منیجر اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ کے نام بہ لحاظ
جناب موصوف کی چہل سالہ قومی خدمات اور اعلیٰ سیرتُ
اخلاق کے معنون کرتا ہوں ؎

محمد امین

ا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کسی شخص کی تصنیفات اور پبلک تقریروں سے زیادہ اس کے خطوط اہمیت رکھتے ہیں، کیوں کہ وہی واقعی جذبات، حقیقی خیالات اور اصلی اخلاق کا آئینہ ہوتے ہیں، خصوصاً ان جلیل القدر ہستیوں کی سیرت اور کیرکٹر کا صحیح اندازہ جن کے شانوں پر قوم کی رہنمائی کا بار ہوتا ہے اور جو ملک وملت کی خدمات اور قومی ہمدردی کے کاموں میں مصروف ہوتے ہیں، ان کی پرائیویٹ لائف اور ان کے خاص احباب واعزا کے تعلقات سے کیا جاتا ہے، اور اس اندازہ میں ان کے پرائیویٹ خطوط سے نہایت اہم اور قابل اطمینان امداد حاصل ہوتی ہے اس کے علاوہ یہ خطوط بجائے خود ایک قابل غور خود نوشتہ سوانح عمری کا کام بھی دیتے ہیں، جو ارباب بصیرت کے لئے ایک قیمتی سبق اور اس عہد کے تاریخی معلومات اور نتائج کے لئے مستند ذخیرہ ہوتے ہیں۔

اس دور جدید میں جو ۱۸۵۷ء کے پر آشوب غدر سے شروع ہوتا ہے جن مشاہیر اسلام اور ہمدردان ملت نے قومی فلاح و بہبودی اور ہمدردی کے کاموں میں نہایت دل سوزی اور سرگرمی کے ساتھ اپنی بیش بہا زندگی صرف اور وقف کی ان میں سر سید مرحوم کے بعد نواب محسن الدولہ محسن الملک مولوی سید مہدی علی خاں بہادر منیر نواز جنگ اور نواب وقار الدولہ وقار الملک مولوی مشتاق حسین خاں

بہادر انتصار جنگ کی قابلِ احترام ہستیاں سب سے زیادہ ممتاز اور نمایاں نظر آتی ہیں یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی زندگی حیرت انگیز طور پر یکساں ہوگئی تھی اور دونوں دس دس روپیہ کی انگریزی ملازمت سے تحصیلداری اور ڈپٹی کلکٹری پر پہنچے اور سر سید مرحوم کے تعارف اور سفارش سے ۱۸۷۴ء و ۱۸۷۵ء میں علی الترتیب حیدر آباد دکن میں گورنمنٹ نظام کی ملازمت میں داخل ہوتے۔

نواب محسن الملک چند مختلف خدمات انجام دینے کے بعد نواب سر سالار جنگ اوّل کے ریونیو سیکرٹیری ہوتے اور نواب سالار جنگ ثانی کے زمانہ وزارت میں فنانشل سکرٹیری کے عہدہ پر فائز ہوتے اور اپنی خداداد قابلیت اور ذہانت کی وجہ سے وزیر کے مشیر خاص اور نفس ناطقہ ہوگئے۔

۱۸۸۷ء میں جب نواب سر آسمان جاہ کو قلمدان وزارت سپرد ہوا تو اس وقت بھی یہ بدستور اپنے عہدہ پر بحال رہے، ۱۸۸۸ء میں ریلوے اور معدنیات کے مشہور مقدمہ میں گورنمنٹ نظام کی جانب سے پارلیمنٹری کمیٹی میں ادائے شہادت اور نگرانی مقدمہ کے لئے لندن بھیجے گئے۔ ۱۸۹۳ء میں وظیفہ یاب ہوکر علی گڈھ آ گئے۔ اس وقت سر سید کی ضعیف العمری اور مصداق "وَمَن نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ" کے باعث کالج کی حالت خراب ہوگئی تھی، نواب صاحب نے اصلاح کی کوشش کی لیکن ناکام رہے، سر سید کے انتقال اور سید محمود مرحوم کی چند روزہ سکرٹری شپ کے بعد جب کالج کے آنریری سکرٹری ہوئے تو اپنی بے نظیر قابلیت اور زبردست تقریروں سے تمام ہندوستان کے مسلمانوں کی توجہ اپنے قومی کالج کی طرف منعطف کرادی اور اس طرح اس کی مالی حالت ایک حد تک مستحکم کردی

سنہ ۱۹۰۰ء میں اردو ہندی کے جھگڑے میں بمقام لکھنؤ اردو کی حمایت میں ایک زبردست تقریر کی اور تحفظ اردو کا خیال مسلمانوں میں پیدا کردیا۔ سنہ ۱۹۰۶ء میں مسلمانوں کی سیاسی حقوق کے متعلق گورنمنٹ کو توجہ دلانے کے لئے شملہ کا مشہور

ڈیوٹیشن مرتب کیا۔ مارچ ۱۹۰۷ء میں طلبا نے یوروپین اسٹاف اور پرنسپل سے شکایتیں پیدا ہونے کے سبب سے سخت اسٹرائک کی جس سے نواب صاحب کو سخت صدمہ پہنچا اور چھ ماہ بعد بماہ اکتوبر بمقام شملہ انتقال کیا اور مسلم یونیورسٹی کی مسجد کے احاطہ میں دفن ہوئے۔

نواب وقار الملک ابتداءً معتمد صدر المہام عدالت مقرر ہوئے اور اس وقت نواب بشیر الدولہ سر آسمان جاہ صدر المہام تھے، ان کے اور امیر کبیر نواب رشید الدین خاں کے (جو سر سالار جنگ کے ساتھ شریک حکومت تھے) خاندانی حقوق پر باہمی نزاعات تھے، امیر کبیر نے یہ خیال کرکے کہ وقار الملک سر آسمان جاہ کو مدد دیتے ہیں اور پیروی مقدمہ میں حصہ لیتے ہیں۔ ان کی علیحدگی پر اصرار کیا چنانچہ وہ علیحدہ ہوگئے لیکن سالار جنگ سیکریٹ سروس فنڈ سے برابر تنخواہ دیتے رہے اور یہ علی گڈھ میں رہ کر ضابطہ مال اور دیگر قوانین کی ترتیب میں مصروف رہے۔ سر سید بھی اس کام میں ان کو امداد دیتے تھے، نواب سر آسمان جاہ نے بھی اس زمانہ میں ایک معقول رقم نواب وقار الملک کی امداد کے لئے بھیجی تھی جس کو انہوں نے واپس کر دیا۔ لیکن سر سید اس کو کالج میں صرف کرنا چاہتے تھے، امیر کبیر کے انتقال کے بعد پھر سر سالار جنگ نے بلا لیا، اور معتمد مدار المہام صیغہ عدالت و کوتوالی مقرر کیا۔ سر سالار جنگ اول کے انتقال کے بعد نواب وقار الملک کی رائے یہ تھی کہ چوں کہ وزیر اور بادشاہ دونوں نوجوان ہیں اس لئے سر سالار جنگ ثانی مدار المہام کی اعانت اور اعلیحضرت کی امداد کے لئے دو کونسلیں بنا دی جائیں۔ مگر یہ رائے مسترد کر دی گئی۔ اور نواب وقار الملک کو معتمدی وزارت سے ہٹا کر پہلے مجلس مالگذاری کی رکنیت پر اور پھر صوبہ داری ورنگل پر مقرر کیا۔ ۱۸۸۸ء میں جب سر آسمان جاہ وزیر ہوئے تو نواب وقار الملک معتمدی مالگذاری پر سرافراز ہوئے اور بعد ازاں وہ مدار المہام کے پرسنل اسسٹنٹ بھی ہو گئے۔

سر آسمان جاہ کا ان پر انتہائی اعتماد تھا اور ان ہی کو اپنا سب سے زیادہ وفادار اور دست راست سمجھتے تھے، تمام اہم امور میں جو دوسرے صیغوں سے بھی متعلق ہوتے ان کے

مشورہ لیا جاتا تھا۔ سنہ ۱۸۹۲ء میں ایک زبردست سازش کی وجہ سے اعلیٰ حضرت کی خاطر اقدس ان سے کچھ مکدر ہوگئی۔ اور جس وقت ان کو اس تکدر خاطر کی اطلاع ملی تو انہوں نے استعفا پیش کر دیا۔ اور بحصول وظیفہ وطن آگئے، کالج کے معاملات میں دلچسپی کے ساتھ حصہ لیتے رہے۔ سرکاری مدارس میں تعلیم مذہبی کی اسکیم منظور کرانے میں سعی و کوشش کی آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیاد ڈالی اور کئی سال تک اس کے سکریٹری رہے۔ نواب محسن الملک کے انتقال کے بعد بلا کسی اختلاف اور قوم کی متفقہ خواہش کی بنا پر کالج کے سکرٹری منتخب ہوئے۔ سنہ ۱۹۱۱ء میں تنسیخ تقسیم بنگالہ کی اعلانات کے بعد چند مضامین شایع کرکے مسلمانوں کے سیاسی خیالات میں تبدیلی پیدا کی

سنہ ۱۹۱۳ء میں بسبب ضعیفی اور خرابی صحت سکریٹری شپ سے مستعفی ہوگئے، تاہم سنہ ۱۹۱۵ء تک اہم قومی معاملات میں حصہ لیتے رہے اواخر سال میں فالج کے دوروں نے بالکل معذور کر دیا اور سنہ ۱۹۱۷ء میں اپنے وطن امروہہ میں انتقال کیا اور آبائی قبرستان میں دفن ہوئے۔

یہ دونوں بزرگ سنہ ۱۸۶۴ء و سنہ ۱۸۶۶ء سے قوم کی تعلیمی تحریک میں جو تمام تحریکات کی بنیاد تھی سرسید مرحوم کے زبردست معین اور پرجوش معاون تھے اور اپنے نفس واپسین تک قومی ترقی کی جد و جہد میں مشغول و منہمک رہے علاوہ اس مصروفیت وانہماک کے ہزاروں روپیہ سے تعلیمی تحریکات کو تقویت دی اور بیسیوں نادار اور غریب طلباء کو اپنے وظائف سے تعلیم دلائی۔

مسلمانوں کی ترقی کا خواہ کیسا ہی درخشاں دور کیوں نہ آجائے، لیکن ان دونوں بزرگوں کی خدمات ملی اور احسانات قومی کسی طرح فراموش نہیں کیے جاسکتے اور تقدم کی جو فضیلت ان کو حاصل ہے وہ ہمیشہ جریدہ قومی پر ثبت رہے گی اور حیدرآباد کی تاریخ میں جو ہندوستان میں سب سے ممتاز اور مقتدر اسلامی ریاست ہے ان کی خیر خواہیوں اور اعلیٰ خدمات بیان کرنے کے لئے معتدبہ اوراق وقف رہیں گے، اس لحاظ سے میں ان دونوں بزرگوں کے چند پرائیویٹ خطوط جو بہت

کوشش سے حاصل کیے گئے ہیں شایع کرتا ہوں، ان خطوط سے نہ صرف ان دونوں بزرگوں کی اعلیٰ سیرت اور کیرکٹر ہی پر روشنی پڑے گی، بلکہ اس زمانے کی قومی تاریخ اور قومی اہم معاملات کی تشریح و توضیح بھی ہوگی۔ اسی طرح تاریخ حیدرآباد کے لئے نہایت دلچسپ اور کارآمد واقعات کا ذخیرہ ان خطوط میں موجود ہے۔

موجودہ طرز تحریر کی بنیاد سرسید مرحوم نے ڈالی تھی۔ اس کی ترقی میں ان دونوں بزرگوں نے کچھ کم حصہ نہیں لیا۔ یہ خطوط جدید طرز انشاپردازی اور سنجیدہ و پختہ تحریر کا بہت اچھا نمونہ ہیں غرضکہ یہ مجموعہ قومی تاریخی اور ادبی لحاظ سے بھی بہت دلچسپ اور مفید ہے۔

اس مجموعہ میں وہی خطوط ہیں جو اب تک شائع نہیں ہوئے، البتہ چند مکاتیب جن کی تعداد تین چار سے زیادہ نہیں اخبارات سے لئے گئے ہیں، ان مکاتیب کا وہ حصہ جس سے حیدرآباد کے حالات و تعلقات معلوم ہوتے ہیں ریاستوں کے عہدہ داروں کے لئے نہایت سبق آموز ہے کہ باوجود اختلافات اور پارٹی فیلنگ کے لئے بھی رشتۂ اتحاد و دوستی کس قدر مضبوطی کے ساتھ قایم رہ سکتا ہے اور ایک دوسرے پر کس درجہ محبت اور راستبازی کا اعتماد کرسکتا ہے۔

محمد امین زبیری مارہروی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکاتیب

حصہ اوّل

نواب محسن الدولہ محسن الملک مولوی سید مہدی علیخان بہادر

منیر نواز جنگ

بنام

نواب وقار الدولہ وقار الملک مولوی حاجی مشتاق حسین خان بہادر

انتصار جنگ۔

شمسی مشین پریس آگرہ میں باہتمام منشی محمد بشیر الدینخان طبع ہوئے

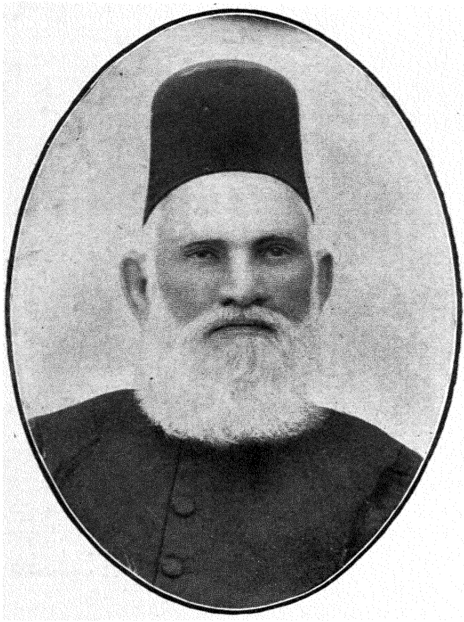

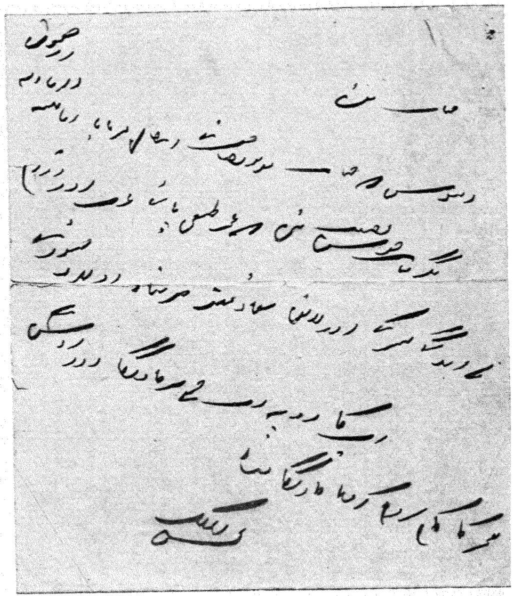

مخدومی (۱)

آپ سے جدا ہونے کے بعد میں بھی گھر چلا آیا کچہری نہیں گیا اور نہایت رنج آمیز خیالات میرے دل میں گذر رہے ہیں، اگر آپ کو یہ صلاح دوں کہ استعفا نہ دیجئے۔ تو گویا آپ کی دیانت اور عزت اور شرافت کو پانچ سو روپیہ پہنچنے کی صلاح ہے، اگر آپ کو تبدیلی رائے کی رائے دوں، وہ ناممکن ہے، اگر آپ کو نوکری چھوڑنے کی رائے دوں؟

تو گویا وہ اپنی سرکار سے ایک نہایت لائق 'منددین' اور شریف اور باعزت مصلح آدمی کے چلے جانے کی رائے ہے، میری سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کہوں مگر تمام باتوں پر خیال کر کے میں آخر میں بھی کہتا ہوں کہ عزت اور دیانت سب پر مقدم ہے، جب سرکار اور ولی نعمت ہماری پارٹی کے کسی آدمی کی رائے کو برا جانیں اور اس پر ملال کریں تو کیا چارہ ہے بجز اس کے کہ جدائی اختیار کی جاوے ایسی نوکری میں کیا لطف ہے، مگر آپ کل تک استعفے کا بھیجنا ملتوی کریں تو مناسب ہے، میں کل بارہ بجے آپ سے ملوں گا۔ تفقط

مہدی علی

(۲)

۱۹- اپریل ۵۱

مخدومی! میں بوجہ مزاج کی ناسازی کے سرور نگر میں ہوں کل سرکار[۵۱] نے مجھے بذریعہ تحریر کے اطلاع دی کہ آپ کو بلایا ہے، اور نقل اس تحریر کی بھی میرے پاس بھیجدی جو آپ کو بھیجی گئی ہے، الحمد للہ کہ اب آپ کا آنا ہوا، مگر دیکھئے کہ اب آپ کو نہایت احتیاط کرنی ہوگی، اور نواب بشیر الدولہ بہادر کے خانگی معاملات میں کچھ دخل نہ دینا ہوگا اگرچہ مجوزہ عہدہ یعنی مجلس کی رکنیت کا جبکہ میر مجلس دوسرا آدمی ہو قابل پسند کے نہیں ہے۔ مگر بالفعل دوسرا

---

۵۱ سر سالار جنگ اول

علاج بھی نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ مولوی سمیع اللہ خاں صاحب نے نہایت جلدی کی اور مجھ سے اور آپ سے مشورہ تک نہ لیا خیر انچہ گذشت گذشت۔

جو نوٹ بشیر الدولہ بہادر نے آپ کے پاس بھیجے تھے ان کا واپس کرنا ہی مناسب تھا، جو وجوہات آپ نے لکھی ہیں وہ کافی نہیں ہیں اس واسطے میں نے آپ کا خط سرکار کو نہیں بتایا نہ اس کے مضمون سے اطلاع دی، جبکہ سرکار سے آپ نے پوچھا کہ میں کیا کروں اور سرکار نے صاف کہدیا کہ واپس کردو پھر اس میں عذر کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی، رہا ہمارے سرکار جناب سید صاحب کا لکھنا اور وہ بھی یہ کہ میں نے رکھ لئے کافی نہیں ہے۔ سرکار کو جناب سید صاحب قبلہ کے ساتھ ایک خاص قسم کی محبت تھی اور اس وقت ایسی تحریروں کو وہ خوش ہو کر سن سکتے تھے، مگر بہ مجبوری مجھکو یہ لکھنا پڑا کہ جہاں تک قرینہ اور قیاس سے میں سمجھ سکتا ہوں نواب صاحب کو اُن سے دوستانہ ملال ہے بلکہ ایک قسم کی ناخوشی ہے، چنانچہ ایک تحریر خانگی میں سرکار نے مجھے صاف لکھا کہ "جو اُمیدیں مجھے سید صاحب سے تھیں جب اس کے خلاف ان سے بعض باتیں ظاہر ہوئیں تو مجھے بھی آیندہ ان کو تکلیف دینا کسی بات میں منظور نہیں ہے"۔ اور اب ان باتوں کی تفصیل کرنی اور انھیں پھر چھیڑنا ناحق رنج دینا ہے غرض جبکہ دل صاف نہیں ہے تو اس لکھنے سے کہ میں نے یہ روپیہ رکھ لیا سرکار کب خوش ہوں گے۔ آخر دریافت کریں گے کہ کیوں رکھ لیا ان کو اس روپیہ سے کیا مطلب تھا اس خیال سے میں نے سرکار سے آپ کے خط کا مضمون نہیں کہا، اب آپ یہاں آتے ہیں خود اس معاملہ کو طے کر لیجیگا۔

سید محمود صاحب نے پھر نادانی کی، گئے گذرے ہوئے معاملہ کو پھر خراب کر لیا۔ سرکار کی ملاقات کے لئے آئے اور عدالت کے انتظام کی ایک یادداشت لکھنے کا وعدہ کر لیا۔

میں خوب جانتا ہوں کہ اُن سے یہ وعدہ پورا نہ ہوگا، اور ناحق دوبارہ لغویت اُن کی ظاہر ہوگی، اگر درحقیقت اُن کو آنا ہے تو یہی وقت ہے، آپ ان سے دریافت کر کے بذریعہ تار کے اطلاع دیجئے کہ وجیہ الدین ضرور آوینگے، اور فلاں تاریخ تک اور اگر نہ آنا ہو تو لکھ دیجئے کہ وجیہ الدین کا آنا نہ ہوگا۔ جو کاغذات متعلق ترتیب دستور العمل مال کے ہیں وہ آپ اپنے ہمراہ لیتے آئے گا۔ اس لئے کہ اب آپ ہی سے چلے آتے ہیں تو پھر سب کام وہاں کون کرے گا۔

نذیر بیگ اور خورشید بیگ کا پورا انتظام وہاں کرتے آئے گا اور جو کچھ جیب خرچ کے لئے اُن کو ملتا ہے اس میں سے ٹکٹ اور کاغذ وغیرہ کے اخراجات نہ وضع کئے جاویں، یہ ان کو منیجر صاحب دلوایا کریں تاکہ ان کے جیب خرچ کی رقم اُن کے اور اخراجات کے لئے محفوظ رہے۔

آخر میں میں پھر اس روپے کے متعلق یہی کہوں گا کہ وہ حسب ایما سرکار واپس ہونا چاہیئے۔ اگر سید صاحب کی ایسی خواہش ہو تو وہ باضابطہ اس کے متعلق آپ کے توسط کے بغیر خط و کتابت کر سکتے ہیں۔ لیکن میری رائے میں یہ بھی قطعاً نامناسب ہے اس لئے کہ یہ خط و کتابت ہر صورت میں آپ سے ضرور ضرور متعلق ہوگی۔

غالباً آپ محمد احمد کو ہمراہ لاوینگے۔ اور میرے ہی مکان پر ٹھیریں گے۔ جگہ بہت ہے، اگر آپ چاہیں تو میں آپ کا خط سرکار کو دکھا دوں فقط

مہدی علی

(۴)

جناب مولوی صاحب مخدوم بندہ مولوی مشتاق حسین صاحب دام لطفکم،

آپ کا رجسٹری شدہ خط مجھے راسچور ملا۔ اس کے جواب میں چاہتا تھا کہ بہت کچھ لکھوں اور جو رنج اور تکلیف روحانی آپ کی کارروائی سے مجھے ہوئی ہے اس کا دل کھول کر اظہار کروں مگر سب بے سود اور لاحاصل ہے میرے اور آپکے حال کے اوپر یہ رباعی

صادق ہے۔

سرمد گلہ اختصار مے باید کرد | یک کار ازیں دو کار مے باید کرد
یا تن برضائے دوست می باید داد | یا قطع نظر زیار مے باید کرد

آپ مصرع چہارم پر عمل کرنا چاہتے ہیں، اور میں مصرعہ سوم پر اس لئے صرف اتنا لکھنا کافی سمجھتا ہوں کہ جو واقعات پیش آئے اور جو کچھ آپ کی طرف سے ظہور میں آیا بلحاظ اس محبت اور صداقت کے درجہ کے جس کا مجھے آپ کی نسبت یقین تھا، بے شک میرے نزدیک ایسا تھا کہ ہرگز میں آپ کو اس درجہ کا دوست نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اور مجھ سے ناممکن تھا کہ میں آپ سے چھپاتا درخود آپ سے نہ کہتا اس لئے میں نے صاف صاف کہا بلکہ درحقیقت بہت کم کہا۔ مجھے لازم تھا کہ اس سے بھی زیادہ کہتا اور غبار اپنا آپ کے اوپر نکالتا۔

کیا مولوی مشتاق حسین تمکو وہ لازم تھا جو کیا اور تمکو مجھ سے وہ چال چلنی مناسب تھی جو چلی، جو شخص تمکو اپنے حقیقی بھائی سے یقیناً بڑھ کر دوست جانتا تھا اور جو آدمی تمکو فرشتہ سمجھتا تھا اور جو نادان تمکو صدیق اکبر خیال کرتا تھا اور جو شخص اپنے مرنے کے بعد تمکو اپنا ولی اور اپنے پس ماندوں کا سرپرست جانتا تھا اور جو شخص نزع کے وقت جبکہ اس کو اپنے مرنے کا یقین تھا اس بات پر خوش تھا کہ اس کا بھی دنیا میں سچا اور ولی اور بے نظیر دوست موجود ہے، اور اس خیال پر اپنے مرنے پر اور اپنے وارثوں کی سرپرستی پر ایک گونہ تسلی تھی اس کے ساتھ تم ایسا کرتے ہو اور دھوکے میں رکھتے ہو۔

حضرت مجھے لوگوں نے بے انتہا رنج پہنچائے اور غایت درجہ کی تکلیفیں دیں اور میری عزت لینی چاہی، مگر مجھے کسی سے رنج نہیں ہے اور نہ میں نے کسی کی شکایت کی، کوئی ذاتہ کا پاجی تھا کوئی بدنفس تھا کوئی کمینہ تھا اور میں اپنا ذاتی دوست کسی کو نہ جانتا تھا۔ اگر ایسے پاجیوں نے وقت پاکر اپنے نفع کی طرف خیال کیا تو وہ کیا جو دنیا داروں کو کرنا چاہیئے۔ تھوڑی دیر کے لئے ان سے رنج ہوا پھر جاتا رہا۔ کیونکہ "شکایت نہ بود شرط آشنائی" نہ میں نے کسی سے شکایت کی

نہ ان کے روبرو اُن کا گلہ کیا، مجھے حق کیا تھا جو کرتا سمجھ لیا کہ وہ دوست نہیں تھے ملاقاتی تھے، اپنی غرض کے وقت جدا ہو گئے مگر مولوی مشتاق حسین تم دس برس یکطرفہ رہے تم کو ہر حال اور ہر وقت میں اپنا یار و مددگار پایا اگرچہ کبھی امتحان کا وقت نہ آیا تھا۔ مگر ہر وضع سے تمکو میں نے اپنا دوست جانا اور آپ نے کامل دیانت اور راستبازی سے مجھے یقین دلایا کہ تم میرے ایسے دوست ہو کہ جس پر ایک جان دو قالب کا مقولہ صادق ہے مگر اس زمانہ کی کارروائی سے جب میں دشمنوں کے ہجوم میں گرفتار تھا، اور جب میرے لئے صبح اور شام ہو رہی تھی اور آپ خوب جانتے ہیں کہ میری کیا حالت تھی مجھے کس قدر مدد آپ سے ملنی چاہئے تھی وہ بھی دیانت کے ساتھ جائز طریقہ سے نہ کہ ناجائز اور ناواجب۔

میں نے تم کو نہایت محنت اور کوشش سے خلاف رائے جمہور کے مجلس مالگذاری میں داخل کیا آپ نے اپنی پالیسی بدل دی اور اپنا فائدہ مجھ سے مخالفت میں دیکھا۔ اور ایسا ہی کام کرنا شروع کیا اور جو کارروائی آپ نے اخیر کو کی اس نے تو میرا دل توڑ ہی دیا۔ اور گو کہ یہ ہرگز میں نہیں کہتا کہ آپ نے میرے نکالنے یا میرے استعفا دینے کے لئے یہ تدبیر کی تھی، مگر اس وقت میں اس کا نتیجہ لازمی یہی تھا، اگر آپ اس وقت دو لحہ کے لئے سوچتے یا اب بھی سوچیں تو آپ بھی ضرور اس کا یقین کریں گے۔ کہ اس کے سوائے دوسرا علاج میرے لئے نہ تھا۔ اور وہ تجویز بلاشبہ سرکاری مقاصد کے لئے نہ ہوئی تھی بلکہ مجھکو ضرر پہنچانے کے واسطے اور آپ اس کے آلہ بنائے گئے تھے اور آپ کو اپنے مقاصد ذاتی کے لئے اس کا پیشوا بننا بے شک مناسب تھا اور بلاشبہ اس سے آپ کو فائدہ ہوا، اور آپنے درحقیقت نہایت دانشمندی کی، اس وقت بھی میرا ساتھ دینے سے سوائے اس کے کہ لوگ آپ کو غیر سمجھتے کیا حاصل تھا، جو کچھ آپ نے کیا نہایت دانشمندی کی۔ پھر فرمائیے کہ اس کے بعد میں کیونکر آپ کو اپنا صدیق سمجھتا۔

یہ تو واقعات ہیں جس نے میرے دل کو خراب کیا۔ اور مجھے مشتبہ کیا، اس کے بعد میں نے چاہا کہ آپ سے معمولی دوستانہ رکھوں جیسے اور دوستوں سے ہے۔ کیونکہ یہ ضرور نہیں ہے۔ یا صداقت کے درجہ کی دوستی ہو یا بالکل ترک ملاقات۔ آپ پر یہ بھی مجھے یقین تھا کہ اس حالت پر بھی آپ معمولی دوستوں سے اچھے رہیں گے، اور جبکہ دس برس سے دوستی اور محبت ہو اور پھر ملاقات بھی ترک ہو جاوے یہ نہایت نازیبا اور نامناسب ہے میں نے نہ چاہا کہ صاف صاف ترک ملاقات ہو اور ان معاملات کے بعد بھی میں آپ سے اسی طرح پیش آیا اور آپ کے منافع ذاتی کے لئے ایسا ہی ساعی رہا جیسا کہ اول تھا۔ اور میرے دل کو یقین ہے کہ بالضرور اگر مجھے ضرورت ہوگی تو آپ بھی ایسی ہی مدد کریں گے، پس ترک خط وکتابت یا ترک ملاقات مناسب نہ تھی اب چونکہ آپ اس کو بھی باقی رکھنا نہیں چاہتے "دل ماشاد و چشم ما روشن" مگر اس کمبخت محبت کا اثر جو اب تک میرے دل میں باقی ہے اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ دہ سالہ دوستی کو تنکے کی طرح توڑ دوں اور لڑکوں کی طرح یاری کٹ کر دوں، شاید میری ہی غلط فہمی ہو اور آپ درحقیقت بے قصور ہوں، میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن معلوم نہیں اکثر ایسے واقعات پیش آجاتے ہیں کہ آدمی غلطی میں پڑ جاتا ہے۔ اور پھر آئندہ اسے افسوس ہوتا ہے۔ پس اس لئے میں تین باتیں کہتا ہوں اول یہ کہ اگر میرا یہ خیال غلط ہے اور جو کچھ میں سمجھا ہوں وہ میری غلط فہمی ہے اور آپ کے دل میں میری دوستی اور محبت اور صداقت ویسی ہی ہے اور آپ کا برتاؤ بھی میرے خلاف آپ کے نزدیک نہیں ہوا اور جو کچھ آپ نے کیا نیک نیتی سے اور میری دوستی سے کیا اور آپ کو اس کا خیال نہ تھا کہ اس سے مجھے ضرر پہنچیگا اور جو کچھ ان واقعات سے میں سمجھا میری غلط فہمی تھی۔ تو میں مجرد آپ کے دو لفظوں کو کہ "تم غلط سمجھے" قبول کرتا اور معافی چاہتا ہوں، اور اس کے بعد میرے دل میں خیال نہ رہے گا اور میں سمجھوں گا کہ جیسے آپ میرے دوست تھے ویسے ہی ہیں اور جو کچھ میں سمجھا تھا وہ میری غلطی تھی، اور چونکہ میں نے روبرو آپ سے کہا اور جیسے آپ بھی یقیناً درجہ کمال کی محبت کا نتیجہ سمجھے ہوں گے اس کی معافی چاہتا ہوں

آپ ہی کا منقولہ ہے کہ ہزار غلطیاں اور سو گناہ دشمنوں کے آدمی معاف کرتا ہے کیا دوست کا ایک گناہ بھی معاف نہ کیا جاوے۔ آپ مجھے معاف کیجئے۔

دوسرے یہ کہ اگر آپ نے اپنے مقاصد ذاتی کے خیال سے کوئی کارروائی کی بھی ہو اور جسے خود آپ کا کانشنس، آپ کا دل، آپ کا نفس خلاف محبت سمجھتا ہو، تو آپ یہ دو لفظ لکھ دیجئے کہ "مجھ سے غلطی ہوئی" میں دل سے معاف کرتا ہوں، اور پھر کبھی حاشیہ خیال میں بھی اس کو نہ آنے دونگا اور آپ کو وہی صدیق اور دوست اپنا جانوں گا۔ اور پھر ہم اور آپ ایسے ہی مل جاویں گے۔

اگر آپ نہ معاف کریں نہ معافی چاہیں تو یہی دوستی کو قائم رہنے دیجئے۔ جیسے کہ اور دوست ہیں ویسا ہی آپ کو میں اور مجھے آپ سمجھئے۔ ترک ملاقات ترک خط و کتابت سے کیا حاصل اور بجز شماتتِ اعدا کے اس کا کیا نتیجہ۔ اس پر بھی آپ میری مخالفت کو اور اس کے عام اشتہار کو اپنے لئے مفید سمجھتے ہوں تو یہی خط میرا بھی آخری خط ہے اور آپ کے منقولہ کو میں بھی اپنا عملدرآمد سمجھوں گا کہ "در دسر کمتر" اس صورت میں میری طرف سے یہ شعر یاد رہے۔

درختے را بہ آب دیدۂ خویش ✻ بہ پرورد م کہ بار سے خواہد آورد
بوقت گل گلِ دیگر شگفتہ ✻ بوقت بار بارِ خاطر آورد

اور خاتمہ میری آپ کی دوستی باطنی اور ظاہر کا اس پر ہوگا:۔

ترک الفت تمہیں منظور ہوا خوب ہوا ✻ رات دن کا یہ خلش دور ہوا خوب ہوا

اخیر صورت اگر آپ کو منظور ہو تو براہ مہربانی اس خط کی نقل اپنے ہاتھ سے کرکے بھیجدیجئے کہ وہ نقل میں سید صاحب کو بھیجدوں گا آج تک ان معاملات کے متعلق ایک لفظ ان کو نہیں لکھا ہے۔ آپکا ستم رسیدہ پرانا نادان دوست
مہدی علی، ۱۵ اگست ۱۸۹۵ء

پیرس — منگل ۲۲ مئی ۱۹۵۱ء

میں ۷ بجے صبح کے پیرس پہنچا اور گرانڈ ہوٹل گیا - وہاں مجھ سے فتح نواز جنگ اور مسٹر فریون سے ملاقات ہوئی ۔ ناشتہ کے بعد ہم لوگ یعنی میں اور مسٹر فریون اور فتح نواز جنگ پرائیویٹ کانفرنس میں بیٹھے ۔ مسٹر فریدون جی بھی چند منٹ بعد آکر شامل ہوگئے ۔ آئندہ مشکلات کے اندفاع کی غرض سے میں نے یہ مناسب سمجھا کہ میں مسٹر فریون پر ہز ہائنس نظام گورنمنٹ کے خیالات ظاہر کردوں جو حیدرآباد کے معاملات پر ہیں میں نے کہا کہ آیندہ کی غلط فہمیوں کو رفع کرنے کی غرض سے میرے لئے ضروری ہے کہ میں صاف طور پر آپ کو یہ بتا دوں کہ ہز ہائی نس - وزیر - اور دیگر ارکان حکومت کی مقررہ پالیسی یہی ہے کہ کوئی کام ایسا نہ کیا جائے جو رزیڈنٹ حیدرآباد گورنمنٹ آف انڈیا اور انڈیا آفس کے خلاف مرضی ہو اور یہ کہ تمام ہمارے کام بالکل حکومت بالا کے ایماء کے مطابق ہوں ۔ میں نے آگے چلکر یہ بیان کیا کہ گو ہمارے اکثر احباب ہم کو قیمتی مدد اس مقصد کے حصول میں دے رہے ہیں جو ہماری پیش نظر ہے لیکن تاہم ہمیں اُن سے بعض باتوں میں اختلاف ہے جس سے ہم مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں ۔

انگریز لوگ آئینی طور پر آزاد اور خود مختار واقع ہوئے ہیں اس لئے انھیں ان تعلقات کا پتہ نہیں ہے جو حکومت ہند اور ہندوستانی ریاستوں کے مابین ہیں اور نہ وہ اس طریقہ کو ماننے کے لئے تیار ہیں جن سے ہم کو اپنے وفود اور وکلاء کو حکومت کی مرضی کے مطابق بنانا پڑتا ہے ۔ میں نے یہ بھی ظاہر کر دیا کہ نواب سر آسمان جاہ کے مجھے قطعی احکام ہیں کہ کوئی ایسا کام نہ کیا جائے کہ گورنمنٹ ہند پر عموماً اور ارکان حکومت پر خصوصاً کوئی برا اثر پڑے اور یہ کہ ہمیں اپنے آپ کو صرف اسی مطالبہ تک محدود رکھنا چاہیئے کہ ہمیں اس نقصان کا معاوضہ مل جائے جو ہماری گورنمنٹ کو ہمارے افسران کے طریقۂ عمل کی وجہ سے برداشت کرنا پڑا اور ہمیں ہر قسم کی پارٹی اسپرٹ و ذاتی مخاصمت سے گریز کرنا چاہیئے ۔

میں نے مسٹر فریون سے یہ بھی کہا کہ ہم اس کو کسی طریقہ سے بھی فائدہ خیز نہیں خیال کرتے کہ ہاؤس آف کامنس میں سوالات اٹھائے جائیں جس سے برٹش گورنمنٹ کے کسی افسر کے چال چلن پر کوئی اثر پڑے۔ میں نے مسٹر فریون کے جواب میں کہا جب انہوں نے یہ بیان کیا کہ ایسا ارادہ کیا جا رہا ہے۔ کہ مسٹر جان گارسٹ نے کچھ رقومات وصول کرنے کے متعلق جب وہ حیدرآباد میں وعدہ کرتے تھے ہاؤس آف کامنس میں سوال پیش کیا ہے۔ میں نے کہا کہ اگر یہ سوال اٹھایا گیا تو ہندوستان میں لوگ خیال کریں گے کہ اس میں ضرور کچھ ہماری شرکت بھی ہے۔

مسٹر فریون نے ہماری پالیسی کو معلوم کرنے کے بعد کہا کہ جب تک تمام واقعات نہایت سچائی ایمانداری اور صفائی کے ساتھ بغیر خوف کے پردہ سے باہر نہ لائے جائیں گے جب تک کوئی سودمند نتیجہ نکلنا بالکل غیر متیقن ہے، میں نے کہا کہ یہ میری خواہش ہے کہ میں ہمیشہ سچ بولوں۔ لیکن یہ ہمارے مقصد کے خلاف ہے کہ کسی پر حملہ کیا جاوے اور یہ کہ ہم ہاؤس کی امداد نہیں چاہتے بلکہ گورنمنٹ آف انڈیا اور انڈیا آفس کی امداد چاہتے ہیں۔

مسٹر فریون نے کہا کہ سوال سے ہمیں کوئی تعلق نہیں وہ ہاؤس میں اٹھایا جانے والا ہے اور کسی صورت سے بھی اس کو نہیں روکا جا سکتا۔

انہوں نے کہا ہمارے اوپر اس کا کوئی اثر کسی صورت میں بھی نہیں پڑ سکتا اور یہ کام پارلیمنٹ کے دیکھنے کا ہے نہ کہ ہمارے۔

میں نے کہا کہ لوگ جو چاہیں کریں لیکن ہم لوگ نہ اس میں شامل ہو سکتے اور نہ اس کو درست خیال کرتے ہیں۔

میں نے تقریر کے اختتام پر مسٹر فریون سے کہا کہ مجھے وزیر کی ہدایات ملی ہیں کہ میں انڈیا آفس سے ہر مرحلہ میں صلاح لوں اور کوئی ایسا کام نہ کروں جو ان کی ناخوشی کا باعث ہو۔

نواب فتح نواز جنگ اور مسٹر فریدون جی نے بھی گفتگو کی اور اس کا مضمون

بھی واحد تھا، مسٹر فریوں نے ہماری پالیسی کو تسلیم کیا۔ اور بتایا' یہ ہی بہترین طریقہ ہے'۔

مہدی علی

(۵)

یکم جون

الگزنڈرا ہوٹل

مخدوم بندہ!

میں بخیریت یہاں پہنچا، اور اب تک جو کچھ ہوا اس کی اطلاع تاروں کے ذریعہ سے دے چکا ہوں، جس سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہاں کیا ہوا اور کیا ہو رہا ہے اور میں نے کیا کیا؟

آج پہلا اجلاس کمیٹی کا بارہ بجے سے ہو گا اور غالباً ایک مہینہ لگے گا، میں امید کرتا ہوں کہ تمام کام مرضی کے موافق ہوں گے، اور ہماری سرکار کو ہر طرح کا فائدہ ہو گا۔

انڈیا آفس میں اب تک کوئی برا خیال تو سرکار کی اس کارروائی کی نسبت پایا نہیں جاتا۔ مگر کمیٹی کے تقرر میں ان کو اپنے مصالحہ کے لحاظ سے کچھ تردد ہو، وہ ہم کو معلوم نہیں، صرف قیاس سے اس کا احتمال ہو سکتا ہے۔

سر براڈ فورڈ اور لائل صاحب سے ملا، نہایت اخلاق سے پیش آئے، معاملہ کی بات چیت ہوئی، ظاہرا تو وہ سیکرآ لے اور میری باتوں سے خوش معلوم ہوتے، آیندہ خدا جانے'

نواب صاحب کی نسبت یہاں عمدہ خیالات ہیں، یہاں عموماً لوگ ان کو پسند کرتے ہیں، اور ان کے اخلاق اور مزاج کے بہت مداح ہیں . . . . . . صاحب نہایت تعریف کرتے تھے اور پرائیویٹ سکرٹری لارڈ کراس بھی بہت مداح تھے یہاں جن لوگوں کا خیال تھا کہ یہ کارروائی سرکار نے راستبازی سے نہیں کی ان لوگوں کے خیالات بالکل بدل دیئے گئے ہیں۔ اور وہ باتیں ان کے دل سے جاتی رہی ہیں جن کا مجھ سے ملنے کا اتفاق ہو گیا ہے۔

جب میں یہاں آیا اور لوگوں کی باتیں سنیں، تو مجھے ذرا تردد ہوا، مگر خود معاملہ ایسی عمدگی اور راستبازی سے کیا گیا تھا کہ ان غلط خیالات کے باطل کرنے کے لئے صرف واقعات کا ظاہر کر دینا کافی تھا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور لوگوں کو حقیقت حال معلوم ہونے پر اطمینان ہو گیا۔

یہاں آنے پر معلوم ہوا کہ سر سالار صاحب نے ایک طلسم قایم کر رکھا تھا، ان کا جادو سرکار نے توڑ دیا۔

جناب لارڈ لارنس صاحب آئے اور اس قدر غصہ میں کہ ان کا سارا بدن غصہ سے کانپ رہا تھا، کہنے لگے کہ میرے ساتھ سرکار نظام نے ایسا برتاؤ کیا ہے اور اس معاملہ میں وہ ایسی کارروائی کر رہے ہیں کہ میں ابھی جا کر لارڈ کراس سے کہتا ہوں۔

قریب تھا کہ رگ ہاشمی جوش کرے، اور بارہ کے سید کو بھی غصہ آجاوے اور خوب گھونسہ چلے، مگر صبر کیا، اور اُن کو سمجھایا، پھر تو وہ نہایت ہی شرمندہ ہوئے اور اپنے دوست کو گالیاں دینے لگے، اور کہا کہ درحقیقت وہ نہایت ہی جھوٹا ہے۔

ہمارے حضور پر نور کی نسبت یہاں اعلیٰ درجہ کے لوگوں کی رائے ہے کہ حضرت لندن میں تشریف لاویں، حضرت کو جن لوگوں نے دیکھا ہے وہ ان کے ذہن اور ذکاوت کے بڑے مداح ہیں، اور کہتے ہیں کہ حضرت کو یورپ کے سفر سے بڑا فائدہ ہوگا۔ میری بھی یہی رائے ہے۔ کہ اگر حضرت کا یہاں آنا ہو تو آپ یقین کریں کہ یہاں کے لوگ بڑی محبت سے پیش آئیں گے اور عام لوگ تو پرستش کرنے لگیں گے۔

کاڈری صاحب تشریف لائے تھے اُن کو اس قدر غصہ عبدالحق پر تھا کہ اس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ اور اپنی کارروائی پر اتنا رنج کرتے تھے کہ آخر رونے لگے، اور آنسو جاری ہو گئے، میں نے نواب صاحب کی طرف سے بہت کچھ

تشفی کی؛ اور کہا کہ سرکار کو آپ کی نسبت کوئی دوسرا خیال نہیں ہے، اور وہ آپ کو نہایت ہی متدین اور پاک سمجھتے ہیں۔ اس پر وہ بہت خوش ہوئے اور کئی دفعہ شکر گذاری کے الفاظ زبان پر لائے۔

ہاں یہ تو بھول ہی گیا کہ جناب لبو شیر دام اقبالہم سے بھی ملا۔ مولانا کیا کہوں وہ تو عجب آفت کا پتلا ہے۔ ایسا آدمی تو نہ دیکھا نہ سنا۔ وہ آدمی کا ہے کو ہے بلائے روزگار ہے، اس پر حضرت سنجیدہ بھی ہیں، اور کوئی بات آپ کی ظرافت سے خالی نہیں اور گو کہ آپ کمیٹی کے ممبر ہیں مگر اپنے گھر پر اس مقدمہ کی ایسی کارروائی کرتے ہیں کہ گویا وہ وکیل ہیں۔ نہ کسی سے پردہ نہ چوری، لوگوں کو بلانا، ان سے بات کرنا، مقدمہ کے حالات دریافت کرنا، سب کچھ ہوتا ہے میں نے مہدی حسن سے کہا کہ دیکھئے یہ جج ہیں۔ مہدی حسن نے کہا کہ لندن کے جج ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔

بہرحال بلائے بے درماں ہے، وہ کیا چھوڑتا ہے، فران صاحب نے اس کام میں بہت کچھ محنت اٹھائی اور وہ ہر طرح سے تعریف کے مستحق ہیں ان کی عزت تو شہر میں بہت کچھ ہے، لارڈ، ڈیوک، پرنس ان کے گھر آتے ہیں، ان کی بیوی نہایت خوش مزاج ہیں۔

اب ہمارا حال سنئے ہم کو تو یہاں آنے سے کچھ خوشی نہیں ہوئی، نہ ہمارا دل لگتا ہے۔ نہ ہم نے کچھ دیکھا۔ اگر آج سرکاری کام ختم ہو جائے۔ تو کل ہی یہاں سے روانہ باشد۔

اگر مہدی حسن نہ ہوتے تو تنہائی کے عذاب میں جان ہی جاتی رہتی؛ خدا ان کا بھلا کرے کہ وہ کچھ ہنساتے رہتے ہیں؛ انھوں نے میرے پیچھے بہت کچھ کیا اور ان کو میرے آنے سے بہت خوشی ہوئی۔ انھوں نے اچھے اچھے لوگوں میں رسائی پیدا کر لی ہے۔ جس سے سرکار کو فائدہ ہوا اور ہوگا۔ میری بڑی دھوم سے دعوت کی، جس میں بہت کچھ پولیٹیکل مصالح تھے: اور بیچارہ نے اس رات قریب چھ سو

روپئے کے صرف کیا۔

اخراجات کا یہاں یہ حال ہے کہ ہماری تو جان نکلی جاتی ہے، بیچارے مہدی حسن کو اگر سرکار ہزار پونڈ نہ دیتے تو دیوالہ ہی نکل چکا تھا، میں حیران ہوں کہ لوگ یہاں کیسے گذر کرتے ہیں۔

وبٹ صاحب کو سلام کہہ دیجئے گا، نران صاحب ان کو بہت یاد کرتے ہیں۔ محمد احمد سے میں اب تک نہیں ملا، انشاء اللہ اگلے سنیچر کو ملاقات ہوگی؛ ڈوسا بھائی کو بہت بہت سلام۔ باقی بہمہ وجوہ خیریت ہے۔ فقط

مہدی علی

(۶)

۱۵ ؍جون، روز جمعہ

مخدوم بندہ!

ابھی تک میل ہندوستان کا نہیں آیا، اس لئے آپ کا کوئی خط بھی نہ ملا، اُمید ہے کل ڈاک آوے۔

یہاں کے حالات کی آپ کو برابر اطلاع دی گئی۔ اور جب تک یہ خط پہونچے غالباً مقدمہ طے ہو جاوے۔

میرا اظہار ہو گیا۔ سرکار عالی کی وقعت اور عزت کے لحاظ سے مجھے حلف نہیں دیا گیا، اور اس سے مجھے معاف رکھا گیا۔ میرے بیانات نہایت سچے اور احتیاط کے تھے۔ عموماً سب نے پسند کئے، خصوصاً سر رچرڈ ٹمپل بہت تعریف کرتے تھے، ورسٹر نارٹن[۱] سے کہتے تھے کہ کمیٹی بہت خوش ہوئی اور گورنمنٹ نظام کے انصاف و سچائی کا ایک ثبوت ملا۔ اور اسی کے ساتھ یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہمارے آقا ولی نعمت سر آسمان جاہ بشیر الدولہ بہادر کے استقلال کی بہت تعریف ہو رہی ہے۔

۱؎ کلکتہ کے مشہور بیرسٹر۔

میں نے سر جان اسٹریچی صاحب اور کمیٹی اور ممبروں سے صاف صاف کہا کہ ہمارے حضور نہایت ہوشیار اور انتظام ملک کی طرف مصروف ہیں اور ان کو اپنی رعایا کا بہت بڑا خیال ہے۔ مگر ان پر کچھ دنوں تک نو مدار المہام[1] کا دباؤ ڈالا گیا اور وہ مجبور بھی کئے گئے کہ جس سے ناراض ہوں اسی کے ساتھ کام بھی کریں

اس کے علاوہ ان کے اور ان کے مدار المہام کے بیچ میں اب ایک واسطہ[2] قائم ہوگیا تھا۔ کہ اس سے لوگوں کو درحقیقت بہت افسوس ہے۔

ان کی کارروائی کی نسبت اور جو کچھ تحریرات انھوں نے عبدالحق کو کیں، لوگوں کا خیال ان کے مدار المہام ہونے کی نسبت بہت برا ہے اور بہت لوگ کہتے ہیں کہ یہ نتیجہ لارڈ رپن کی . . . . . کا ہے۔ کہ ایسے نادان، بچہ، اور کم عمر کو دیوان ریاست کردیا، نواب صاحب مرحوم اور نواب عماد السلطنت کی تحریرات سے مقدمہ نہایت پیچیدہ ہوگیا ہے اور ہم کو بہت بڑی مشکل پڑی ہے۔

اس . . . . . کی وجہ سے درحقیقت ان کی نیکنامی میں بہت بڑا داغ لگ گیا۔

مولوی صاحب یہاں آکر معلوم ہوا کہ اس معاملہ میں کیسی مشکلات تھیں اور ان سب سے بچنا کیسا دشوار تھا۔ آپ وہاں بیٹھ کر درحقیقت اندازہ نہیں کرسکتے کہ ہمارے لئے کن دقتوں کا سامنا تھا۔

میں یہاں کے واقعات کو بہ تشریح مفصل طریقہ پر خطوط میں نہیں لکھ سکتا مگر خدا کی مہربانی سے اب تک جو ہوا اس سے کسی کو موقع کسی قسم کی شکایت کا نہیں ملا۔ میں ایسی باتوں کا لکھنا فضول سمجھتا ہوں کہ خوشامد معلوم ہوگی، مگر میں نے ہر جگہ اس بات کے ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا کہ سر آسمان جاہ بہادر درحقیقت

---

[1] سر سالار جنگ ثانی
[2] کرنل مارشل

اہم باسمی ہیں اور انھوں نے اپنے ملک کی بھلائی اور حضور کی خیر خواہی میں اپنے آپ کو فدا کر دیا ہے اور یہ بات بالکل سچ ہے۔

میرے ساتھ سب لوگ اچھی طرح پیش آتے ہیں گرمیں خود کم آتا جاتا ہوں جناب سر جان گاسٹ صاحب بھی تشریف لائے تھے اور سر الیفرڈ لائل اور سر جان اسٹریچی اور ان کے ساتھ بعض فوجی وعنت لوگ بھی تشریف لا چکے ہیں۔

یہ آنا ان کی خوشی سے ہوا نہ کہ میں نے کوئی آرزو ان کے سامنے ایسی پیش کی تھی۔ میں کیمبرج گیا تھا محمد احمد کو بہت اچھی طرح پایا۔ درحقیقت انہوں نے اپنی لیاقت کو بڑھایا ہے اور استعداد میں ترقی کی ہے اور اچھی طرح رہتے ہیں۔

درحقیقت فریدون جی نے مجھے بہت مدد دی ہے میں اس کا بہت شکرگذار ہوں۔ بیچارہ نے بہت صبر کیا اور لندن سے شہر میں کام کو مقدم رکھا درحقیقت نہایت ہی نیک اور شریف آدمی ہے۔ اور سرکار کا بیحد خیر خواہ ہے میں اس کے لئے ہر موقع پر سفارش کرنے کو تیار رہوں گا ؛

مہدی علی

(۷)

۲۹ر جون۔ مخدوم بندہ! واہ حضرت آفریں آفریں ہزار آفریں کہ عین وقت پر فریدون جی کو ہم سے چھڑایا۔ مگر ہمارے ذہن ذکاوت کو بھی دیکھئے کہ سمجھ گئے کہ شملہ کے سفر نے شاید مجبور کیا ہے ورنہ سرکار یا آپ ایسا کام کرتے یہ امکان سے خارج تھا۔ اس وقت آپ کا تار بھی آگیا جس سے فریدون جی کو اطمینان حاصل ہو گیا۔ مجھے تو تار دیکھتے ہی یقین ہو گیا تھا کہ آپ شملہ جاتے ہیں۔ فریدون جی جو کچھ کہیں وہ ذرا غور سے سن لیجئے گا اور تار پر قطعی جواب دیجئے گا۔

بیچارہ فریدون جی کا بھی نہایت احسان مند ہوں اس نے میری خفگیوں اور میرے غصہ کو جس طرح برداشت کیا یقیناً امیر حسن بھی اس سے زیادہ نہ کرتے اور آپ کا اور سرکار کا تو وہ ایسا خیر خواہ ہے اور سچا خیر خواہ ہے کہ ایسا دوسرا ملنا مشکل ہے۔

یہاں تھوڑے ہی دنوں میں انہوں نے بہت کچھ عزت حاصل کی بہت لوگوں سے ملے اور

خوب کام کیا سرکار سے بھی عرض کر دیجیے گا حضرت یہ تو سب کچھ ہوا مگر ہم بے دست و پا رہ گئے۔

قسمت کو دیکھیے کہ کہاں ٹوٹی ہے کمند ؂ دو چار ہاتھ جبکہ لبِ بام رہ گیا

فریدون جی کیا گئے ہماری تو زبان ہی کٹ گئی۔ بہر حال "مرد باید کہ ہراساں نشود

مشکلے نیست کہ آساں نشود" فقط مہدی علی

(۸)

بنمبر مخدوم بندہ! آپ نے دو تاروں کا ایک تو وہ جس پر سرکار کے دستخط تھے مہدی حسن کے جونیر ممبر ہونے کی بات، دوسرا وہ جو خود آپکے نام سے میرے تار کے جواب میں تھا اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس کے جواب میں مختصراً اتنا عرض کرتا ہوں کہ نہ مجھے نہ خود مہدی حسن کو آپنے اطلاع دی کہ وہ میرے شریک مقرر کئے گئے نہ انڈیا آفس سے ان کیا مجھے ایسا حکم ملا۔ آپ نے کلیا میں گرہ چھوڑا ہو تو اس کی ہمیں کچھ خبر نہیں۔ اور اگر بفرض محال آپ نے ایسا کیا بھی تو کیا یہ مطابق اس تجویز کے تھا جبکہ میں بھیجا گیا تھا کیا اس کی کوئی ضرورت تھی بجز اس کے کہ مجھ پر اعتماد نہ تھا نہ ہے اور نہ اُمید ہے کہ آیندہ ہوگا، مجھے خود اس کی پروا نہیں ہے یہ سب جھگڑے اور قصے نوکری کی وجہ سے ہوتے ہیں جو آدمی خود اس سے سیر ہوا اور جس کی حالت ایسی باتوں کی متحمل نہ ہو وہ کیوں ایسی مصیبت اپنے اوپر گوارا کرے۔ اب آپ اپنی نوکری لیجئے اور جس کو دل چاہے دیجئے۔ خانہ آباد و دولت زیادہ۔

مجھے جانے دیجئے میرا کچھ خیال نہ فرمائیے مگر جو طرز کارروائی کا آپ نے اختیار کیا ہے اس کی برداشت کوئی اشراف اور ذی عزت آدمی تو کر نہیں سکتا اگر ایسا برتاؤ آپ کو منظور رکھا تو احمد عبدالعزیز[له] یا کسی اور محرر کو بھیجنا تھا نہ کہ مہدی علی کو۔ اگر آپ سے غلطی ہوئی تو یہی ہوئی اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کام ختم نہ ہوگا۔ اور بندہ ۲۔ اکتوبر کو روانہ باشد ہوگا۔ جان ہے تو جہان ہے میں تو نوکری کے پیچھے جان نہیں دینے کا۔

مولوی صاحب مجھ سے آپ کو ایسا برتاؤ کرنا مناسب نہ تھا۔ اور جو شخص

[له] نواب عزیز جنگ بہادر

آپ کی محبت اور راستبازی اور دوستی اور دیانت پر اعتقاد رکھتا تھا اس کے ساتھ صفائی کا معاملہ رکھنا ہی لازم تھا۔ بھلا یہ کوئی دوستی کی بات ہو سکتی ہے کہ اوّل تو آپ نے مجھے بھیجا، تمام اختیارات مجھے دیئے۔ تحریری اور زبانی مجھ پر اپنا پورا بھروسا ظاہر کیا اور چند روز تک اس پر عمل بھی کیا، پھر خدا جانے کیا ہوا آپ نے بغیر میرے پوچھے، بغیر میری درخواست کے ایک دوسرے شخص کو میرا شریک مقرر کر دیا۔ اور اس کی مجھے صاف صاف اطلاع تک نہ دی۔ اگر آپ نے رزیڈنٹ یا انڈیا آفس کو لکھا تو مجھے اُس سے صاف کیوں مطلع نہ کیا تاکہ میں اتنے دنوں تک خوابِ غفلت میں نہ رہتا اور اب تک کب کا روانہ باشد ہو گیا ہوتا۔ کیا ایک لحظہ کے لئے میں ایسی ذلت برداشت کر سکتا تھا۔ کہ مجھ پر بے اعتمادی کی جاوے اور تمام نقشہ بدل دیا جاوے اور پھر مجھ سے اُمید کی جاوے کہ میں صرف نوکری کرنے کے لئے ان سب مصیبتوں کو برداشت کروں۔ خیر اب مجھے اپنی حقیقت معلوم ہو گئی اور جو کچھ میری نسبت خیالات تھے وہ اب ظاہر ہو گئے۔ کوئی پروا اب باقی نہیں رہا اس لئے میں آپ سے ایک آرزو رکھتا ہوں کہ آپ مجھے آزاد کر دیجئے اور اگر آپ نذیر احمد سے بدتر نہیں جانتے تو کچھ پنشن کرا دیجئے اس کے علاوہ جو کچھ سب کے پاس ہے وہ کم نہیں ہے اور سرکاری کا دیا ہوا ہے۔ میرے لئے، آپ کے لئے، سرکار کے لئے اب یہی مناسب ہے کہ میں علٰحدہ ہو جاؤں۔

آپ ضرور میری بیوی سے محبت رکھتے ہو اُس کا آپ کو خیال ہے میں اُس کا خط آپ کے پاس بھیجتا ہوں اس سے آپ کو معلوم ہو گا کہ میری نوکری کے متعلق اُن کے کیا خیالات ہیں اور وہ کیا چاہتی ہیں اگر آپ نے مجھے آزاد کر دیا تو وہ نہایت ممنون ہونگی فقط محسن الملک

(۹)

۱۹۔ ستمبر چہار شنبہ

کل پھر ڈاکٹر بریڈن صاحب سے جو کہ ایک مشہور اور نامی ڈاکٹر ہے میں نے اپنے سینہ کا امتحان کرایا۔ اس نے کہا کہ سینہ جب میں نے اوّل دیکھا تھا اُس سے اب زیادہ خراب ہے۔ اگرچہ اب تک لاعلاج نہیں ہوا ہے مگر خلل روبہ بڑھ رہا ہے اور کسی طرح اکتوبر کے شروع

ہونے کے بعد یہاں رہنا مناسب نہیں ہے۔ اور چونکہ لندن کی ہوا موافق نہیں ہے پورٹسموتھ نامی جگہ پر جو کہ سمندر کے کنارہ ہے اور دو سو میل لندن سے دور ہے جانا چاہئے۔ چنانچہ میں اس کا تار آپ کو دیتا ہوں اور لندن سے کل پورٹسموتھ جاتا ہوں۔ ۴۔ اکتوبر کو یہاں سے روانہ ہوں گا۔

ابھی مقدمہ کے تمام ہونے کی اُمید نہیں ہے۔ لندن خالی ہے لوگ سب باہر ہیں عدالتیں بند ہیں۔ کارروائی کچھ چلتی نہیں ہے۔ بیرسٹروں کی رائے جو حاصل ہوئی وہ آپ کے پاس بھی جاتی ہے۔

آپ نے جو بے اعتمادی مجھ پر ظاہر کی اگرچہ اس سے میرا دل پارہ پارہ ہوگیا۔ مگر سرکاری کام کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ اور جہاں تک ہو سکا اپنی سی محنت کی مگر کام پورا نہ ہوا میں اس پر بھی رہ جاتا۔ مگر درحقیقت زیادہ رہنا لندن میں قبر بنانا تھا جس کو شاید آپ بھی پسند نہ کرتے۔ اگر مرنا ہی ہے تو بہتر ہے کہ وہیں آ کر مریں۔

مولوی صاحب اگرچہ ابھی یہ حالت نہیں ہے لیکن اگر میں مر جاؤں تو میں اپنے سارے خاندان کو آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ اتنا یقین ہے کہ کوئی حقیقی بھائی بھی میرے ساتھ اور میرے خاندان والوں کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرے گا۔ جیسا کہ تم کرو گے۔ رائے کی غلطی کچھ ہی ہوا اور سرکاری کام میں کچھ ہی لڑائی جھگڑا ہو جاوے۔ مگر اس میں شبہ نہیں ہے کہ آپ اشراف ہیں اور مجھ سے دلی محبت رکھتے ہیں۔ اور حیدرآباد کی دنیا میں کوئی دوست تم سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اس لئے میرے خاندان کی حفاظت کرنا اور اپنی محبت اور سرکار کے حوصلہ کے موافق اُن کے ساتھ پیش آنا آپ میرے وصی ہیں اور آپ میرے بھائی ہیں۔ میں اپنی بی بی اپنے بھائی اور اپنے تمام خاندان کو تمہارے سپرد کرتا ہوں۔

سرکار یعنی نواب بشیر الدولہ بہادر کی فیاضی اور مہربانی اور عالی دماغی سے اُمید ہے کہ وہ میرے قصورات کو معاف کریں گے۔ اور جب ان کو معلوم ہوگا کہ میں نے اپنی تمام طاقت ان کی خیر خواہی میں صرف کی تو غالباً وہ مجھ سے خوش ہوں گے تب کسی موقعہ پر تو اتنا کہہ دینا کہ ؎ تراہیچو من بندہ باشد بسے مرا چوں تو خواجہ نباشد کسے

یہ خط یہاں تک لکھ چکا تھا کہ آپ کا تار آیا اور جب آپ نے ایسے الفاظ میں اپنا افسوس ظاہر کیا تو میں بنایت ہی باجی ہوں کہ اس پر یقین نہ کروں یا اب ذرا بھی اس بات کا خیال دل میں رکھوں۔

لیجئے میرا دل صاف ہو گیا۔ اب اس کا خیال ہی میرے دل میں نہ آئے گا اور نہ آپ اس کا آیندہ ذکر کیجئے فقط

مہدی علی

(۱۰)

لنڈن ۲۱ ستمبر ۱۸۸۸ء

مخدوم بندہ! میں پنجشنبہ کے روز باہر جانے والا تھا اس لئے چہارشنبہ کو خط آپ کے نام لکھا تھا۔ خط بند کر چکا تھا۔ کہ آپ کا تار پہنچا اور اُسی وقت خط کھول کر حاشیہ پر اپنے اطمینان ہو جانے کی بابت دو سطریں لکھدی ہیں۔ اب یہ دوسرا خط لکھتا ہوں۔

آپ کو معلوم ہے کہ شروع سے اب تک میں نے کسی کو اپنا اصلی اور سچا دوست بعد سر سید احمد خاں صاحب کے سوائے آپ کے نہیں جانا اور نہ درحقیقت کوئی ہے۔ اور آپ نے بھی ہمیشہ میرے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا اس لئے جو بات آپ سے میرے نزدیک اس درجہ کی دوستی اور محبت کے خلاف ہوتی ہے۔ اُس کا بے انتہا رنج ہوتا ہے۔ اب رہا یہ امر کہ اس میں قصور وار کون ہے جھگڑے قصہ سے طے ہو جاتا ہے۔ اوّل تو خدا کی مہربانی سے آج تک کوئی ایسی بات ہوئی ہی نہیں۔ شاید دو ایک دفعہ ہوئی ہے وہ صرف اس وجہ سے کہ نہایت صفائی سے ظاہر کر دی گئی صاف ہو گئی۔ اس حالت میں مجھے یہ خیال گذرا کہ آپ کو میرے اوپر اعتماد نہیں رہا اور اس سے بہ مقتضائے ان تعلقات کے جو کہ میرے اور آپ کے باہم ہیں درحقیقت نہایت ہی رنج ہوا۔ بلکہ ایسا کہ مجھے خود اس سے حیرت ہوتی تھی اور زیادہ سبب اس کا یہ تھا کہ میں آج کل بیمار ہوں اور میرا مزاج اچھا نہیں ہے۔ کمزوری قلب کی وجہ سے ان باتوں کا اثر زیادہ تر ہوا۔

میرے اس خیال کے ظاہر اصاف وجوہ یہ تھے کہ جب میں چلا تھا مہدی حسن

کی شرکت کا یا اُن سے مشورہ لینے کا کچھ ذکر ہی نہ تھا، بلکہ میں نے خود ان کے واسطے تجویز کی اور آپ سے کہا تاکہ اُن کو ابھی اور یہاں رہنے کا موقع مل جاوے۔ دو مہینہ کے بعد جو تمہارا تار آیا کہ مہدی حسن تمہارے دوسرے درجہ پر ہیں ہر ایک نے یہ خیال کیا کہ یہ صرف اس غرض سے ہے کہ اس کے چند روز کے بعد دوسرا شخص بلا ضرورت، بلا وجہ شریک کر دیا جائے اور پھر اُس شخص کو یہ خیال ہو کہ اس پر بے اعتمادی کا شبہ ہے۔ میں نہیں سمجھتا ہوں کہ کوئی آدمی بھی میری جگہ ہوتا اور ایسا شبہ نہ کرتا۔

سوائے اس کے اگر آپ کو یہ منظور تھا کہ وہ شریک کیے جائیں تو یا رمن صاف لکھنا تھا کہ مہدی حسن ہمارے جونیر ممبر مقرر کیے گئے۔ ہر بات میں خود میں ان کو شریک کرتا ان سے صلاح لیتا نہ کہ ایک مہمل تار بھیجد یا گیا جس سے وہ مطلب جو کہ آپ اب بیان کر رہے ہیں کوئی بھی نہ سمجھا۔

خود مہدی حسن سے جن کے پاس تار آئے ہمیشہ یہی کہا اور یہی خیال کیا کہ وہ کچھ اس معاملہ سے تعلق نہیں رکھتے میں نے بھی ہمیشہ یہی کہا اور یہی خیال کیا۔ اب ذرا انصاف فرمائیے کہ اتنے دور دراز مقام پر کیا ایسے نازک اور دقیق معاملات میں ایسی ہی کارروائی ہوا کرتی ہے۔ مجھے اگر درحقیقت آپ کی راستبازی اور دوستی اور صداقت پر ایسا بھروسہ نہ ہوتا تو میں ضرور سمجھتا کہ مجھ سے چال چلی گئی ہے۔ مگر باوجود اس کے یہ خیال ضرور ہوا کہ آپ کو مجھ پر اعتماد نہیں رہا اور مولانا یہ تو بتائیے کہ کیوں ایسا خیال نہ ہوتا جبکہ اس کے وجوہ موجود تھے۔

اگر آپ یہ فرماویں کہ اس شرکت سے صرف خانگی شرکت مراد تھی تاکہ میں اُن سے بھی مشورہ لیا کرتا اور دو آدمیوں کی رائے سے کام ہوتا تو اسے بھی صاف کہنا چاہئے تھا۔ پھر ذرا یہاں کے حالات دریافت کرتے اور ہمارے اور مہدی حسن کے تعلقات کی خبر رکھتے۔ ہم تو خود آپس میں اس طور پر مل جل کر کام کیا کرتے تھے کہ کبھی بغیر باہمی صلاح اور مشورہ کے کوئی کام بھی نہ ہوتا تھا۔ آپ کو یاد ہے کہ سرکار نے

میں چلتے وقت مجھ سے کہلوایا تھا کہ مہدی حسن کے ساتھ دوستانہ برتاؤ نہ رکھنا۔ اس کے بعد اگر میں ایسا نہ کرتا اور سرکار کی آخری نصیحت پر پورا عمل نہ کرتا تو مجھ سے زیادہ کوئی نا اہل نہ ہوتا۔ پھر جبکہ میں خود ان باتوں کا خیال رکھتا تھا۔ اور مہدی حسن سے ہر بات میں مشورہ کر لیتا تھا۔ پھر آپ کے ایسے تار کا کیا مطلب سمجھنا۔

خدا نے بڑی خیریت کی کہ ہمارے اور مہدی حسن کے تعلقات یہاں ایسے دوستانہ تھے اور دوستانہ رہے۔ کہ اس سے دوسرا خیال پیدا نہ ہوا ورنہ مجھے تو ضرور یہ شبہ ہوتا کہ مہدی حسن نے یہاں سے کچھ لکھا اور اس پر آپ نے ایسی کارروائی کی۔ مگر وہ بیچارہ تو مجھے باپ کی برابر سمجھتا رہا اور اس کے آنے سے میری زندگی ہو گئی۔ اس لئے مجھے کچھ خیال نہ ہوا۔ بہرحال آپ سے غلطی ضرور ہوئی اور کچھ شبہ نہیں ہے کہ یہ سرکاری کام کے جوش میں ہوئی ہے۔ اور خطائے اجتہادی ہے۔ اور جناب عالی یہ تو فرمائیے کہ آپ کو یہاں کے حالات کیا معلوم۔ آپ کو کیا خبر ہے کہ یہاں کن کن دقتوں کا سامنا ہوا اور ہم نے کیا کیا کیا۔ کن کن بلاؤں کو ٹالا اور کن کن مصیبتوں سے گورنمنٹ کو بچایا۔ جب آپ سنیں گے تو شاید اس کی قدر کریں گے۔ یہاں اتنی دور دراز جگہ پر بیٹھ کر میں ایک بات آپ سے دریافت کرتا، اور آپ کی ہدایات کا منتظر رہتا۔ اگر میں ایسا کرتا۔ تو کام خراب ہو جاتا اور ایسا نقصان ہوتا کہ تلافی اُس کی مشکل ہوتی۔

میں نے اپنی ذمہ داری اور اپنی خیر اندیشی پر سب کام کئے اور اس خیال پر کہ سرکار کو اور آپ کو پورا بھروسہ ہے ذرا بھی تامل نہ کیا۔ اگر مجھے ذرا بھی شبہ ہوتا کہ میری نسبت شبہ ہے تو میں نہ تو نادان تھا نہ دیوانہ کہ ایسی خود مختیاری سے کام کرتا۔ مگر حضرت میں نے اس بات کو سب پر مقدم رکھا کہ حضور کی اور نواب صاحب کی بدنامی نہ ہو۔ اور لندن کے بازار میں اور انڈیا آفس میں کوئی ایسا خیال جس سے ان کی عزت اور شان راستبازی میں فرق آوے نہ ہونے پائے۔ اسی کے ساتھ سرکار کا جو نقصان ہوا ہے اس کی تلافی ہو جائے۔ اور روپیہ کا فائدہ پہنچے۔ نواب صاحب کی عزت اور شان کے بڑھانے کا اتنا خیال رہا کہ میں نے اس کے مقابلہ میں روپیہ کی ذرا عزت نہیں

جانی۔ میرے نزدیک کروڑ روپیہ سرکار کی جوتیوں پر سے تصدق ہے۔ اگر اس میں ذرا بھی فرق آوے یا گورنمنٹ انگریزی میں دوسرا خیال پیدا ہو۔ میں خدا کا شکریہ کرتا ہوں کہ میں کامیاب ہوا اور سکرٹری آف اسٹیٹ اور کرنل براڈفرد کے دل میں بیٹھ گیا کہ سرکار کے سوا اب کوئی دوسرا آدمی حیدرآباد میں نہیں ہے اور ان کی مدد اور ان کی اعانت گویا حیدرآباد کے انتظام کے قیام کی بنیاد ہے میں ہزار برا ہوں، لاکھ عیب مجھ میں ہیں مگر آپ جانتے ہیں کہ میں بات کو دل میں اُتار دیتا ہوں خصوصاً جبکہ جوش میں آکر کہی جائے۔

اس معاملہ میں اور سرکار کے لئے اور حضور کے لئے جس اصلی اور بڑے جوش سے میں نے باتیں کیں جہاں فرشتوں کے بھی پر جلتے ہیں خدا کی مہربانی سے اس کا جیسا اثر ہوا وہ مہدی حسن آکر کہیں گے۔ میں اپنی زبان سے کیا کہوں، خود اپنے ہاتھ سے کیا ڈھول بجاؤں۔

آپ ذرا حضور پرنور کو یہاں لائیے اگر شاہ روم اور شاہ ایران کی طرح عزت نہ ہو تو مجھے حیدرآباد سے نکال دیجئے۔

ساری پبلک لندن کی ملکہ انگلینڈ کی حضور کے نام کو اس عزت کے ساتھ یاد کرتی ہے کہ یہاں حضور کو لاؤ تب اس کا تماشہ دیکھو۔ بڑے سے بڑے اخبار جہاں نہ روپیہ خرچ کرنے سے کام نکلتا ہے نہ خوشامد سے، جیسے کہ حضور اور نواب صاحب کے طرفدار ہو گئے ہیں۔ اور جو کچھ وہ کرنے والے ہیں اس کی حقیقت اس کارروائی سے معلوم ہوگی جو کہ ہونے والی ہے بسب سامان تیار ہے تیلی لگانے کی دیر ہے۔ غرضکہ مولانا حیدرآباد کی چاردیواری میں بیٹھ کر اور چند تار فربدون جی سے لکھوا کر بھیجدینے اور چیز ہیں۔ اور یہاں کے حالات دریافت کرنے کے بعد کام کرنا دوسری بات ہے۔

جب آپ ساری کہانی سنیں گے اور امیر حمزہ کی داستان ختم ہوگی اس وقت قبلہ آپ ضرور تسلیم کریں گے کہ غریب بارہ کے سید نے نہ حماقت کی اور نہ شرارت

اور آپ نے جس کام پر اُسے بھیجا نا اُمیدی نہیں ہوئی۔ ہاں البتہ اس بیچارہ کی جان کے لالے پڑ گئے۔ اور تمام عمر کے واسطے نکما ہو گیا اور ایسا داغ لگ گیا جس سے جاں بری نہایت ہی مشکل ہے۔ غرضکہ حضرت ہم تو اپنی جان پر کھیل گئے اور ڈاکٹروں کی بھی نہ سنی اور جان دینے پر آمادہ ہو گئے اور آپ نے یہ قدر کی سبحان اللہ۔

غرضکہ یہ کہانی صرف آپ کو اپنی ساری کیفیت ظاہر کرنے کے لئے لکھی گئی ہے ورنہ اب مجھے اس بات کا ذرا بھی خیال نہیں ہے۔

جس دوستی اور محبت کا تار آپنے دیا تھا اس کے بعد اگر ذرا بھی خیال دل میں ہے تو انسانیت اور اہلیت اور دوستی کا قصور ہے۔ اور اب اس کا ذکر جانے دیجئے اور بھول جائیے کہ گویا کچھ ہوا ہی نہ تھا۔

ایک بات اور کام کی کہے دیتے ہیں کہ خدا کے فضل سے اُمید ہے کہ مقدمہ کی صورت اچھی شکل آوے گی اور انجام غالباً مرضی کے موافق ہو گا۔ والسلام فقط

مہدی علی

(۱۱)

۴۔ اکتوبر ۱۸۸۰ء آپ کا عنایت نامہ پیرس میں ملا اس سے معلوم ہوا کہ جو ناگوار تار آ ہماری غلط فہمیوں سے ہوئی اس کا آپ کو بہت رنج ہوا اور ہمارے لئے آپ کو تکلیف اٹھانا پڑی۔ ہم بھی حضرت یہاں بیمار تھے اور یہ واہیات ہو رہا تھا فرق اتنا ہے کہ آپ تو اچھے ہو گئے ہوں گے۔ اور ہم کو وہ روگ لگا ہے کہ جان ہی لیکر ٹلے گا۔

مولانا! ہم تو نکمے ہو گئے اوّل تو چار چھ مہینہ میں مر ہی جاوینگے اور اگر خدا کی مہربانی سے بچ گئے تو بھی کسی کام کے نہ رہیں گے۔ اور کام نہ ہو سکے گا اب ہماری اور ہمارے پس ماندوں کی فکر کرو۔ جب تک ہم زندہ رہیں کسی خوشی میں ہماری گذران دو اور اگر مر جاویں تو اچھی طرح اوّل منزل تک اپنے ہاتھ سے پہنچا دو۔

اوّل خط میں بھی لکھ چکے ہیں اور اب بھی لکھتے ہیں کہ صغیرہ کبیرہ کسی قسم کی کیسی خطا ہوئی ہو اُسے معاف کر دو اور دل سے درگذر کرو۔ اب ہم کچھ زیادہ رہنے والے

نہیں ہیں۔ مگر خوش نصیبی ہے کہ ایسے دوستوں کے ہاتھ میں اپنے سب عزیزوں کو چھوڑے جاتے ہیں۔ جو ہمارے بعد ہم سے بڑھ کر ان کا خیال رکھیں گے۔

مولوی صاحب! سچ جانو تم پر پورا بھروسہ ہے۔ تم سے زیادہ کسی کو میں حیدرآباد میں اپنا دوست نہیں سمجھتا تھا تم نے شروع سے اب تک جو کچھ محبت اور دوستی میرے ساتھ کی ہے اس کا میں شکر گزار ہوں۔ خدا کے سامنے اس کی تعریف کروں گا۔ اور جو کچھ سرکاری کام میں کبھی اختلاف رائے ہوا ہو وہ رحمت تھا۔ ہم دونوں نیک نیتی سے سرکاری کام اور سرکاری فائدہ کے لئے لڑتے جھگڑتے تھے، اور اگر زندہ رہے تو آیندہ بھی لڑیں گے اور جھگڑیں گے۔

مولوی صاحب! آپ میری بیوی کو خوب سمجھا دینا اور خود جا کر ان کی تسلی کر دینا کہ ڈاکٹروں نے اس مرض کو لاعلاج نہیں کہا، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ابتدائی حالت ہے اور امید ہے کہ دریا کی ہوا فائدہ کرے۔

یہ جگہ گرم ہے اور پارہ (۷۴) درجہ پر ہے۔ بہ نسبت لندن کے یہاں میرا مزاج درست ہے، اور غالباً ایک ہفتہ میں اور درست ہو جاوے مگر وہم اس قدر بڑھ گیا ہے کہ صحت سے بالکل مایوسی ہوگئی ہے اور یہ بات دل میں جم گئی ہے کہ چھ مہینہ کے اندر مر جاؤں گا۔

مہدی حسن نے جس قدر میرے ساتھ محبت اور دوستی کی ہے میں بیان نہیں کر سکتا میں ان کے اس برتاؤ سے جو انہوں نے میرے ساتھ یہاں کیا نہایت شکر گذار رہا کئی دفعہ میں رو دیا اور ان کو رولایا، خدا بیچارے کو خوش رکھے سرکار کے نام عرضی بھیجتا ہوں وہ سرکار کو دیدیجئے گا فقط مہدی علی

(۱۲)

۱۶ جولائی مدراس مخدومی!

بنام نواب عماد الملک بہادر

میں نہایت خوشی سے آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ مولوی سید حسن صاحب[۵۱] کا تار میرے نام آیا جس میں انہوں نے کمال دوستی اور محبت پر قایم رہنے کا اظہار

کیا ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت سب آپ دوست ہو گئے اس سے زیادہ درحقیقت اور کیا خوشی کی بات ہو سکتی ہے۔ آپ یقین جانئے کہ مجھ حد سے زیادہ اس امر سے خوشی حاصل ہوئی ہے۔

مولوی دلیل الدین صاحب کو میرا سلام اور یہی پیام کہہ دینا کہ براہ مہربانی آپ ایسی سعی کریں کہ سب اور سید حسن صاحب کے بیچ میں دوستی کو ترقی ہو۔ میں نے عہد کر لیا ہے کہ تمام بڑے بڑے انتظامی امور بغیر ان کی صلاح و مدد کے نہ کروں گا۔ اور تمام تجویزیں سرکار میں پیش کرنے سے پہلے باہم طے کر لی جایا کریں گی۔ مجھے امید ہے کہ اب مولوی سید حسن صاحب بالضرور مجھے پوری مدد دیں گے۔ آپ بھی تمام تجویزوں میں اول اُن سے صلاح لے لیا کیجئے۔

سررشتہ امراء اور صرف خاص کے یکجا کرنے اور دیگر امور ضروری کا آپ اُن سے ذکر کر کے اُن کی رائے سے مجھے بھی مطلع فرمائیے۔

میر نواز جنگ (محسن الملک)

(۱۳)

بہ عالی خدمت جناب علی یار خاں بہادر معین جنگ

جناب من!

یہ خط جو مجھکو ابھی ملا ہے آپ کے ملاحظہ کے واسطے بھیجتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ یہ اتفاق کم سے کم سرکاری فائدوں کی غرض سے قایم رہے نواب منیر نواز جنگ بہادر نے جن بعض امور کی نسبت مجھ کو ہدایت فرمائی ہے کہ میں آپ سے اُن میں ذکر کروں میں اس کے لئے حاضر ہوں۔ جس وقت ارشاد ہو حاضر ہو کر عرض کروں۔ زیادہ تسلیم

خاکسار

مشتاق حسین

ایک گھنٹہ ملاقات کے لئے درکار ہے تاکہ میں وہ تمام مطالب آپکے سامنے عرض کر سکوں۔

[illegible]

(۱۴)

مخدومنا!

آپ کی زبان سے اثناء گفتگو میں نکلا کہ "نواب صاحب غالباً رخصت کے منظور کرنے میں تامل فرمادیں گے" مجھے اس سے نہایت اندیشہ پیدا ہوا اس لئے کہ یہ آخری تجویز تھی جو میں نے سوچی ہے اگر اس میں ناکامیاب ہوا تو جورو بچوں کو آپ کے سپرد کر کے رات کو چلا جاؤں گا پھر آپ چور سمجھ کر وارنٹ جاری کریں یا اشتہار دیں یا گرفتار کرا کر بلا دیں یا جو چاہیں کریں اس کے بغیر بنا. وہ پھر حیدرآباد آتا نہیں۔ اگر آپ کو دوستی اور محبت کا بھی خیال نہ ہو تو اتنا تو ضرور لحاظ ہوگا کہ ایک سید کی ذلت نہ ہو اور اس کا آخری حصہ رنج اور تکلیف کے ساتھ نہ کٹے۔ کیونکہ اب یہ ہنسی اور دل لگی کی بات نہیں ہے یہ بات ہونے والی ہے اور اس کا زمانہ دور نہیں ہے۔ اس بات کا فیصلہ ہو چکا کہ نواب صاحب رنجیدہ ہیں۔ وہ مجھکو بدخواہ جانتے ہیں۔ میری حالت سب سے زیادہ ذلت اور خواری کی ہے اور میں اس کی برداشت نہیں کر سکتا پھر میں نوکر ہوں نہ غلام جو آزاد نہ ہو سکے۔

میں نہیں چاہتا کہ نواب صاحب مہربان ہوں، اعتماد کریں اور مجھے کام دیں۔ میں چاہتا ہوں وہ جو ہر نوکر استحقاقاً مانگ سکتا ہے۔ اس سے انکار اگر براہ اخلاق و مروت ہے تو اس کی معافی ہو چکی اگر وہ براہ مہربانی و عنایت ہے وہ درحقیقت ہے نہیں۔ اگر سرکاری کام کے خیال سے ہے اس کا حال ظاہر کہ مجھ سے زیادہ کوئی دوسرا آلۂ بیکار اب حیدرآباد میں نہیں ہے پھر مجھے تکلیف میں رکھنے سے کیا حاصل ہے۔ اگر مجرم ہوں تو سزا دیجئے، اگر گناہ کیا ہو تو قید کر دیجئے۔ بہر حال کچھ تو کیجئے۔ یہ تو ہو نہیں سکتا۔ کہ زخم کے اندر پیپ ہو اور اندر سے مسکّن ڈالا جائے اور اوپر ریشم کا کپڑا مرہم کے نام سے رکھا جاوے اور بیمار زخم کے درد کو اس ریشمی کپڑے کے اوپر رکھنے سے بھول جائے۔

مجھے معلوم ہے کہ آپ کے اختیار سے بھی یہ معاملہ خارج ہے۔ آپ کا طعن کرنا، گالیاں دینا، خفا ہونا صرف دوستی اور محبت کا سبب ہے ورنہ آپ کی کیفیت اور

خود آپ کو جو رنج میری اس حالت سے ہے مجھے خوب معلوم ہے۔ غالباً آج کی بات سے یا رات کی گفتگو سے آپ نے خیال کیا ہو کہ میں آپ سے رنجیدہ ہوں بلا شبہ آپ سے خفا ہوں مگر وہ آپ کے طریقہ اور مزاج کی بات ہے جس کو شاید خدا بھی مشکل سے بدل سکتا ہے۔ نہ اس سبب سے کہ اس تکلیف کے باعث ہیں۔ آپ کی شان اس سے نہایت ارفع و اعلیٰ ہے۔ آپ کسی دشمن سے بھی ایسا برتاؤ نہیں کرتے نہ کہ مجھ سے میرا یہ اعتقاد ہے اور درست ہے گو الفاظ زبان سے کسی وقت کچھ ہی نکل جائیں۔

آپ کے کہنے سے پانچ چھ روز تک رخصت کی درخواست پیش نہیں کرتا۔ مگر میں پیش کروں گا اور اس پر مصر ہوں گا اگر اس پر بھی سرکار نے منظور نہ کیا تو میں بلا منظوری رخصت چلے جانے پر اپنا حق سمجھوں گا۔ اور مصیبت و تکلیف اور ذلت پر جو کہ گورنمنٹ مجھکو میرے گناہوں کے عوض میں دینا چاہے آمادہ اور تیار رہوں گا۔

یہ خط کسی مدد کی غرض سے نہیں لکھا بلکہ اس لئے معلوم ہو جائے کہ میرے دل کی تکلیف کی کیا کیفیت ہے اور میں کہاں تک عاجز آگیا ہوں اور میری درخواست اور خواہش کیا ہے۔ والسلام

محسن الملک

(۱۵)

جناب من

من ازاں حسن روزافزوں کہ یوسف داشت دانستم
کہ عشق از پردہ عصمت بروں آرد زلیخا را

آپ کا عشق اور شوق جو مولوی مہدی حسن کے ساتھ درجہ حد سے بڑھ گیا تھا وہ بتا رہا تھا کہ محبت تو ایک طرف مہربانی اور عنایت بھی میرے اوپر باقی نہیں رہ سکتی۔ چلو اس وقت وہ کھل گیا اور آپ نے اپنے دل کے خیال کو ظاہر کر دیا اور الزام مجھ پر رکھا جاتا ہے۔

میں صاف صاف کہتا ہوں کہ ظاہراً و باطناً کوئی بات اس وقت تک سوائے محبت اور دوستی کے آپ کی نسبت نہ کی ہے اور نہ کرنا چاہتا ہوں آپ سے جو شکایت کی اور اس سے زیادہ دل میں اس کا خیال ہوا اور شاید کسی کے سامنے منہ سے نکل ہی گیا ہو اور وہ محض آپ کی محبت کی بنیاد پر اور وہ بھی اس درجہ کی محبت پر جو میں اب تک سمجھتا تھا

ورنہ مجھے شکایت سے غرض اور حکایت سے مطلب۔

بلاشبہ اس کا خیال میرے دل سے نہیں جا سکتا کہ جو گالیاں مہدی حسن نے مجھے سنائیں اور آپ نے خوب سن لیں اور وہی محبت اور وہی دوستی اور وہی ارتباط اُن سے قایم رکھا اور ذرا سی بھی میری محبت اور دوستی کا بلکہ انسانیت کا بھی پاس نہ رکھا بالکل آپ کی محبت کے خلاف تھا۔ خیر جب معلوم ہو گیا کہ میرا خیال غلط تھا اب انشاء اللہ تعالیٰ کچھ شکایت نہ ہوگی باقی رہا لڑنا نہ لڑنا یہ تو میرے حاشیۂ خیال ہی میں نہ تھا اب میں وہ دن نہ آنے دوں گا کہ تو تو میں میں کروں اگر آپ کو مولوی مہدی حسن کی محبت نے آمادہ کیا ہے کہ آپ مجھ سے لڑیں تو آپ مہربانی سے کوئی دوسرا شخص تلاش کیجئے اور اس سے لڑئیے ؎

ملک خدا تنگ نیست ؛ پائے مرا لنگ نیست

کچھ حیدرآباد ہی میں رزق نہیں ہے آپ کو حیدرآباد اور حیدرآباد کی گورنمنٹ مبارک ہو آپ اور آپ کے معشوق آزادی اور بے تکلفی سے یہاں جینے کریں بندہ کے لئے آٹا وہ اور آدھ سیر آٹا کافی ہے۔ خود زندگانی کے دن ہی کتنے باقی ہیں آپ کو اور آپکے دوست کو ریاست مبارک رہے برائے خدا مجھے زیادہ تکلیف نہ دیجئے اور ناحق الزام لڑائی کا مجھ پر نہ لگائیے میں نہیں چاہتا کہ نواب صاحب کی اس مہربانی کے میں جدا ہونے کا نام لوں مگر جب آپ کی یہی خواہش ہے اور اس درجہ مجبور کرتے ہیں تو خیر تن بتقدیر فقط محسن الملک

(۱۶)

مہدی علی کے نزدیک مشتاق حسین مر گئے اور مشتاق حسین کے نزدیک مہدی علی مر گیا، پھر اب صلاح کس سے اور خط و کتابت کس کو۔ میں نے مولوی دلیل الدین سے آج تذکرہ کیا۔ اب کون مانع ہے اور اخفا میں کمبخت مہدی علی کا کیا فائدہ ہے نہ اب شکوہ باقی ہے نہ شکایت فقط

مہدی علی

مخدوم بندہ! آپ جس وقت مجھ سے بات کرتے تھے اُس وقت جو کچھ آپ کے دل کا حال تھا اس کا اثر اس وقت مجھ پر اتنا ہوا کہ قریب تھا کہ میں رونے لگوں، میں نے ضبط کیا اور دوسرا ذکر چھیڑ دیا۔ بھائی مشتاق حسین اتم یقین جانو اور سچ سمجھو کہ مجھے ذرا بھی اس کا شبہ نہیں ہوا کہ آپ میری اس حالت کو پسند کرتے ہیں، اور جو روحانی صدمہ آپ پر ہے اُسے میں پورا نہیں تو بھی کسی قدر جانتا ہوں مگر مجھے بخوبی معلوم ہے کہ کن صاحبوں نے نواب صاحب کو بدگمان کیا اور آپ برابر کوشش کریں کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا۔ اور آپ کے دل کو اور تکلیف ہوگی۔ البتہ آپ بھی سرکار سے جدا ہونے کا قصد کریں گے۔ اور یہ بات مجھے خود منظور نہ ہوگی۔ اس لئے خدا کے واسطے اب معاملہ کو اس درجہ پر نہ آنے دیجئے۔ گو میں ہزار رنجیدہ ہوں اور کتنا ہی غمگین مگر یہ امر ایک لحظہ کے لئے مجھے منظور نہ ہوگا کہ ریاست عمدہ لوگوں کی خدمات سے محروم ہو۔ خصوصاً آپ سا آدمی اس وقت جانے کا قصد کرے اگر معاملہ اسی پر پڑتا ہے تو میں اپنی موجودہ ذلت اور رنج کی حالت پر قانع ہوں۔ اور گو کتنی ہی تکلیف ہو چند روز تک اور اسے برداشت کرنے پر تیار ہوں۔ یہ حالت نزع سے کم نہیں ہے اور شاید کبھی کبھی یہ تکلیف ظاہر ہو جائے مگر جس ریاست کا نمک کھایا ہے اور جس کی بدولت اس درجہ پر پہنچے ہیں اس کا نقصان مجھے منظور نہ ہوگا۔ اور عین الیقین کے درجہ پر یہ بات پہنچی ہوئی ہو کہ آپ کے جانے سے نقصان عظیم ہوگا۔ اور نہ صرف ریاست کو بلکہ مجھے اور میرے تمام عزیزوں اور قریبوں کو۔ آپ نہیں جانتے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو میرا حال کیا ہوتا۔ زیادہ کیا لکھوں یہ کچھ خوشامد کی بات نہیں ہے۔

آپ پر ہر طرح کا زور ہے اور ہر قسم سے آپ پر غصہ ظاہر کر سکتا ہوں اور کیا ہے، آپ کی پاک طینتی اور صاف دلی اور سچی محبت نے ہمیشہ میری غلطیوں کو معاف کیا ہے۔ یہ تو فرمائیے کہ آپ کے بعد کون ہے جو میری اغراض کا خیال رکھے گا۔ اور اگر میں یہاں سے چلا بھی جاؤں تو میرے عزیزوں اور رشتہ داروں پر کون دست شفقت پھیرے گا۔ اس لئے آپ ایسی کوشش کریں کہ آپ میرا وظیفہ قبول کرا دیں۔ اور اسی کی سعی کریں، اور

چونکہ آپ یہ نہ کریں گے تو آپ کچھ نہ کہیں میں وہ سنگ جواب میرے سینہ پہ ہے چند روز کے لئے اور رکھوں گا اور گو زیادہ دنوں تک مجھ سے یہ نہ ہو سکیگا مگر کوشش کرونگا میں یہ نہیں لکھتا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ کی سعی کام آویگی' اور چونکہ آپ راز دار ہیں' جو کچھ اصلیت آپ کو معلوم ہوگی وہ آپ مجھ پر ظاہر نہ کریں گے اس لئے آپکی روحانی تکلیف اور دو چند ہو جاوے گی۔

آپ کا مزاج اچھا نہیں ہے کام کا بوجھ سر پہ ہے اس پہ یہ خدائی غضب اور میری منحوس ذات کی وجہ سے رنج' اس کا انجام اچھا نہ ہوگا اور آپ کی صحت کو بڑا صدمہ پہنچیگا۔ اس لئے آپ ذرا سوچ سمجھکر کام کریں۔ بہر حال اتنا میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میرا دل آپ کی طرف سے صاف ہے اور مجھے پورا یقین ہے کہ آپ کی سعی مفید نہ ہوگی آیندہ جو آپ چاہیں کریں فقط محسن الملک

(۱۷)

جنابمن! علی الباب عبدہٗ عباد ک واقف
بجودک والا کرام ما زال معترف

بر در آمد بندہ بگریختہ ٭ آبروئے خود ز عصیاں ریختہ

جو خیالات دوستی کے خلاف آپ کی نسبت میں نے پکائے تھے اور جس کا عذر آپنے بالمشافہ کیا تھا اور غصہ میں میں نے اُسے نہ سُنا۔ اپنے خیالات کی غلطی کا اقرار کرتا ہوں اور جو بات غصہ میں میں نے نہ سنی تھی کہ آپ اسے دوستی کا ہی غصہ سمجھیں گے اب منتا اور مانتا ہوں اور بیماری کے بعد صحت کا لطف زیادہ آتا ہے۔ اسی طرح اب ملاقات کا بھی مزہ زیادہ بہتر ہوگا۔

مجھے امید ہے کہ جیسا کہ میں اپنے قصور کا معترف ہوں آپ بھی دل سے ایسا ہی معاف کریں گے فقط مہدی علی

(۱۸)

جنابمن! میں اپنی اسپیچ بھیجتا ہوں۔ میں خود اسے آپکے پاس بھیجنے کے لئے

ارادہ کر رہا تھا مگر خوب ہوا کہ آپنے خود دیکھنے کے لئے مانگ لی۔ اگر آپ میری اسپیچ
میں کچھ کم و بیش کرنا چاہیں تو خوشی سے کر دیجئے یا جو نامناسب اور نازیبا ہو اُسے
مجھے بتا دیجئے یہ بات کہ جو کچھ کہا جاوے وہ بجنسہ لکھا بھی جاوے مجھ سے آدمی
کے لئے بہت مشکل ہے۔ اسپیچ میں آپ کو استادی کا پورا حق دیتا ہوں اصلاح
کر دیجئے فقط مہدی علی

(۱۹)

بنام مولوی نواب محسن الملک

مخدومی! آپ کی بھاوج صاحبہ کو جتنا رنج اپنے عزیز بھائی کی وفات کا ہے
اتنا ہی دل اُن کا اس بات کے سننے سے خوش ہوتا ہے کہ آپ درحقیقت بیچارہ
مرحوم سے راضی اور خوش رہے۔ اور ان کو آپنے درحقیقت نیک اور دیانت دار پایا
ان کے دلی درد کو اس بات سے بہت تسکین ہوئی اور ان کے جگر کی آگ پر اس
سے بہت کچھ پانی چھڑکا گیا۔ خالص محبت میں خلوص کا اظہار اور زبان سے شکریہ
کے الفاظ لانا مجھے تو اچھے نہیں معلوم ہوتے۔ مگر ایک پیام پہونچانے پر مجبور رہتا کہ
ان کا دلی شکریہ آپ تک پہنچا دوں وہ آپسے نہایت خوش اور آپ کی کمال درجہ
کی ممنون ہیں اور آخری خدمت اپنے بھائی کی آپ سے یہ چاہتی ہیں کہ آپ ان کی
قبر کا انتظام کر دیجئے اور جلد پختہ کرا دیجئے اور قرآن خواں مقرر کر دیجئے اور خود بھی وہاں
جانا چاہتی ہیں اور یہ خواہش ان کی ایسی ہے کہ میں کسی طرح روک نہیں سکتا فقط
مہدی علی

(۲۰)

حیدرآباد دکن ۲ جمادی الثانی سنہ ۱۳۱۰ ہجری

جنابمن۔ آپ کا ایک عنایت نامہ مدراس سے دوسرا وطن سے آیا تھا جو آپ
پہنچنے پر غالباً آپنے سوائے کاہلی اور غفلت کے دوسرا اور خیال نہ کیا ہوگا۔ مگر درحقیقت
سبب اس کا یہ تھا کہ میں انتظار اس وقت کا کرتا تھا کہ یہاں کے حالات کی نسبت
آپ کو اطمینان بخش خبر دیسکوں اور آتش فساد کے بجھ جانے کی خوش خبری سناؤں
افسوس ہے کہ باوجود صرف اپنی تمام کوشش اور لیاقت کے اس میں کامیاب نہ ہوا گو بھی

ناکامیاب بھی نہیں کہہ سکتا اس لئے اب آپکے دونوں خطوں کا جواب لکھتا ہوں۔

آپ کا جانا اور یہاں کے جھگڑوں سے نکلنا درحقیقت ایک مبارکباد کا امر ہوتا۔ اگر وظیفہ میں کمی نہ ہوتی اور اظہار نارضامندی حضرت کا۔ مگر مجھے امید ہے کہ زمانہ خود ان دونوں باتوں کی تلافی کردیگا۔ اور آپکے نیازمندوں کو پھر مبارکباد دینے کا موقع ملے گا۔

اب ہمارا حال سنئے کہ نواب صاحب نے مجھ پر پورا اعتماد کیا اور آپکے بعد مجھ سے زیادہ کسی کو اپنے کام کے لایق نہ جانا اور مجھ سے کام لیا اور میں نے بھی نہایت وفاداری اور خیرخواہی سے اپنا فرض ادا کیا۔ اور اپنے آپ کو ریاست کے کام میں وقف کردیا مگر کچھ ایسی پڑگئیں کہ اب تک کوئی سعی پوری نہ ہوئی اور نہ اطمینان حاصل ہوا کوشش بدستور جاری ہے اور حضرت اقدس و اعلیٰ کے احکام کی تعمیل اور مرضی مبارک کے مطابق کام کرنے میں ہم سب سرگرم ہیں کیا عجب ہے کہ نواب صاحب کی وفاداری اور اطاعت اپنا نیک نتیجہ دکھائے اور شورش بند ہو جائے ورنہ بہت جلد بندہ بھی پہنچتا ہے اور علیگڈھ میں آکر ملتا ہے۔

اب آپ فرمائیے کہ آپ کا کیا حال ہے اور مزاج کیسا رہتا ہے یہاں آپکے سب عزیز خیریت سے ہیں گھر میں آداب کہہ دیجئے گا۔ فقط محسن الملک

(۲۱)

مخدومی! السلام علیکم،

حضرت سید صاحب یکے از مشاہیر بزرگان صاحب عزت و وقعت ہستند و خودہم جامع صفات و مجاہدی باشند، بندہ را خدمت حضرت نیاز و اخلاص ہست میخواہم کہ مخدوم را ہم ازیں سعادت محروم ندارم، امید است کہ آں صاحب از ملاقات سید صاحب خیلے خوشنود خواہند شد، و بکارے کہ شرعاً و قانوناً اعانت حضور ریاست مدد کامل خواہند داد، والسلام خیر الکلام

مہدی علی

(۲۲)

مخدوم و مکرم بندہ!

مادر مشفقہ کا سایہ جس کے سر پر سے اُٹھ گیا ہو، وہی ہمدردی آپ کے غم کی کرسکتا ہے۔ اکثر لوگ ایسے واقعات معمولی سمجھا کرتے ہیں، مگر اہل درد سے پوچھنا چاہئے کہ یہ صدمات کیسے سخت ہوا کرتے ہیں۔ بہر حال خدا آپ کو صبر عطا کرے۔

میں کل دو وقت آنا چاہتا تھا، مگر سرکار نے بلا لیا۔ آج میرا مزاج اچھا نہیں ہے۔ کل حاضر ہوں گا فقط

مہدی علی

(۲۳)

بمبئی۔ ۲۵ر جولائی،

جناب من! آپ کا خط ۲۰ر جولائی کا پہنچا، یہاں وبا کی کچھ زیادتی نہیں ہے، ایک دو وارداتیں ہو جاتی ہیں جو قابل لحاظ نہیں میرے گھر کے لوگ آپ کو اور مسٹر محمد احمد کو سلام اور بچی کو دعا کہتے ہیں۔

میں جب تک علی گڈھ رہا کالج کے معاملات سے درحقیقت غفلت نہیں کی۔ مگر کیا کیجئے کہ کوئی بات نہ چلی اور کسی بات کو سید صاحب نے نہ مانا دو تین مرتبہ تو ایسا اتفاق ہوا کہ مجھ کو بھی سخت رنج ہوا اور سید صاحب کو بھی نہایت غصہ آیا اور میں نے ٹرسٹی ہونے سے استعفا دینے کا ارادہ ظاہر کر دیا۔ مگر سید صاحب کی ذاتی حالت نے مجھے پھر اس ارادہ سے باز رکھا، ان پر آج کل ایسے صدمہ ہیں اور ان کی طبیعت بلحاظ صحت کے ایسی خراب ہے کہ میں نے ان کو رنج دینا مناسب نہ جانا۔ ان کی حالت نہایت رحم کے قابل ہے اور جہاں تک ہو ان کو رنج دینے سے پرہیز کرنا ضروری ہے اگر ان کی یہ خاص حالت نہ ہوتی تو آپ یقین کیجئے کہ میں ایک روز کے واسطے بھی ٹرسٹی رہنا گوارا نہ کرتا، اُن کی رائے اس درجہ میری رائے سے مخالف ہے کہ گویا دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں، اور میری رائے میں جو کچھ نقصان کالج کا ہو رہا ہے وہ ان کی رائے کی غلطی اور ضد کا نتیجہ ہے اور میری رائے میں کالج کا سنبھلنا اور مسلمانوں کی نظروں میں معزز اور پسندیدہ ہونا مشکل ہے کھانے کی حالت ویسی ہی ہے جیسی کہ پہلے تھی لڑکوں کی شکایت وہی ہے جو اول سے چلی آتی ہے، تعلیم کی حالت امتحان کے نتیجہ سے ظاہر ہے۔ تربیت بھی برائے نام ہے، مولوی شبلی کی جگہ کوئی مقرر ہی نہیں ہوا اور نہ آئندہ سال کے لئے

بجٹ میں گنجایش رکھی گئی ہے۔ اور جہاں جہاں میں گیا اور جن جن سے ملا ان کو میں نے شاکی پایا اور ان تمام باتوں کو میں نے اچھی طرح سید صاحب کے گوش گذار کر دیا اور آئندہ کیلئے ان کو متنبہ بھی کیا، مگر انھوں نے کسی بات پر توجہ نہ کی۔

ٹرسٹی اول تو حقیقت میں کچھ کرتے نہیں اور اگر تھوڑا بہت کرتے ہیں تو وہ عارضی طور پر اس لئے سید صاحب تمام ٹرسٹیوں کی طرف سے ناامید ہو گئے ہیں اور وہ سوائے اس کے کچھ چارہ نہیں دیکھتے کہ تمام انتظام کالج کا انگریزوں کے سپرد کر دیا جائے اور چنانچہ وہ ایسا ہی کرتے جاتے ہیں۔ اور میں بھی باوجود اس بات کے جاننے کے کہ آیندہ یہ کالج مسلمانوں کا کالج نہ رہے گا اور جو خصوصیت اس کو ہے وہ جاتی رہے گی کوئی چارہ نہیں دیکھتا جس سے کالج کی خصوصیت بھی قایم رہے اور انتظام میں بھی خلل نہ آوے۔ ٹرسٹی جب خود کچھ کرتے نہیں اور جو کرنے والے ہیں وہ علی گڈہ میں رہتے نہیں تو پھر انگریزی اسٹاف کے ہاتھ میں کام نہ دیا جاوے تو کیا ہو اور کام کیوں کر چلے؟ یہ تو ظاہر ہے کہ سید صاحب سے اب خود کچھ ہو نہیں سکتا۔ سید محمود سے توقع نہیں ہم اپنے اذکار میں مبتلا اور علی گڈہ سے غیر حاضر کچھ کیا جائے تو کیا کیا جائے۔ سید صاحب کو جس قدر کالج کا خیال ہے وہ کسی دوسرے کو نہیں ہو سکتا اور ان کی نیت جیسی کچھ کالج کی بھلائی اور ترقی کی طرف ہے اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے اپنے نزدیک کالج کی بہبودی اسی میں خیال کی ہے کہ کل کام انگریزی اسٹاف کے ہاتھ میں دیدیا جائے مگر اس میں شبہ نہیں کہ ہمارے کالج کا انگریزی اسٹاف نہایت عمدہ اور لایق اور مسلمانوں کا خیر خواہ ہے اور اپنے فرائض کا دل سے ادا کرنے والا مگر غیر قوم اور غیر مذہب کے آدمی سے گو وہ کتنا ہی خیر خواہ کیوں نہ ہو اور نیک نیت بھی ہو کوئی امید نہیں ہو سکتی جو اپنے ہم مذہب اور ہم قوم سے ہو سکتی ہے اور اس لئے کچھ شبہ نہیں کہ آخر میں یہ کالج ایک انگریزی کالج ہو جاوے گا، اور کوئی وجہ امتیاز و ترجیح کی باقی نہ رہے گی۔ اب آپ فرمائیے کہ اس کا کیا علاج ہے۔ صرف رائے لکھدینے سے تو کام نہیں چلتا۔ کوئی کام کرنے والا چاہئیے اور وہ نظر نہیں آتا!

حساب کی نسبت اتنا میں کہہ سکتا ہوں کہ اب وہ بہت صاف اور باقاعدہ ہے

مگر صرف انگریزی میں ہونا اس کا کافی نہیں ہے۔ صرف انگریزی میں ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اگر کوئی ٹرسٹی اُردو داں اس کو دیکھنا اور سمجھنا چاہے تو نہ دیکھ سکے اور نہ سمجھ سکے، اس لئے اُردو میں اس کا رکھنا ہر حال میں ضروری ہے، میں اس بجٹ کے اوپر رائے لکھتے وقت اس رائے کو ظاہر کر دوں گا اور نہ صرف اسی قدر بلکہ یہ بھی ٹرسٹیوں کے اجلاس میں جو رائے یا تجویز یا کیفیت پیش کی جاوے وہ صرف انگریزی میں نہ ہو بلکہ اس کا ترجمہ بھی اردو میں پیش کیا جائے۔

ایک مرتبہ ایک اجلاس میں بیک صاحب نے حساب کے متعلق ایک کیفیت مطول صرف انگریزی میں پیش کی تھی، چنانچہ میں نے اس پر بھی اعتراض کیا، چنانچہ اس وقت وہ ملتوی رہی اور آیندہ اجلاس میں مع ترجمہ کے پیش ہونے کا حکم ہوا، آپ نے انگریزی حساب کے متعلق جو کچھ لکھا ہے میں اس سے حرف بحرف متفق ہوں اور اپنی رائے میں بھی یہی لکھوں گا۔ مگر بھائی میرے نزدیک باتیں تو بہت کچھ لکھنے کے قابل ہیں، لیکن سید صاحب کا ذاتی خیال اور ان کو اس حالت میں رنج دینا اکثر باتوں کا مانع ہے۔ مگر اس کے ساتھ آپ کا یہ کہنا بھی نہایت صحیح ہے کہ اب سکوت بھی ٹرسٹیوں کو کالج سے بے دخل کرتا جاتا ہے۔ اور کالج کا انتظام ان کے ہاتھ سے نکل رہا ہے اس لئے کم سے کم یہ بات ضرور ہے کہ اپنی رائے ظاہر کرنے میں تامل نہ کیا جائے اور جہاں تک ممکن ہو نرم لفظوں میں اپنا خیال ظاہر کر دیا جاوے۔ اس لئے میں نے ۲ پیپے پچھلے خط میں دریافت کیا ہے کہ بجٹ کی کیفیت پر کیا کیا ریمارک کرنے کے لائق ہیں۔ آپ کے جواب آنے تک میں نے اس پر رائے لکھنی ملتوی کر دی ہے۔

میں بورڈنگ ہاؤس کے حساب کے متعلق ضرور لکھوں گا کہ انگریزی حساب کی ہر کتاب کا ترجمہ وقتاً فوقتاً اردو میں رکھا جاوے اور اس پر بہت زور دوں گا۔ کوئی مانے یا نہ مانے اور لکھنے کے لائق کیا کیا باتیں ہیں اس سے جلد مطلع فرمائیے۔

یہ خط لکھ چکا تھا کہ آپ کا دوسرا خط آیا آپ ضرور اپنی رائے لکھ کر میرے پاس بھیج دیجئے میں اس کے آئے بغیر کوئی رائے بجٹ پر نہ لکھوں گا۔ والسلام ۔ (مہدی علی)

۲۳ اگست بمبئی؛ جنابِ من! آپ کا عنایت نامہ اور یادداشت کی نقل آج پہنچی، خط کو خوشی خوشی اور یادداشت کو ڈرتے ڈرتے کھولا، اور جیسا میں سمجھتا تھا اس سے بھی بڑھ کر پایا، آپ نے نہایت سخت اور رنج دینے والے فقرے لکھے ہیں اور بہت بڑا حملہ سید صاحب پر کیا ہے اور کچھ بھی ان کے موجودہ رنجوں اور تکلیف کا خیال نہیں کیا، اس سے ان کے دل پر بہت بڑا صدمہ پہنچے گا اور آپ سے دوست کو ایسا ہرگز نہ لکھنا تھا۔ یہ میں نہیں کہتا کہ آپ اپنی رائے بدل دیتے یا اُسے ظاہر نہ کرتے مگر دوسرے لفظوں میں اور ملایم طریقہ پر اسی مضمون کو لکھ سکتے تھے، بعض مقام پر تو میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور آپ نے کچھ بھی خیال سید صاحب کا نہ کیا۔

اگر یہ پوچھو اور ضرور پوچھو گے کہ جو رائے میں نے ظاہر کی ہے وہ درست اور صحیح ہے یا نہیں تو اس کا جواب میں کچھ نہ دوں گا، جس طرح کہ آپ نے صاف صاف لکھا ہے وہ اس وقت لکھنا چاہئے تھا جب آپ کو سید صاحب سے محبت نہ ہوتی، اور اُن کی وقعت اور عظمت کا آپ کو خیال نہ ہوتا؛ ایسے وقت میں جبکہ وہ نہایت دل شکستہ ہیں ایسا سخت لکھنا ضروری نہ تھا، مگر تم بھائی کس کا کہنا سنتے ہو اور کب مانتے ہو میں اِس یادداشت کو واپس نہیں کرسکتا، آپ دوسری نقل کرالیں فقط مہدی علی

(۲۴)

۱۲ ستمبر مکرمی! عنایت نامہ پہنچا، بھلا آپ اپنی بات سے ہٹنے اور دوسرے کی بات ماننے والے ہو، تحریر تو سخت ہے اور ضرورت سے سخت تر، ہاں اس کی واجبیت اور ناواجبیت پر بحث ہوسکتی ہے میرے لکھنے کا مطلب صرف یہ تھا کہ ہمارے اور آپکے تعلقات سید صاحب سے ایسے ہیں کہ ان کے دل کا خیال رکھنا اور ان کی تکلیفات کو پیش نظر رکھنا ضرور ہے ان کی محبت اور ان کی مہربانی کے علاوہ ان کی عظمت اور ان کی قومی خدمتیں ایسی نہیں ہیں کہ ہم ان کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ کریں جیسا کہ غیر ان کے ساتھ کرتے ہوں، آپ نے جو کچھ لکھا وہ سب لکھ سکتے تھے، مگر نرم اور ملایم طور پر آپ کی تحریر میں بعض مقامات پر ان کی ذات پر حملہ پایا جاتا ہے اور دیکھنے میں اچھا معلوم نہیں ہوتا آپ نے

برادرم یہاں تک تو لکھ دیا کہ "تم سے کام نہیں ہو سکتا تو چھوڑ دو اور اپنا تعلق علیحدہ کر لو" اس سے بڑھ کر اور کیا لکھتے۔

خیر میں دفتر کے دفتر سیاہ کروں آپ کب ماننے والے ہو، اس لئے اسے جانے ہی دو اور مطلب کی سنو۔

میری خانگی تحریروں کا بھی مختصر اور رنج دینے والا جواب آیا اور یہی کہ اگر تمھارا ایسا خیال ہے کہ یہ باتیں کالج کے لئے مضر ہیں تو خیر اگر خدا کی مرضی یہی ہے تو سوائے صبر کے کیا علاج ہے۔ میں نے خانگی تحریروں کے بعد ضابطہ کی تحریر کی تھی، سنا ہے کہ آپ کی اور میری دونوں تحریریں اجلاس میں پڑھی گئیں، دفعہ ۴۰ کی نسبت میری اور آپ کی رائے سوائے موسیٰ خاں کے سب نے غلط ٹھیرائی، خصوصاً مولوی نذیر احمد صاحب کی ایک خانگی تحریر سے معلوم ہوا کہ موجودہ ٹرسٹیوں کے نکال دینے کا اختیار بھی سکریٹری کو اس دفعہ کی رو سے حاصل سمجھا گیا ہے۔ ہم کو تو اس کا خوف نہیں ہے نہ ٹرسٹی رہنا چاہتے ہیں آپ کو ہو تو ہو۔ مگر یہ بات ضرور ہے کہ جب تک ٹرسٹی ہیں جو بات کالج کے حق میں سخت مضر سمجھیں گے ادب سے اور نہایت نرمی سے عرض کر دینگے وہ بھی آیندہ کی احتیاط کے لئے۔ نہ امید ہے کہ اس کا سید صاحب پر کچھ اثر ہوگا اور اس میں شک نہیں ہے کہ کالج کی موجودہ حالت اور موجودہ انتظام قابل اطمینان نہیں ہے اور اس سے کالج کو نقصان پہنچا اور پہنچے گا فقط مہدی علی

(۲۵)

علیگڈھ۔ ۳ دسمبر ۹۵ء جناب من! مدت ہوئی کہ آپ کی خدمت میں کوئی عریضہ میں نے نہیں لکھا اور لکھتا کیا کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کو سن کر آپ خوش ہوتے، یہاں کے حالات کی نسبت پھر یہی لکھتا ہوں کہ ناگفتہ بہ ہیں، ایک اسکیم تیار ہوئی تھی جسے اول سید محمود صاحب نے اور بیک صاحب نے تیار کیا تھا، پھر اسٹریچی صاحب سے اس پر رائے لی گئی پھر میں نے اور آفتاب احمد خان صاحب نے اُسے دیکھا اور اس میں کچھ ترمیم کی اور وہ چھپوائی گئی۔ مگر پھر سید محمود صاحب نے اپنا کچھ ارادہ تبدیل کر دیا، وہ اسکیم آپ کے دیکھنے کے

لئے بھیجتا ہوں مگر سید محمود اب مجھ سے متفق نہیں ہیں، اور پرائیویٹ طور پر وہ آپ کے پاس بھیجی جاتی ہے، آپ کی جو رائے ہو وہ بطور پرائیویٹ کہ جس سے مراد یہ ہے کہ باضابطہ نہیں وہ بھی اس حالت میں کہ آپ کو فرصت ہو۔

بیگ صاحب چند روز سے تندرست نہیں ہیں اور اب تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت میں وہ دل سے کالج کے حامی اور ہمہ تن اُس کے استحکام اور ترقی میں مشغول ہیں۔ اس اسکیم سے جو بذات خود انھوں نے ٹرسٹیوں کے پاس بھیجی تھی ۲۵ ٹرسٹیوں نے اب تک اپنا اتفاق ظاہر کیا ہے اور سید محمد احمد صاحب نے یہ سن کر ٹرسٹیوں کو تار دئے ہیں کہ یہ کارروائی ناجائز ہے۔

بہرحال یہاں کی حالت نہایت تشویش ناک ہے، میں پہلے ہی سکرٹری شپ سے علٰحدہ ہونا چاہ رہا تھا، یہ دیکھکر میں نے باضابطہ سید محمود کو لکھ بھیجا کہ مجھے سکرٹری ہونا منظور نہیں ہے۔ آپ ہی فرمائے کہ موجودہ حالات میں سکرٹری ہونا گویا بلا میں پھنسنا ہے۔ کسی آدمی کو جنون ہوا ہے کہ وہ اس کام کو قبول کرے جس کا چلانا اُس کی قدرت سے باہر ہو اور جس میں ایسی مشکلات ہوں کہ جن کا حل کرنا ناممکن ہو۔ آپ نے خوب سلامتی کا طریقہ اختیار کیا ہے اور ان جھگڑوں اور قضیوں سے اوّل ہی علٰحدگی اختیار کر لی ہے، مگر یہ علٰحدگی بھی تو کالج کے لئے مضر ہے اور دیدہ و دانستہ کالج کا خطرہ میں ڈالنا اور کچھ نہ کرنا حمیت کے خلاف ہے۔

بہرحال نہ کچھ کرتے بنتا ہے اور نہ چھوڑتے ؂

نے جائے درون رفتن و نے پائے بروں شد * درماندہ ایں دائرہ ام ہمچو جلاجل

آپ نے جو سو روپیے بھیجے تھے۔ وہ میں نے برسر کے پاس بھیجدئے غالباً اُنھوں نے رسید بھیجدی ہوگی +

محسن الملک

(۲۶)

علی گڈھ ۔ ۲۱ جنوری ۹۹ء

جناب من نواب وقار الملک بہادر! ۱۸ جنوری کا عنایت نامہ پہنچا، موعودہ رائے سید محمود صاحب کی غالباً آپ کو یہاں آنے پر مل جائے وہ تو دن رات

کام کرتے ہیں، اور تمام رات چھاپہ خانہ کھلا رہتا ہے، مگر کام ہی اس کثرت سے ہے کہ اس کا انجام پانا ناممکن ہے، آپ کی مدد کی نہایت ضرورت تھی، آپ بھی چلدئے اور آپ سے بھی کچھ نہ اٹھ سکا لاچار ہو کر انھیں اپنا بوجھ خود ہی اٹھانا پڑا۔

آپ کسی طرح آیئے اور جہاں دل ہو وہاں ٹھریئے ~~

سینہ اس کا ہے دل اس کا ہو جگر اس کا ہو
تیر سیدا دجدھر رخ کرے گھر اس کا ہے

آپ نے جو کچھ لکھا ہے مجرد پریسیڈنٹی حضرت کی دق کرنے کے لئے کافی ہے یہ بالکل سچ ہے مگر مجھے تو اس میں شبہ ہے کہ سالانہ اجلاس ختم بھی ہوگا یا نہیں اور اس کی رُوئداد بھی تحریر ہو سکے گی کہ نہیں اور اگر تحریر بھی ہوئی تو وہ نافذ بھی ہوگی کہ نہیں بہرحال

آمادہ گشتہ ام دگر اکنوں نظارہ را
پیوند کردہ ام دل صد پارہ پارہ را

مگر حقیقت یہ ہے کہ اب تک نہ کچھ ہوا اور نہ آیندہ کچھ ہونے کی اُمید ہے اور میں تو آپ سے سچ کہتا ہوں کہ میرا حال اس شعر کے مصداق ہے

نے جائے درروں رفتن ونے پائے بروں شد
درماندۂ ایں دائرہ ام ہمچو جلاجل

باقی عند الملاقات فقط
محسن الملک

(۲۷)

علی گڈھ، ۲ر نومبر
جناب من نواب وقار الملک زاد مجدہکم۔ آپ کے دو عنایت نامے پہونچے۔ بیک صاحب مرحوم کے میموریل کے متعلق جو آپ کی رائے تھی وہی اسٹریچی صاحب کی بھی رائے ہے یعنی یہ کہ ایک پروفیسر شپ قایم کی جائے اور یہی مارسین صاحب کی بھی رائے تھی۔

جلسہ کامیابی کے ساتھ ہوا اور آٹھ ہزار روپیہ کا چندہ لکھا گیا۔ سالانہ اجلاس کی تاریخ آخر جنوری مقرر کرنی پڑے گی اور اجنڈا قبل مطبع میں دیئے جانے کے اور مرتب ہونے کے ضرور آپ کی خدمت میں بھیجا جاوے گا۔ میرا خود بھی یہی ارادہ تھا،

بیک صاحب کا میموریل

لیکن کتنے ضروری اُمور اور قابل غور مسائل خیال میں ہیں کہ اُن کا تصفیہ خط وکتابت کے ذریعہ سے مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اور آپ کا یہ حال ہے کہ آنے کا نام کبھی نہیں لیتے اور گھر سے نکلتے ہی نہیں، میں نے کلکتہ چلنے کے لئے آپ سے پوچھا تھا، اس کا جواب بھی آپنے اب تک نہ دیا، کیا یہ ممکن ہے کہ دو روز کے لئے آپ یہاں تشریف لائیں، اور کالج کے ضروری معاملات میں مشورہ دیں۔ اگر آپ آجائیں تو سب سے بہتر ہے، ورنہ بذریعہ تحریر کے آپ سے ضروری معاملات میں مشورہ لیا جائے گا۔

محسن الملک

(۲۸)

علیگڈھ-۶ ستمبر سنہ جناب من ! مجھے نہایت شرمندگی ہے کہ آپکے خطوں کا جواب نہ لکھ سکا۔ سبب اس کا سوائے میری بیماری کے اور کچھ نہ تھا، میرے پاؤں میں پھوڑے نکل آئے اور پکے اور پھوٹے۔ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ چلنا دشوار، کرسی پر بیٹھنا مشکل کھانا پلنگ پر لیٹے لیٹے کھانا پڑتا ہے، اس وجہ سے نہ بمبئی جا سکا اور نہ کچھ کام کر سکا۔ اس وقت بھی یہ خط آپ کو پلنگ پر پڑے پڑے لکھ رہا ہوں، بیماری کچھ سخت نہ تھی نہ بخار زیادہ ہے مگر تکلیف دہ ہے۔

آج بمبئی جانے والا تھا اس لئے کہ بغیر میرے گئے وہاں مکان وغیرہ کا انتظام نہیں ہو سکتا مگر خفیف بخار کی وجہ سے نہ جا سکا

مولوی سمیع اللہ خاں صاحب نے ہمارے ساتھ یا ہمارے سامنے تو کوئی بات ایسی نہیں کی جو ہمارے خلاف ہوتی مگر رامپور والوں نے رامپور سے چلتے وقت اور پھر یہاں تحریراً اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ جو شرطیں نواب صاحب نے پیش کیں وہ مولوی صاحب کے کہنے اور خیال دلانے سے کیں، اس سے قبل ان کو یہ شرطیں کرنا منظور نہ تھیں بلکہ صرف یہ کہ جو روپیہ دیا جائے وہ شیعہ اور سنیوں دونوں پر برابر صرف ہو۔ رام پور کے وہ احباب جن کی بات قابل تسلیم ہے یہی خیال رکھتے ہیں اسی پر اُن کا یقین ہے اور وہ یہی کہتے ہیں بلکہ یہاں تک کہتے ہیں کہ یہ بات جو طشت از بام ہو گی اور چھپی نہ رہے گی۔ مجھے سخت حیرت اور تعجب ہے کہ نہ مولوی صاحب سے ایسی توقع ہے اور نہ ایسے معزز لوگوں پر

غلط بیانی کا الزام لگایا جا سکتا ہے، پھر اُس کے نتیجہ پر ذرا آپ بھی غور فرمایئے: مہدی علی

(۲۹)

۵۔ اکتوبر   جناب من! عنایت نامہ صادر ہوا۔ میری طرف سے تو کوئی فرق اُن دوستانہ تعلقات میں نہیں آیا جو باہم میرے اور مولوی صاحب کے تھے، دل چیر کر کسی کو دکھایا نہیں جاتا، مگر مولوی صاحب کو ضرور یہ خیال ہو گیا ہے کہ میں اس کارروائی کا بانی ہوں، مجھے ہرگز اس کا یقین نہ ہوتا کہ ان کو میری نسبت ایسا گمان ہے، اگر میں نے خود اپنی آنکھ سے ان کی ایک تحریر نہ دیکھی ہوتی، اُس کے دیکھنے کے بعد کیونکر میں مولوی صاحب کو اپنی طرف سے صاف دیکھ سکتا ہوں۔ اصل یہ ہے کہ جیسا کہ خواجہ محمد یوسف صاحب صاف صاف لوگوں سے کہتے ہیں غالباً مولوی صاحب کو یہی خیال ہو گا کہ میں خود سکریٹری ہونا چاہتا تھا اور چاہتا ہوں اور اس کے لئے میں نے ان کو بدنام کرنا چاہا، کیا عجب ہے کہ ایسا ہی ہو۔

آپ نے جو چٹھی چیف سکرٹری صاحب کو لکھی وہ بالکل ٹھیک تھی اور دوستی پر مبنی تھی اور آپ کا خیال صحیح تھا

آپ کی تحریر سے مجھے شبہ ہوتا ہے کہ آپ یہ خیال فرماتے ہیں کہ "مجھے یقین ہے کہ نواب صاحب نے صرف سنی اور شیعہ میں بالمشافہ رقم تقسیم کرنے کی شرط قرار دی تھی، باقی جو شرطیں ظاہر کیں وہ مولوی صاحب کے کہنے سے" میں نے نہ آسانی سے نہ مشکل سے ان باتوں کو قبول کیا جو سنا تھا وہ آپ کو لکھ بھیجا۔ مجھ سے آپ یہ کیوں پوچھتے ہیں کہ "باایں ہمہ پھر آپ کس دلیل سے یہ فرما سکتے ہیں کہ شرائط سے مراد وہی سنی اور شیعوں میں برابر کی تقسیم تھی"

میں تو یہ نہیں فرماتا نہ دلیل سے نہ بے دلیل جو رامپور میں دستور ہے اس کا تذکرہ میں نے آپ سے کر دیا میں خود اس معاملہ میں حیران ہوں اور مجھے اس کے اوپر یہ مثل صادق معلوم ہوتی ہے "نہ خوردہ نہ بردہ ناحق دردگردہ" یہ معاملہ درمیان نواب صاحب اور . . . صاحب اور مولوی صاحب کے ہے مجھ سے کیا تعلق اور میری طرف مولوی صاحب

کو بدگمانی کرنے کا کیا سبب ہے اور بعد ایسی بدگمانی کے منافقانہ ملنے کی ضرورت ہونا معلوم فقط محسن الملک

(۳۰)

علی گڈھ

جناب من نواب وقار الملک بہادر! عنایت نامہ پہنچا۔ ایسی تکلیف اور زحمت اور دوا دوی ہیں تندرستی کا قائم رہنا مشکل ہے۔ اگر مجھے آپ کی ناسازی مزاج پر تعجب نہیں ہوا۔ مگر افسوس بہت ہوا۔ خداوند عالم جلد یہ مشکلات رفع کرے۔

ہز آنر ۱۲ مارچ کو دس بجے دن کے اسٹیشن پر پہونچینگے اور دوپہر کو کالج میں تشریف لاویں گے اور اسی دن ساڑھے سات بجے شب کے میرٹھ روانہ ہو جاویں گے۔

دعوت کے خط کی ایک کاپی آپ کی خدمت میں بھیجی جاتی ہے جو کچھ آپنے ہز آنر سے مسیح علی رہ ہونے کی وجہ بیان کی ہے ہیں اول ہی کہہ چکا ہوں اور پھر اسی کا اعادہ کروں گا فقط مہدی علی

(۳۱)

۱۷ دسمبر جناب من نواب وقار الملک بہادر آپ کا عنایت نامہ پہنچا، ٹرسٹیوں کی فرودگاہ کی نسبت جو خواب آپ دیکھ رہے مجھے تو اس کی تعبیر ہوتی معلوم نہیں ہوتی خیر کسی موقع پر شاید آپ کی کوشش سے کچھ ہو جائے۔

سو روپیہ بنک بنگال حیدرآباد سے آئے تھے وہ اسی روز میں نے برسر صاحب کے پاس جمع کرا دئے۔ میں ۲۴ دسمبر کو لاہور جانا چاہتا ہوں آپ کا کیا ارادہ ہے کانفرنس میں شریک ہونا آپ کا ممکن ہے یا نہیں اگر ہوسکے تو ضرور شریک ہو جئے گا۔

آپنے جو ارادہ مولوی سمیع اللہ خاں صاحب کے پاس ٹھیرنے کا کیا ہے وہ مناسب ہے، جہاں آپ کا دل چاہے اور جہاں آپ مناسب سمجھیں قیام فرمائیے۔ مجھے نہ عذر ہے نہ شکایت ہوگی۔ یار شاطر نہ بار خاطر فقط مہدی علی

(۳۲)

۴۔ اگست ۱۹۰۶ء جناب من نواب وقار الملک بہادر! میں بہت خستہ ہو گیا ہوں اور اب

محنت اور تکلیف اٹھانے کے آثار معلوم ہوتے ہیں مگر اب بھی اس قدر کام ہے کہ آرام لینے کے لئے ہیں منٹ بھی نہیں جا سکتا، اجلاس ٹرسٹیوں کا ہو گیا جس نے بھٹیار خانہ کا شور و غل دیکھا ہو گا اس کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہ مجلس اس سے بہت بڑھی ہوئی تھی، ایسا شور و غل ہوا اور ایسی بے تہذیبی اور بیہودہ تکرار اور پارٹی فیلنگ کی کارروائی کہ جس کو دیکھ کر نہایت شرم آئی مولوی عبدالماجد کے تقرر کی تحریک پیش تھی۔ صرف مولوی حبیب الرحمن خاں کی مخالفت کی وجہ سے ان کے انکار نے اختلاف کیا اور نہایت بے ضابطہ اور ناجائز ووٹ پاس کئے یعنی جن ٹرسٹیوں نے کسی قسم کی کوئی رائے نہ دی تھی اور ہمیشہ ایسے ووٹ خارج سمجھے جاتے تھے اس کی نسبت غلبہ آراء سے یہ رزولیوشن پاس ہوا کہ جو ووٹ خالی ہوں، اور ان پر منظوری یا نامنظوری کی کچھ رائے نہ دی گئی ہو وہ نامنظوری میں شمار کئے جائیں تاکہ نامنظوری کے ووٹوں کی تعداد زیادہ ہو جائے اس بحث کی نوبت تکرار تک پہنچی اور آفتاب احمد خاں صاحب اور حبیب الرحمن خاں صاحب جلسہ سے اٹھکر چلے گئے اور صرف اسی ناجائز فیصلہ سے مولوی عبدالماجد صاحب کا تقرر نامنظور رہا۔

مولوی صاحب قوم کی نہایت افسوسناک حالت ہے ساری کوششیں بے سود ہیں جو لوگ قومی کام میں وقت صرف کرتے ہیں وہ صرف اپنی عادت سے مجبور ہیں ورنہ قوم پر کوئی نمایاں اثر نہیں ہوتا۔ افسوس ہے کہ آپ بضرورت تشریف لے گئے اور جلسہ میں شریک نہ ہو سکے ورنہ ایسی کارروائی نہ ہوتی۔

سب سے زیادہ اہم اور ضروری کام قانون کا تیار کرنا ہے براہ مہربانی اس کام کو طے کر دیجئے اور خدا کے لئے رسول کے لئے اور قوم کے لئے تکلیف گوارا فرمائیے۔ احمد آباد جانے سے پیشتر یہاں تشریف لائیے اور مرزا صاحب کو بھی بلائیے ایک ہفتہ میں سب کام ہو جاوے گا ورنہ اس سال بھی رہ جاتے گا۔ محسن الملک

(۴۴)

جناب من نواب وقار الملک بہادر اخلاص آپ کا پہنچا ممنون فرمایا، الحمدللہ کہ آپ کے گھر میں اب آنا نہ ہے اور بہت جلد آپ پولٹیکل ایسوسی ایشن کا کام شروع کرنے والے ہیں ممبری

طبیعت قریباً بدستور ہے۔ آثار مرض کم ہو گئے ہیں، زہریلا مادہ جو پیدا ہو گیا تھا وہ بھی جاتا رہا ہے مگر ضعف بدستور ہے اور طبیعت کی سستی قایم ہے، کام تو کچھ ہو نہیں سکتا اور آج کل کام کی وہ کثرت ہے کہ رات دن اس کے لئے کافی نہیں، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ پرنسپل کی ورزٹ کا کیا انجام ہوگا اور اس کا کیا انتظام ہوگا اور روپیہ کہاں سے آئے گا۔

اسی طرح کانفرنس کا حشر بھی معلوم نہیں کہ کیا ہوگا، علیگڈھ سے جو خبریں آئی ہیں وہ یہ ہیں کہ کوئی کام کرنے والا نہیں ہے اور کچھ کام نہیں ہوا۔ کمیٹیوں کی تاریخیں مقرر ہوتی ہیں اور کورم پورا نہ ہونے کی وجہ سے کارروائی نہیں ہوتی، یہ حالت تو ان کاموں کی ہے جن میں کسی کا خوف اور اندیشہ نہیں ہے، اس کام کی کیا امید ہے جس میں حکام کی نارضامندی کا خیالی اندیشہ ہو۔ ہم لوگوں کی حماقت ہے جو آرام چھوڑ کر قومی کاموں کے خبط میں گرفتار ہیں۔

مہدی علی

(۴۴)

جناب من، نواب وقار الملک بہادر! ۱۹ ستمبر کا آپ کا عنایت نامہ مجھے دو روز ہوئے کہ اٹاوہ میں ملا، میں دورہ میں پھر تا رہا اس لئے ڈاک وقت پر نہیں پہنچی۔ مولوی حبیب الرحمن خاں صاحب کا خط بھی مجھے ابھی ملا ہے اور کل کی ڈاک میں میجر سید حسن کا خط آیا وہ لکھتے ہیں اور اُن کو یقین ہے کہ اگر ٹرسٹیوں کی طرف سے باضابطہ اُن کو کہا جائے گا تو وہ پرنسپلی قبول کریں گے، کیونکہ یہ معاملہ ایسا ہے کہ کسی ٹرسٹی کو اس میں اعتراض نہ ہوگا بلکہ خوشی ہوگی، اس لئے میں نے ٹرسٹیوں کی طرف سے میجر سید حسن کو آج تار بھیج دیا ہے کہ اُن کو باضابطہ اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ آرنلڈ صاحب کو پرنسپلی کا عہدہ آفر کریں، یہ کارروائی غالباً آپ پسند کریں گے۔ کیونکہ خط لکھنے اور جواب آنے میں بہت دیر لگتی اور جتنی دیر ہوتی جاتی ہے اتنی ہی ناگوار شہرت بڑھتی جاتی ہے۔

مارتین صاحب پلیگ کے انتظام کے لئے ۲۲ کی صبح کو یہاں آئیں گے، پلیگ تو یہاں ایسا کچھ ہے نہیں جس کے لئے انہوں نے پانیر میں بھی چھپوا دیا، مگر غالباً پرنسپلی کے عہدہ کا تصفیہ اُن کو منظور ہے۔

مارتین صاحب نے مجھے چٹھی لکھی ہے کہ وہ ٹرسٹیوں کے جواب کا ۲۰ ماہ حال تک انتظار

کریں گے درصورت نامنظوری یا نہ آنے جواب کے وہ کارنا صاحب کو اندور کی پرنسپلی بھیجدینگے اور وہ لکھتے ہیں کہ تھیں صاحب ہیڈ ماسٹر بھی چلے جائیں گے اور باقی پروفیسر بھی اپنا راستہ ڈھونڈیں گے اگر آرنلڈ صاحب آگئے تو غالباً کارنا صاحب کو بھی کوئی عذر نہ رہے گا، البتہ کوئی تجربہ کار اور اُن سے سینیر آدمی پرنسپلی کے واسطے نہ ملے تو کارنا کی شکایت واجب ہے اور میری ذاتی رائے یہی ہے کہ اوّل ولایت سے کوئی لایق اور تجربہ کار آدمی بلایا جائے یا آرنلڈ صاحب مقرر کئے جائیں ورنہ پھر کارنا صاحب ہی کا مقرر کرنا مناسب ہوگا کیونکہ جو کچھ لڑکوں نے ان کی نسبت مشہور کیا ہے وہ نہایت مبالغہ آمیز ہے، لیکن خدا نے چاہا تو اس کی نوبت ہی نہ آئے گی اور آرنلڈ صاحب آجائیں گے ورنہ کوئی دوسرا لایق وہاں مقرر کرلیا جائے گا میں نے ۱۸ ستمبر کو ٹرسٹیان موجودہ لندن کو لکھدیا ہے اور سب انگریزی کے کاغذات اُن کے پاس بھیجدیئے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ درصورت نامنظوری آرنلڈ صاحب کے وہ لوگ ضرور کسی لایق آدمی کو تلاش کریں گے فقط محسن الملک

(۳۵)

مکرمی! آپ کا پہلا خط آتے ہی میں نے خاص خاص لوگوں کو معاملہ متعلقہ کی نسبت لکھا اور سب سے زیادہ ضروری تحریر آرچبولڈ صاحب کو لکھی کہ وہ وائسرائے کا منشاء دریافت کریں کہ مسلمانوں کا میموریل اگر ڈپوٹیشن لیکر آوے تو وہ اُسے قبول کرینگے چنانچہ یہ امر طے ہوگیا، جیسا کہ آپ کو آرچبولڈ صاحب کی چٹھی سے معلوم ہوگا۔

میموریل تیار کرنے کے لئے میں نے سید علی امام، شاہ دین، اور مولوی سید حسین بلگرامی کو لکھا، سید حسین صاحب نے منظور کیا اور میموریل لکھکر بھیجدیا مگر غلطی سے وہ علیگڈھ چلا گیا اور میرے پاس نہیں آیا شاید آج یا کل آجائے۔

اس کے دیکھنے کے بعد جو کچھ اصلاح مناسب معلوم ہوگی وہ کیجائے گی، کیونکہ وقت بہت کم ہے اس لئے میں نے خط بھی چھپوائے ہیں جن مسلمانوں سے اس کام میں شرکت کی درخواست کی گئی ہے اور جن کے پاس میں نے خط بھیجے ہیں، اُن کی فہرست کل بھیجی جائے گی، اور جن کو آپ مناسب سمجھیں بھیجدیں اور میں نے اپنے نام سے کچھ بھیجدیئے ہیں کیونکہ جو جواب آئیں گے

وہ سب سکریٹری پولٹیکل ایسوسی ایشن کے دفتر میں دیدیئے جائیں گے اور ان لوگوں کی فہرست تیار کرلی جاوے گی جنہوں نے شرکت منظور کی ہے اب یہ باتیں تصفیہ طلب ہیں۔

۱۔ ضابطہ کی خط وکتابت گورنمنٹ آف انڈیا سے کس کے متعلق ہوگی، میرے نزدیک جو محمدن پولٹیکل ایسوسی ایشن لکھنؤ میں قایم ہے اور جس کے سکرٹری خود آپ ہیں اسی کے ذریعہ سے ہونی چاہیئے۔

دوسرے میموریل کا پسند اور منظور کرنا ہے اس کے لئے ضرور ہے کہ اس میں وہ ضروری خواہشیں درج کی جائیں جو اس وقت ہم گورنمنٹ سے چاہتے ہیں، اس کا تصفیہ بہت مشکل ہے اس میں ضرور اختلاف رائے ہوگا، اور چونکہ وقت بہت تنگ ہے اس لئے علیگڈھ میں یا لکھنؤ میں خاص منتخب مجلس کرکے اس میں اس کا تصفیہ کیا جائے، اگر علی گڈھ میں کرنا منظور ہو تو آپ فوراً علیگڈھ تشریف لے آیئے اور یہاں پہنچکر حامد علی خاں وغیرہ کو تار بھیج کر بلالیجئے ورنہ آپ خود لکھنؤ چلے جائیے اور اپنی روانگی کی اطلاع ایک روز قبل روانگی سے آفتاب احمد خاں صاحب، شیخ عبداللہ صاحب اور مزمل اللہ خان صاحب کو دیدیجئے۔ جلدی کی ضرورت اس لئے ہے کہ آخر اگست سے پہلے ڈیپوٹیشن کی درخواست والیسرائے کے پاس چلی جانی چاہیئے اور دس یا بارہ ستمبر تک اڈریس کا مسودہ روانہ کردینا چاہیئے اس سے زیادہ کسی حالت میں تاخیر نہیں ہوسکتی، اس عرصہ میں بہت سے لوگوں کی منظوریاں آجائیں گی، اور صرف ممبران ڈیپوٹیشن کا منتخب کرنا باقی رہے گا، یہ کام بھی اسی مہینہ کے ختم ہونے سے پہلے ہوجانا چاہیئے میں ایک دوسرے لفافہ میں آرچبولڈ صاحب کی چھٹی معہ ترجمہ کے بھیجتا ہوں اور خطوط جو میں نے چھپوائے ہیں وہ ابھی تک چھپ کر نہیں آئے کل کی ڈاک میں روانہ کروں گا۔

بعد لکھنے خط کے سید حسین صاحب کا مسودہ بھی آگیا۔ یہ مسودہ درخواست کا ہے جو ڈیپوٹیشن کے آنے کی منظوری کے لئے پرائیویٹ سکرٹری والسرائے کو بھیجا جاوے گا۔ مگر میموریل دوسرا ہوگا، جس میں صاف صاف اپنی درخواست لکھنی چاہیئے اور وہ تیار نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کا فیصلہ نہ کیا جاوے کہ کیا درخواست کی جائے، اگر اس کا تصفیہ وہاں ہوجائے تو پھر دوسرا مسودہ مولوی سید حسین صاحب سے تیار کرا دیا جاوے گا مگر ان باتوں

کا جن کی درخواست کرنی منظور ہے فیصلہ ہوجانا چاہیئے اور اس کے لئے وہی تجویز کیجئے جو میں نے اوپر لکھی ہے۔

آرچبولڈ صاحب بھی ایک مسودہ ڈیپوٹیشن کے آنے کی درخواست کا تیار کر رہے ہیں، غالباً وہ ایک دو روز میں آجائے گا، اسے بھی میں آپکے ملاحظہ کے لئے بھیجوں گا۔

محسن الملک

(۳۶)

والسن ہوٹل بمبئی - ۲۱ اگست ۱۹۰۶ء

مخدوم و مکرم بندہ نواب وقار الملک بہادر! آپ کا خط ۱۸ اگست کا پہونچا، مینے خطوط روانہ کر دئے اور کر رہا ہوں، مجھے یہ خیال تھا کہ لکھنؤ میں ایسوسی ایشن قایم ہوچکی ہے، مگر یہ خیال میرا غلط تھا اس لئے اگر آپ مناسب سمجھیں تو آفتاب احمد خاں اور حامد علی خاں وغیرہ سے ملکر اس کا کچھ تصفیہ کر دیں کہ ڈیپوٹیشن کے آنے اور میموریل کے پیش کرنے کی اجازت کی درخواست کس کی طرف سے اور کس کے نام وائسرائے کو بھیجی جاوے، اگر لکھنؤ میں ایسوسی ایشن قایم ہوگیا ہوتا تو اس کے پریزیڈنٹ یا سکریٹری کی طرف سے جانا ضروری تھا، بہرحال اس مسئلہ کو بھی طے کر دیجئے اور لکھنؤ کے تعلقہ داروں اور دیگر معزز مسلمانوں کو اس تجویز میں شریک ہونے کا جس طرح ممکن ہو جلد انتظام کیجئے جن لوگوں کے نام خطوط روانہ کئے ہیں ان کی فہرست کل آپ کی خدمت میں روانہ کی جائے گی فقط

محسن الملک

(۳۷)

۹ ستمبر جنابمن نواب وقار الملک بہادر! معلوم ہوتا ہے کہ اس مرتبہ قابل اور لایق لوگ آپ کی کمیٹی میں آویں گے اور خوب مباحثہ ہوگا جس کی سخت ضرورت تھی۔ اب آپ کو چاہیئے کہ خود لکھنؤ اور صوبہ اودھ کے بڑے بڑے شہروں کے لوگوں کو جو کہ رائے اس کی بابت رکھتے ہیں جمع کرنے کی کوشش کیجئے اور تدبیر کیجئے۔

بھئی ابکے وہ کمیٹی ہے جس کے اوپر ملک اور گورمنٹ کی نظر پڑے گی اور قوم کی ذلت اور عزت کی فال اس سے لی جائیگی، مجھے زیادہ لکھنے کی کیا ضرورت ہے یہ آپ کا کام

تھا اور ہے میں نے تو آپ کی طرف سے بیگار کا کام کر دیا۔ اور خوب تجربہ ہو گیا۔ بھلا اب مجھے اس جال میں نہ پھنسائیے یہ کام خدا کرے پورا ہو جائے، آئندہ حضرت آپ جانیں اور آپ کی کمیٹی فقط

محسن الملک

(۴۸)

مخدوم و مکرم بندہ نواب وقار الملک بہادر! جو اصلاحیں اجلاس کونسل وغیرہ کی متعلق گورنمنٹ کے زیر غور تھیں اور جس کے لئے مسلمانوں کا ڈیپوٹیشن شملہ گیا تھا اب ان کا اعلان ہو گیا کل اخبارات میں اس کی تفصیل چھپی ہے اُس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ مسلمانوں نے درخواست کی تھی اور جس پر خیال کرنے کا وعدہ ویسرائے نے فرمایا تھا وہ بہت کچھ پورا کیا گیا ہے، اور جو حصہ اس کا وائسرائے کی کونسل کے متعلق تھا وہ تو بالکل صاف ہو گیا۔ مسلمانوں کے لئے چار سیٹ رکھی گئی ہیں جس میں سے دو ممبر گورنمنٹ نامزد کرے گی اور دو ممبروں کا انتخاب مسلمان کریں گے، مگر طریقہ انتخاب کا قطعی فیصلہ ابھی نہیں ہوا اور نیز لوکل گورنمنٹوں میں اور لوکل بورڈ وغیرہ میں اپنے حقوق کی حفاظت کرنی چاہئے اور اس کے لئے یہی وقت کوشش کرنیکا ہے اور کوشش باضابطہ اور متفقہ ہونی چاہئے۔ جو ڈیپوٹیشن شملہ گیا تھا وہ کسی نہ کسی طرح باقاعدہ ہو گیا تھا اور ہندوستان کے ہر ایک صوبہ کے مسلمان شریک ہو گئے تھے، اور گورنمنٹ نے بھی اس کو تمام ہندوستان کے مسلمانوں کا قائم مقام سمجھ لیا تھا، اور اسی واسطے اُس کا اثر بھی ہوا اور نتیجہ بھی اچھا نکلا اگر اس اصول کی پابندی کی جائے تو یقینی ہے کہ اس کا اثر اب بھی اچھا ہوگا اور اگر یہ امر ملحوظ نہ رہا، اور ہر ایک صوبہ کے مسلمانوں نے بغیر صلاح و مشورہ کے علیحدہ علیحدہ کارروائی شروع کر دی تو اس کا وزن اس قدر نہ ہوگا جیسا کہ ڈیپوٹیشن کا ہوا تھا۔ اب رہا یہ امر کہ آئندہ کارروائی اتفاق سے کیونکر ہو تو یہ آل انڈیا مسلم لیگ پر منحصر ہے، مگر اس کا انعقاد باضابطہ اب تک نہیں ہوا۔ اس لئے میں آپ کی توجہ اس ضروری امر کی طرف چاہتا ہوں۔ آپ کی کیا رائے ہے اور جب تک مسلم لیگ باقاعدہ قائم ہو کیونکر کارروائی شروع ہونی چاہئے جہاں تک میں سمجھتا ہوں ایسے نازک اور تنگ

لہ شملہ ڈیپوٹیشن کی کارروائی

عہ [illegible] آل انڈیا مسلم لیگ [illegible]

وقت میں کسی صوبہ کے کسی سمجھدار مسلمان کو اعتراض نہ ہوگا کہ موجودہ حالت میں آپ کی طرف سے بحیثیت سکرٹیری مسلم لیگ کے کام شروع کیا جائے۔ اور آپکے نام سے خط و کتابت لوکل کمیٹیوں اور لوکل گورنمنٹوں کے ساتھ کی جائے، چونکہ لوکل گورنمنٹیں اپنا کام شروع کردیں گی ہم کو بھی ذرا توقف نہ کرنا چاہیئے۔ آپ براہ مہربانی میرا یہ خط اپنی رائے کے ساتھ مسلم لیگ کے ممبروں اور معزز مسلمانوں کے پاس بھیجدیں، اور ان کی رائے لیجئے۔ اور بعد صلاح و مشورہ کے جس طریق پر کارروائی بہ غلبہ آرائے قرار پائے وہ شروع کردینا چاہیئے فقط

محسن الملک

(۳۹)

بمبئی

۱۵ اگست ۱۹۰۷ء

جناب مخدوم مکرم بندہ نواب وقار الملک بہادر! عنایت نامہ صادر اور جو حالت خط کے دیکھنے سے میری ہوئی اگر بیان کروں تو آپ اسے مبالغہ سمجھیں گے میں اسے قومی مصیبت سمجھتا ہوں جو عارضہ آپ کو ہوا ہے وہ گو چنداں تکلیف دہ نہ ہو اور آیندہ اس سے کوئی خطرہ نہ ہو، مگر چلنے پھرنے اور سفر کرنے اور قومی خدمت بجالانے میں بہت حارج ہوگا۔ قوم میں کام کے آدمی ہی کتنے ہیں، جو دو چار نظر آتے ہیں وہ روز بروز تھکے اور بیکار ہوتے جاتے ہیں اور جگہ لینے والا کوئی نظر آتا نہیں، میں اپنی ہی حالت دیکھتا ہوں کہ قریباً بیکار ہوگیا ہوں۔ اور جو دن گذرتا ہے وہ بدتر ہی نظر آتا ہے۔ مجھے پولیٹیکل کام کے لئے صرف آپ پر ہی بھروسہ تھا۔ مگر اس کے لئے دورہ کرنا اور ادہر اُدہر جانا اور لوگوں سے ملنا ضروری ہے۔ موجودہ حالت میں آپ بھی اس کے کرنے سے معذور ہیں اور کوئی لائق مددگار آپکے پاس ہے نہیں، ایک امروہہ میں ہے دوسرا پٹنہ میں۔ اس طرح پر ایسا مشکل اور نازک کام کیوں کر ہوسکتا ہے۔ میں اول تو ایسا کام کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا اور اگر کرنا بھی چاہوں تو کیوں کر کرسکتا ہوں۔ جامہ ندارم دامن از کجا آرم

آپنے نواب اسد اللہ خاں کے ٹرسٹی ہونے کے لئے جو تجویز کی ہے اس کی میں دل سے تائید کرتا ہوں اور ان کا اب تک میرے زمانہ سکرٹیری شپ میں ٹرسٹی نہ ہونا میرے لئے ایک داغ ہے جس کو اب ضرور مٹانا چاہیئے۔

خواجہ غلام الثقلین کے ٹرسٹی ہونے سے میں بھی متفق ہوں، ان کی لیاقت اور قابلیت میں تو کچھ شبہ نہیں، مگر وہ ایکسٹرمیسٹ ہیں، یعنی انتہائی درجہ پر پہونچے ہوئے ہیں۔ میں نے خود اُن سے ایک مرتبہ کہہ دیا تھا کہ آپ کی بعض تحریریں اور بعض رائیں ایسی سخت اور جادۂ اعتدال سے اس قدر گذری ہوئی ہوتی ہیں کہ اس سے ڈر لگتا ہے۔ نکتہ چینی اور اپنی اصلی رائے ظاہر کرنا تو اور چیز ہے، مگر اُس میں اعتدال نہ رکھنا اور اُس رائے کے نقصانات کو نہ دیکھنا بعض حالات میں بجائے فائدے کے نقصان کرتا ہے۔ مگر اُن کی قابلیت اور لیاقت ضرور اس کی مقتضی ہے کہ وہ ٹرسٹی بنائے جائیں۔ اور مجھے تو ان کے ساتھ دلی محبت ہے، اور مثل عزیزوں کے سمجھتا ہوں، آپ کی تحریر سے مجھے اتفاق ہے۔ مہدی علی

(۴۰)

علی گڈھ۔ ۲۰ اکتوبر ۱۸۹۵ء مشفقی محمد امین صاحب! مجھ کو بہت افسوس ہوا کہ تم کو سفارش کا خط لکھ دیا اور دستخطوں کے کاغذ تم کو گوشوارہ بنانے کے لئے دیدیئے آدھے گھنٹہ سے زیادہ کا کام نہ تھا اور مجھے اُمید تھی کہ صبح کو گوشوارہ تیار ملے گا، افسوس ہے کہ ویسا ہی ناتمام کاغذ تم چھوڑ کر چلے گئے اور دوپہر تک وہ کاغذات بھی مجھے نہ ملے، مجھے اس قدر غصہ آیا کہ میں نے چاہا کہ . . . . . . کو لکھدوں کہ میرے سفارشی خط پر تمہارے لئے کچھ نہ کریں، مگر خیر اس قدر سختی تو میں نے نہ کی، لیکن آیندہ تم مجھ سے کچھ اُمید نہ رکھنا؟ محسن الملک

(۴۱)

۲۰ مئی (بنام مولوی عبداللہ جان صاحب وکیل سہارنپور)

عنایت نامہ پہونچا میری طبیعت کا کیا حال پوچھتے ہو آپ سب صاحب میری جان کے دشمن ہو کہ جو آپ . . . . . . سے نجات نہیں دیتے آپ صاحبان سمجھ لیں کہ میرا رنج اور غم اور بیماری اب نہ جاوے گی جب تک میں کالج کا سکرٹری ہوں گا بہت گالیاں کھائیں بہت آفات سہے مگر اب نہ گالیاں کھانیکی طاقت ہے نہ اپنے معزز ٹرسٹیوں کی طرف سے باضابطہ ذلیل ہونیکی ہمت ہے اور نہ کالج کو جنگ و جدل کا اکھاڑہ بنانا منظور ہے ورنہ میں بھی سینہ میں دل اور مونہہ میں زبان اور ہاتھ میں قلم رکھتا ہوں چپ چاپ گالیاں سننا

اور اپنے آپ کو باضابطہ اور علانیہ ذلیل ہونا گوارا نہیں کر سکتا مگر کمبخت مسلمان کچھ ایسے ہی بدنام ہیں میں کچھ بولوں تو پھر وہی زمانہ آجاوے جو سید محمود کے زمانہ میں مرزا عابد علی بیگ صاحب نے پمفلٹ شایع کئے تھے۔ اس لئے بابا میں نالایق ہوں مجھے نہ قوم کا درد نہ کالج کا درد نہ اپنے عہدہ کی عزت کی پرواہ نہ لڑکوں پر رحم انگریز دل کا غلام اور بے ایمان مگر کیوں ایسے شخص کو رکھتے ہو خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ ایسی حالت پر پہنچ گیا ہے کہ برداشت نہیں کر سکتا۔

میں اس وقت ایک خاص وجہ سے مجبور ہو گیا ورنہ اب میں ایک دن کے لئے سکرٹیری رہنا منظور نہ کرتا اور اس کا مجھے رنج ہے اور سچ پوچھو تو یہی میری بیماری ہے اور میں بیماری کا مشکور ہوں کہ اس نے اس زمانہ میں بڑی مدد کی اور دشناموں اور گالیوں کے اکھاڑہ میں آنے سے روکا خدا میری بیماری کو میری مدد کے لئے قایم رکھے تاکہ سامنے گالیاں کھانے سے بچتا رہوں ؛ مہدی علی

(۴۲)

۱۳ مئی - والسن ہوٹل اینکس مکرمی! عنایت نامہ اور یاد آوری کا شکریہ قبول ہو۔ یہاں آکر طبیعت بہت بگڑ گئی اور علیگڈھ کی پریشانیوں کا خوب خمیازہ نکلا۔ دو روز کے لئے اچھا ہو گیا تھا اب پھر بخار آنے لگا۔ بڑی بات یہ ہے کہ طاقت سلب ہو گئی اور دل کمزور ہو گیا۔ اب تو بللٹ ر آزاد کیجئے فقط مہدی علی

شملہ نارتھ اوک (۴۳) یکم اکتوبر ۱۹۰۰ء

جناب مخدوم و مکرم بندہ۔ دو تین روز سے میں یہاں آگیا ہوں اور متعلق ریفارم مجوزہ کے گورنمنٹ کے خاص خاص حاکموں سے گفتگو ہو رہی ہے۔

منشا گورنمنٹ کا یہ ہے کہ جو تجویزیں آپ نے پیش کی ہیں ان پر کامل بحث اور کافی غور کیا جائے اور پبلک اپنی رائے آزادی کے ساتھ دے اور اس میں جو اصلاحیں معلوم ہوں ان کو پیش کرے تاکہ بعد آجانے تمام راؤں کے گورنمنٹ اس پر غور کر کے قطعی فیصلہ کرے مسلمانوں کے لئے نہایت نازک وقت کام کرنے کا ہے اور ان کو چاہئیے کہ گورنمنٹ کے منشاء کے

موافق اس کی تجویزوں کی نسبت اپنی اپنی رائے صاف صاف دیں اور متفق ہو کر متفقہ یادداشت پیش کریں۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے ذریعہ سے اس کام کا ہونا مناسب ہے اور جس طرح پر ڈیپوٹیشن کے وقت سب ہندوستان کے معزز مسلمانوں نے ملکر کام کیا تھا ویسا ہی اب ریفارم کے متعلق ملکر کام کرنا چاہیئے؛ کسی خیال خاص سے اختلاف کرنا اور اپنی طرف سے علٰحدہ علٰحدہ کارروائی کرنا مناسب نہ ہوگا۔ اس لئے میں آپ کی توجہ اس طرف چاہتا ہوں کہ جو تحریریں نواب وقارالملک بہادر سکریٹری مسلم لیگ کی طرف سے آپکے پاس پہنچیں ان پر آپ غور کریں اور ایک جلسہ میں اپنی تجویزیں بطور یادداشت کے تحریر کر کے ان کے پاس بھیجیں تاکہ بعد آجانے تمام راؤں کے پھر ایک یادداشت مرتب کی جاوے۔ اور کراچی میں جبکہ کانفرنس کا اجلاس ہوگا ان ہی دنوں میں کوئی ایک دن ان کے تصفیہ کے لئے مقرر کیا جائے اور جو آخری یادداشت گورنمنٹ میں بھیجنی قرار پائے گی وہاں مرتب کرلی جائے اس کام میں اگر ذرا غفلت یا تاخیر کی گئی یا کسی غلط خیال سے اختلاف کیا گیا اور ملکر کارروائی نہ کی گئی تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ایسا نقصان مسلمانوں کو پہنچے گا جس کی تلافی نہ ہو سکے گی۔

دوسرا امر لایق گذارش یہ ہے کہ یہاں آکر مجھے معلوم ہوا کہ بجائے اس کے کہ ایک بڑی مجلس کر کے شکریہ کا تار والسرائے کی حضور میں بھیجا جائے مناسب یہ ہے کہ مختلف مقامات میں جلسے کئے جاویں اور مختلف انجمنوں کے ذریعہ سے علٰحدہ علٰحدہ شکریہ کے تار والسرائے کے حضور میں بھیجے جاویں۔ اس کا اثر بھی اچھا ہوگا اور پبلک اور گورنمنٹ کو مسلمانوں کی دلچسپی کا یقین ہوگا اس لئے میں آپ سے چاہتا ہوں کہ آپ اس کا انتظام کریں اور نواب وقارالملک بہادر سکریٹری آل انڈیا مسلم لیگ اس کے متعلق آپ کو لکھیں گے اس کام میں غفلت نہ کرنی چاہئے ایک مسودہ تار کا جو تحریر کیا گیا ہے آپکے ملاحظہ کے لئے بھیجتا ہوں جو تار شکریہ کا آپ کی طرف سے بھیجا جائے اس میں بہ تبدیل الفاظ اگر ایسا ہی مضمون ہو تو مناسب ہوگا۔ آپ نہ صرف

اپنی انجمن کی طرف سے ہی تار بھجوائیے بلکہ دیگر انجمنوں کی طرف سے بھی جن کو آپ جانتے ہوں۔ اگرچہ لکھنؤ کی راہ سے آیا تھا مگر رات کا وقت تھا اس لئے آپ کو اطلاع نہیں دی اور اسٹیشن پر آنے کی زحمت سے بچایا۔ میری طبیعت بدستور ہے شاید یہاں کی آب و ہوا کچھ فائدہ کرے۔ مہدی علی

(۴۴)

(بنام مولوی بشیر الدین صاحب اڈیٹر البشیر اٹاوہ)

۱۴ ر نومبر ۱۹۰۱ء مکرمی بشیر الدین۔ میں تمکو بشارت دیتا ہوں کہ سر انٹونی مکڈانل نے اپنی ذات سے ۵۰۰ چلتے چلتے عطا کئے اب تو تمہارا غصہ کسی طرح فرد ہو گا جواب جو ایڈریس کا دیا گیا ہے وہ غور سے پڑھنے کے لائق ہے، اس کے دیکھنے کے بعد غالباً تمہارا اعتراض ڈیپوٹیشن لے جانے پر باقی نہ رہے گا۔ اس کا ترجمہ میں آپکے پاس بھیجوں گا تم ترجمہ نہ کرانا، اس کا ترجمہ عمدہ اور اچھا ہونا چاہیئے۔ محسن الملک

(۴۵)

علی گڈہ ۱۸۔ نومبر ۱۹۰۱ء مکرمی بشیر الدین۔ جو ذکر مجھ سے اور لاٹوش صاحب سے نسبت سکرٹری کے عہدہ کے آیا تھا اس کا اعادہ کسی سے نہ کیجئے گا۔ نہ اخبار میں کچھ اشارہ اُس کا درج کیجئے گا۔ اس لئے کہ آج لاٹوش صاحب کی چٹھی میرے نام آئی ہے اور ٹرسٹیوں کی رائے پر سکرٹری کے تقرر کو چھوڑتے ہیں، میرا نام بھی نہیں لیا۔ سید محمود صاحب اُن سے ملے اور انہوں نے خدا جانے کیا کیا کہا۔ بہرحال اس ذکر کو آپ اپنے تک محدود رکھئے اور اُمید ہے کہ آپنے ایسا ہی کیا ہوگا۔ اور ایسا ہی کرینگے۔ محسن الملک

(۴۶)

۲ ر اپریل مکرمی البشیر۔ ناانصافی ہوگی اگر رپورٹ آنے پر صرف رسید بھیجدوں۔ اور جو پانی آپنے میرے غصہ کی آگ پر ڈالا اس کا شکریہ ادا نہ کروں ابھی میں نے اپنی اسپیچ پڑھی جو آپنے دوسرے وقت کے اجلاس کے متعلق لکھی ہے اگر رپورٹ میں اور کچھ بھی نہ ہوتا تو یہی کارگذاری آپکے شکریہ ادا کرنے کے واسطے کافی تھی، خوب لکھی، خوب درست

درست کردی، شکر شکر شکر شکر شکر قبول ؛ محسن الملک

(۴۷)

۴ر فروری مکرمی ۔ خوب آگ لگائی اور سارے ہندوستان میں شہرت دیدی کہ کالج کے لڑکے عیسائی کئے جاتے ہیں، بھئی تمہاری شکایت نہیں تمہاری عقل کی ہے، بہرحال اب اس پر پانی ڈالئے ۔

(کچھ لڑکے قانون کے ۔ایک مشنری کے یہاں انجیل بخیال عمدہ ادب انگریزی کے پڑھتے تھے ۔آنریری سکرٹیری نے ممانعت کردی)

میں لکھنو جاتا ہوں غالباً ایک مہینہ باہر رہوں گا، پھر اپریل سے کالج کو الوداع کروں گا۔ چھ مہینہ کے لئے بمبئی جاؤں گا۔ نومبر دسمبر اگر دو مہینے طبیعت اچھی رہی تو آؤں گا اور آیندہ سالانہ اجلاس میں جبکہ سہ سالہ میعاد سکرٹیری کی ختم ہو جاویگی ہمیشہ کے لئے علی گڈھ سے رخصت ہونگا ؛

محسن الملک

(۴۸)

علیگڈھ ۔۴ فروری ۱۹۰۲ء بنام مولوی بشیرالدین صاحب

آیندہ اجلاس میں جبکہ سہ سالہ میعاد سکرٹیری کی ختم ہو جائے گی عید کے لئے علی گڈھ سے رخصت ہونگا میرا دماغ بیکار رہ گیا، ذیابیطس کا زور ہے ضعف بہت بڑھ گیا ہے اور کالج اور کانفرنس کا کام مجھ سے چل نہیں سکتا۔ بہ مجبوری چھوڑنا پڑا۔

محسن الملک

(۴۹)

بنام مرزا شجاعت علی بیگ صاحب کلکتہ

۵ر دسمبر علیگڈھ جناب من ۔ غالباً آپ دہلی تشریف لاویں گے اور کیمپ میں قیام فرمائیں گے ۔خوب سیر و تفریح کریں گے، مگر یہ فرمائیے کہ قومی کانفرنس میں بھی کچھ حصہ لینگے یا اُسے خدا پر چھوڑ دینگے، اگر آپ ذرا توجہ فرمائیں تو سو پچاس آدمی اس کے ممبر ہو سکتے ہیں جن کو پانچ پانچ روپیہ فیس ممبری دینے چنداں گراں نہوں گے، اور کانفرنس کو اس سے بہت مدد مل سکتی ہے۔ دوسرے یہ کہ آپ کانفرنس میں تشریف لاوینگے یا نہیں دربار اور سرکاری

تقریبات اس کثرت سے ہونگی، کہ عدیم الفرصتی کا عذر ہوسکتا ہے مگر آپ سے شخص کو ایسا عذر زیبا نہ ہوگا نہ آپ کا یہ عذر سنا جا دیگا آپ کو پہلے اجلاس میں جو ۲۷ دسمبر کو دس بجے دن کے ہوگا شریک ہونا ضرور ہے مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے اپنا ممبر ہونا بھی منظور فرمایا ہے اور حصہ فیس ممبری کے سکرٹری لوکل کمیٹی دہلی کے پاس بھیجدئے ہیں کہ نہیں اگر نہ بھیجے ہوں تو اب بھیجدیجئے آپ کا ممبر نہونا بہت ہی افسوس کے قابل ہوگا۔ کارونیشن کا ایڈریس تو ہز اکسلنسی وائسرائے نہ لینگے انہوں نے جواب دیدیا مگر خدا نے شرم رکھ لی اس لئے کہ کسی نے ایک روپیہ بھی چندہ میں نہ دیا، اگر ایڈریس دینا قرار پاتا تو روپیہ کہاں سے آتا چارسو روپیہ کے قریب تاروں اور چھپوائی انتشارات و روئداد وغیرہ میں صرف ہوئے کسی نے ابتک کچھ نہ دیا؟

(۵۰)

علیگڈھ ۱۹۰۳ء بنام انوار احمد صاحب زبیری مارہروی

عزیزی انوار احمد۔ تمہارے تار اور خطوط ملے۔ کالج اور کانفرنس اور ہمارے جملہ کاموں کے متعلق جو عمدہ اور مفید خیالات اہل رنگون کے دلوں میں تم نے پیدا کئے دل سے تمہارے لئے دعا نکلتی ہے۔

مسٹر سلیمان اور مسٹر جمال کے خطوط اور تار بھی میرے بلانے کے آئے۔ مگر تم دیکھو کہ یہ دن میرے گھر سے نکلنے کے ہیں۔ آئے دن بیمار رہتا ہوں بیگم صاحبہ کی طبیعت حد درجہ خراب ہے اٹاوہ میں بڑے بھائی بیمار ہیں، یہاں علیگڈھ میں طاعون پھیلا ہوا ہے اس حالت میں رنگون کا سفر کیا تم نے میرے لئے آسان سمجھ لیا ہے اور کیا تم یہ یقین کئے بیٹھے ہو کہ میں تمہارے دو چار خطوں اور تاروں کے بھروسہ پر چل کھڑا ہوں گا۔ ادھر لکھنؤ میں کانفرنس کرنے کا ارادہ ہے ناچارہ سے بڑی کوشش کے بعد مس ہزار کا وعدہ ہوا ہے، راجہ جہانگیر آباد اور راجہ محمود آباد کو مائل کرنے کی علحدہ، بیر ہو رہی ہے اور اودھ سے دوسری بہت سی امیدیں ہیں؟

ان سب امیدوں سے قطع نظر کر کے اگر میں رنگون گیا اور وہاں سے جیتا

لوٹا تب جانوں گا کہ دوبارہ زندگی پائی۔ بہرحال اودھ کی تمام اُمیدوں کو ترک کر کے صرف تمہارے بلانے اور اصرار کرنے سے محض اس لئے کہ تم نے اتنے دور دراز مقام پر پہنچکر کالج کی بہبودی کے لئے کوشش کی ہے رنگون آتا ہوں میرے ساتھ ایک ڈاکٹر مولوی شاہ سلیمان پھلواری والے اور مولوی بشیر الدین بھی ہونگے، خدمت گار علحدہ۔ روانگی کی اطلاع تاروں کے ذریعہ سے دوبارہ دوں گا۔ اب دیکھتا ہوں وہاں سے کیا ملے گا۔ اگر تیس ہزار بھی نہ ملے تو ہم بڑے گھاٹے میں رہینگے۔ تمہارا شکر ادا کرنے کو جی نہیں چاہتا لیکن جو کچھ وہاں سے ملیگا میں یہ سمجھوں گا کہ تم نے دیا اور دلایا! محسن الملک

(۵۱)

۲۴ اگست ڈیر ابوالحسن۔ آپ کی کارروائی سے میں بہت خوش ہوں، بہت اچھا کام آپ کر رہے ہیں۔ اور سب کام وقت پر ہو جاتے ہیں۔ موسیٰ خاں صاحب کا خط آیا اُس کا جواب لفوف ہے۔ آفتاب نے جو نوٹ بھیجے تھے وہ درست ہیں۔ اور مجھے اس سے اتفاق ہے۔ آج سید حسین صاحب بھی آگئے وہ بھی اُسے پسند کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ آفتاب[۲] اور وہ یکجا ہوتے۔ اگر اُن کی رخصت زیادہ ہوتی تو وہ ضرور وہاں چلے آتے۔ آج انہوں نے آفتاب کو تار بولانے کا دیا ہے۔ مگر مجھے معلوم ہے کہ وہ نہیں آسکتے اب اُن سے میموریل لکھوا کر وہاں بھیجدوں گا تاکہ آفتاب وغیرہ اُسے دیکھ لیں۔

آفتاب ایک راستباز راست گو صاف دل ہونے کے علاوہ میرے سچے دوست ہیں، اس لئے میں انکی باتوں سے کبھی خفا تو ہو جاتا ہوں۔ اور اُسے اُن پر ظاہر کر دیتا ہوں، مگر یہ سمجھ کر کہ جو کچھ وہ کہتے ہیں نہایت نیکدلی اور راستبازی سے کہتے ہیں ان کی نسبت دوسرا خیال نہیں کرتا وہ ابھی جوان ہیں اور پرجوش ہیں اسلئے بڈھوں کے اعتدال اور مصلحت یا دھیمی چال کو وہ کمزوری بلکہ بزدلی اور خوشامد سمجھتے ہیں۔ دس برس کے بعد وہ ایسے بڈھوں کو کبھی نہ پاویں گے اور تو تعلیم یافتہ، بہادر اور قوی دل اور قوم کے شیدائی اور فدائی اُن کو بہت ملیں گے اور اپنے پر زور ہاتھوں سے قوم کی رسّی کو ایسے زور سے کھینچینگے کہ سب لوگ اُن کے دست و بازو کی قوت دیکھ کر آفرین

[۱] عمادالملک ۱۲ [۲] آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب ۱۲

کریں گے مگر اندیشہ ہے کہ رسّی ٹوٹ جاویگی اور شیرازہ بکھر جاویگا۔ یہ خط میرا اُن کو دکھا دینا فقط

(۵۲)

مہدی علی

علیگڈھ ۔ ۹ ستمبر جناب مخدوم مکرم بندہ مولوی نظام الدین حسن صاحب ۔ تسلیم ۔ آپ بھوپال پہنچ گئے اور ہم کو خبر تک نہ کی یہ تو بتلائیے کہ آپ وہاں کس عہدہ پر گئے ہیں اور کیا کام سپرد ہوا ۔ اور تنخواہ بھی کچھ بڑھی یا نہیں آپکے وہاں رہنے سے مجھے بہت خوشی ہوئی نہ صرف آپ کی ذات کے لئے بلکہ کالج کی امداد کی موہوم اُمید پر ۔ اگرچہ دل خدا نے آپ کو بہت اچھا دیا ہے اور آپ کا دست کرم بھی کشادہ ہے اور اپنی ذات سے آپ کالج کی بہت مدد کرتے ہیں مگر دوسرے سے دلانے کی نہ عادت ہے نہ اس جھنجال میں آپ پڑنا پسند کرتے ہیں ۔ مگر پھر بھی وہاں پہنچ جانے سے ہم اپنا کام آپسے کچھ نہ کچھ نکال ہی لیں گے اور بمبئی آتے جاتے ایک روز کے لئے وہاں ٹھہرنے کا بھی موقع ملیگا ۔ اب ضرورت اس کی ہے مسلمانی ریاستوں سے پوری مدد حاصل کی جائے اور خدا اُس کے کچھ سامان بھی مہیا کرتا جاتا ہے سب ٹرسٹیوں نے آپ کی درخواست منظور کر لی ہے کہ جو شرائط آپ چاہتے ہیں اُن شرائط پر آپ کا پانچ ہزار روپیہ لینا منظور کیا جائے لیکن بعض ٹرسٹیوں نے یہ لکھا ہے کہ ٹرسٹیوں کی طرف سے منظوری اور سکرٹیری کی طرف سے باضابطہ تحریر کا ہونا کافی ہے اسٹامپ پر لکھنے اور رجسٹری کرانے کی ضرورت نہیں ہے میں بھی رجسٹری کو فضول سمجھتا ہوں اس پر بھی اگر آپ کی رائے ہو تو رجسٹری میں مجھے کچھ عذر نہیں ہے مگر نظیر بری قایم ہوگی جواب اس کا جلد عنایت کیجئے کہ مطابق آپکے ارشاد کے عمل کیا جائے ! محسن الملک

(۵۳)

مدرسۃ العلوم علی گڈھ ، ۷ ؍ جنوری ۱۹۰۵ء جناب مخدوم مکرم بندہ مولوی نظام الدین صاحب ۔ آپ کا ڈاکٹ مورخہ ۱۲ ؍ جنوری ۱۹۰۵ء میری عرضی کے جواب میں پہنچا ۔ یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ جو کوئی عرضداشت بھیجے گا اُس کا جواب بیگم صاحبہ کی طرف سے ملے گا آپ کو اس قسم کی ہدایت کرنے کی ضرورت نہ تھی ۔ کیا وہاں جا کر آپ اخلاق بھی بھول گئے اور کیا میری تحریر کو آپ یہ سمجھے کہ میں وہاں کسی ذاتی غرض سے آنا چاہتا ہوں ، آپ معاف فرماتے جو پہلے میں نے

آپ کو لکھا تھا اس سے آپ کو تکلیف ہوئی؟ محسن الملک

(۵۴)

جناب مخدوم مکرم بندہ مولوی نظام الدین حسن صاحب۔ تسلیم مصطفےٰ حسین کے خط سے معلوم ہوا کہ بھوپال میں اُن کو کامیابی ہوئی اور کانفرنس کے لئے چندہ بھی ملا اور امید ہے کہ ہز ہائی نس عالی جناب بیگم صاحبہ بھی مدد کریں گی اور آپ کے واپس آنے پر اس کا اعلان ہونے والا تھا، چونکہ اب آپ تشریف لے آئے ہیں اس لئے میں یہ عریضہ لکھتا ہوں کہ اب براہ مہربانی حضور عالیہ سے ایک معقول رقم دلوائے اور چونکہ آپ ہمیشہ خود مدد کیا کرتے ہیں اور بڑی بڑی رقمیں دیتے ہیں اور آپ ہی کی مہربانی سے ہز ہائی نس نے بارہ سو روپیہ تعلیم نسواں کے لئے مقرر کر دئے ہیں اس لئے مجھے آپ کو تکلیف دینے کی ضرورت نہ تھی مگر سبب مجھے کانفرنس کی حالت نے اس قدر لکھنے پر مجبور کیا ہو کانفرنس بالفعل قرضدار ہے اور بمبئی اور لکھنؤ کی لوکل کمیٹیوں نے کچھ روپیہ نہیں دیا اور اب کے ایجنٹ کانفرنس کے لئے بھیجے گئے تھے ان کو بھی کچھ نہیں ملا۔ میں بمبئی اور مدراس سے کانفرنس کے لئے کچھ چندہ جمع کرنے کی غرض سے علیگڈھ سے نکلا تھا مگر یہاں آکر بیمار ہو گیا اور بیمار بھی ایسا سخت کہ کچھ کام نہیں کر سکتا۔ دو ہفتہ سے تو میں کمرہ سے باہر نہیں نکلا۔ جب چلنا پھرنا ہو تو چندہ کیوں کر مل سکتا ہے۔ اس لئے خاص ضرورت ہو کہ کہیں سے کوئی بڑی رقم کانفرنس کو مل جائے۔ مجھے آپ سے بہت اُمید ہے اور پورا یقین ہو کہ آپ کی ذرا سی کوشش سے ہز ہائی نس معقول رقم عطا فرمائنگی خصوصاً شادی کی مبارک تقریب پر میں آپ کو ہرگز تکلیف نہ دیتا اگر کسی اور طرح یہ کام نکلتا معلوم ہوتا۔ جو لڑکے ڈپوٹی ڈپیوٹیشن میں بنگلور گئے تھے ان کو بہت اچھی کامیابی ہوئی چار ہزار روپیہ کا عام چندہ ہوا اور دو ہزار روپے گورنمنٹ میسور نے دئے۔ کم سے کم اتنا تو آپ ہم کو یہاں سے دلوائے؟ محسن الملک

(۵۵)

علی گڈھ بنام میر دبیر منشی سید منصب علی صاحب معتمد خاص سرکار عالیہ

۵۹

مخدوم و مکرم بندہ ۔ بعد سلام نیاز کے التماس ہے کہ مجھے بعض دوستوں نے صلاح دی ہے کہ کالج کی مدد کے لئے حضور عالیہ ہر ہائی نس بیگم صاحبہ سے درخواست کی جائے کہ وہ ڈیپوٹیشن آنے کی اور کالج کے حالات سننے کی اجازت دیں اور کچھ مدد فرمائیں اگر ہر ہائی نس اجازت دیں تو میں خود اس ڈیپوٹیشن میں شریک ہوں مگر میں بغیر آپ کی صلاح کے ایسی جرأت نہیں کر سکتا اس لئے میں آپ سے پرائیویٹ طور پر پوچھتا ہوں کہ ایسی درخواست کرنا مناسب ہے کہ نہیں ۔ اس وقت کالج کی طرف ہز اکسلنسی لارڈ کرزن اور تمام حکام کی نہایت توجہ ہے اگر حضور عالیہ اپنی قومی کالج پر توجہ کریں تو نہایت ناموری ہوگی اور حضور عالیہ کی عالی دماغی کا ثبوت ہوگا ۔

آپ سے بہتر کون شخص جان سکتا ہے کہ اس سے کیسے فائدے آیندہ حاصل ہو سکتے ہیں ، قوم میں ناموری اور شہرت اور پبلک کے دلوں میں سچی محبت اور عزت انہیں باتوں سے پیدا ہوتی ہے اور گورنمنٹ پر جو ایسی باتوں سے اثر ہوتا ہے وہ بھی آپ سے پوشیدہ نہیں بالفعل اگر زیادہ زر نقد عطا کرنے کا موقعہ نہ ہو تو عربی تعلیم کے لئے ماہانہ مدد حضور عالیہ اچھی طرح فرما سکتی ہیں ہمارا کالج اگرچہ مسلمانی کالج ہے مگر عربی کی تعلیم اچھی نہیں ہوتی ، اس کے لئے نہایت اعلیٰ درجہ کے عالم درکار ہیں اور پڑھنے والوں کے لئے وظیفہ دینے کی ضرورت ہے اس صیغہ کے اچھی طرح پر چلانے کے لئے بالفعل ساڑھے سات سو روپیہ ماہوار درکار ہیں اگر اس میں کا نصف حصہ یا جس قدر مناسب ہو حضور عالیہ عطا فرمائیں ۔ تو ان کے نام سے عربی ڈپارٹمنٹ قایم ہو سکتا ہے ۔ بہر حال میں اس وقت خانگی طور پر آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ڈیپوٹیشن کے آنے کی درخواست کی جائے یا نہیں آپ خانگی طور پر اس کا جواب دیں ! محسن الملک

(۵۶)

جناب مخدوم مکرم بندہ منشی منصب علی صاحب ۔ تسلیم

شد مدتے کہ گفت و شنو با تو روند او اے بے نصیب گوش وو سے بے قرا لبم

میں نے جو عریضہ آپ کی خدمت میں بھیجا تھا اس کے جواب سے اب تک محروم ہوں ، مجھ

اندیشہ تھا کہ آپ کو کچھ ملال یا رنج ہوگا۔ مگر جو لوگ بھوپال سے آئے اُون کی باتوں سے یہ خیال تو جاتا رہا۔ اس لئے کہ مجھے معلوم ہوا کہ آپ کی مہربانی بدستور ہے۔ اور جو عمدہ خیالات آپکے مجھے اُن میں بھی کچھ فرق نہیں آیا۔ مجھے افسوس ہے کہ ۔ ۔ ۔ ۔ سے وہ اُمید پوری نہ ہوئی جو مجھے تھی اور آپکے ساتھ مخلصانہ تعلقات رکھنے کے لئے جو کچھ میں نے نصیحتیں اُن کو کی تھیں جیسے اُن کو ہمیشہ خانگی خطوں میں لکھا اور اب زبانی بھی بہت کچھ کہا ہے اگر نوجوانی اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے کچھ غلطیاں اُن سے ہوئی ہوں تو آپ معاف کیجئے اور پھر ان کو ایک موقع آپکے ساتھ خودرانہ برتاؤ کر نیکا دیجئے۔ مگر آپ یقین کیجئے کہ میں بھوپال میں صرف آپ کو اپنا سمجھتا ہوں اور ہمیشہ آپ ہی کو اپنا دوست اور مددگار سمجھتا رہوں گا۔ اور میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ آپکے خیالات بھی میری نسبت نہایت عمدہ ہیں یہ تو آپ جانتے ہیں کہ مجھے کوئی ذاتی غرض نہیں ہے، البتہ کالج کے لئے ہمیشہ تکلیف دینے کی ضرورت رہی ہے اور رہے گی اور اُس کے لئے سب سے بڑی اُمید آپسے ہے اور الحمدللہ کہ آپ ویسی ہی اب تک مدد دیتے ہیں، جیسی کہ اب تک دیتے رہے ہیں۔

میں دو قطعہ اپیل مطبوعہ کے آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ اُن کے دیکھنے سے آپ کو موجودہ ضرورت کی کیفیت معلوم ہوگی، یہ موقع آپ کی خاص مدد کرنے کا ہے ابتک جو توجہ ہر ہائنس نے کالج کی نسبت ظاہر فرمائی ہے اُس کا شکر یہ ادا نہیں ہو سکتا۔ مگر اسوقت تک کوئی سالانہ گرانٹ خاص کالج کے لئے ریاست سے مقرر نہیں ہوئی۔ اگرچہ سو روپیہ ماہوار زنانہ اسکول کے لئے جو دی جاتی ہے وہ بھی علی گڈھ ہی کے مقاصد کے لئے ہے اگر اس وقت سائنس کی تعلیم کے لئے ریاست سے معقول ماہانہ گرانٹ مقرر ہو جاوے تو عزت رہجائے ورنہ یادگار قایم ہونا مشکل ہے اور اگر مدد نہ ملنے کی وجہ سے یادگار قایم نہ ہوئی تو پھر ایسا موقع ہاتھ نہ آئے گا۔ اور ہمیشہ کے لئے شرم اور ذلت نصیب ہوگی۔ اگر آپ مناسب سمجھیں اور ہر ہائنس پسند فرمائیں تو میں خود حاضر ہونے کے لئے آمادہ ہوں۔

چونکہ وقت بہت کم ہے براہ عنایت اس عریضہ کا جواب جلد عنایت فرمایئے۔

محسن الملک

خط نمبر (۵۷) بنام حاجی محمد موسیٰ خاں صاحب چیف ٹرسٹی خط نمبر (۵۷)

۱۳ جولائی ۔ بمبئی

جناب مخدوم و مکرم بندہ حاجی صاحب!

آپ کا والا نامہ ۲۲ جون کا لکھا ہوا دفتر سے آج میرے پاس آیا۔ اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں،

مجھ سے زیادہ کوئی اُن حالات کو نہیں سمجھتا جو اب کالج کے متعلق درپیش آئے ہیں، اور ٹرسٹیوں کو اب اپنی پوری ذمہ داری کا خیال ہوا ہے، یہ تو کالج کے لئے اور کالج کے بہی خواہوں کے لئے مبارکباد دینے کی بات ہے کہ اب ٹرسٹی اپنے فرائض سمجھیں، اور ہر چھوٹی بڑی بات کو خوب غور سے دیکھیں اور نگرانی کریں اور صلاح و مشورہ دیں اور سکریٹری اگر ایماندار اور سچا خیر خواہ کالج کا ہے تو اس کو خوش ہونا چاہئیے کہ ٹرسٹیز کالج کی ہر بات کو دیکھیں اور جانچیں اور دیکھیں کہ سکریٹری اپنا کام ٹھیک کرتا ہے یا نہیں، میرے نزدیک نہ اصولاً نہ قانوناً سکریٹری کو خود مختار ہونا چاہئیے اس کی حیثیت سکریٹری کی ہونی چاہئیے کہ ٹرسٹیوں کے بغیر مشورے اور پابندی قانون کے کوئی کام نہ کرے جہانتک میرا ذاتی تعلق ہے اور جتنے دن میں اس کام پر رہوں گا میں اپنی ... ... ذمہ داری سے بچا اور عام پبلک کی تشفی کے لئے آئیندہ اسی اصول پر کام کروں گا اور نہایت احتیاط رکھوں گا۔

مگر حاجی صاحب درحقیقت میں اب کام کے لائق نہیں رہا۔ بہت ضعیف ہو گیا ہوں اگر کچھ دنوں خدمت کر سکتا ہوں تو ایسی حالت میں کہ خود مختاری سے کوئی کام نہ کروں، اور ضابطہ، قاعدہ اور ٹرسٹیوں سے مشورہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھوں اور خدا نے چاہا تو جتنے دن میں یہ کام کر سکتا ہوں ایسا ہی کروں گا۔ اور اب یہ وقت نہیں ہے، کہ پچھلے معاملات اور پچھلی کارروائیوں کا ذکر کروں کہ کیا اسباب پیش آئے اور کیا حالات تھے جن سے وہ نتیجے پیدا ہوتے جو سب نے دیکھے، میری نوجوان بے جا اور زندگی سخت تھی جو بچ گیا۔ ورنہ مجھے حاجی صاحب

وہ روحانی صدمہ ہوا کہ بلا مبالغہ اپنی عمر میں کبھی نہ ہوا تھا۔ میری ساری محنت برباد گئی۔ میری ساری عزت جاتی رہی۔ میری نسبت باضابطہ اور علانیہ وہ الزام لگائے گئے کہ ایک باعزت آدمی کے شرمانے کے لئے کافی تھے کاش میں مرجاتا اور کالج کو منہ نہ دکھاتا تو بہت اچھا ہوتا۔ مگر ابھی قسمت میں آخری عمر میں کچھ اور سننا اور دیکھنا منظور ہے۔ کہ پھر آتا ہوں اور چند روز کام کرنا اور رنج اور صدمہ اٹھانا پڑے گا۔ آخر میں ان مہربانی بھرے الفاظ کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جو آپ نے میری نسبت ظاہر فرمائے ہیں ورنہ من آنم کہ من دانم۔ فقط مہدی علی

(۵۸)

منجانب نواب محسن الملک بہادر بنام طلباء مدرسۃ العلوم[۱]

(۱) تمہارا خط آیا، تم مجھ سے ملنے کی خواہش کرتے ہو۔ غالباً جو جھگڑا اس وقت پیش ہے اس کے متعلق کچھ کہنا ہوگا، مگر میں تم لوگوں کی کل کارروائی پر نہایت متاسف اور بہت غمگین ہوں، شریف و سعید لڑکوں سے جیسا کہ میں اپنے نزدیک تم کو سمجھتا تھا اُن نالائق حرکتوں کے عمل میں لانے کی اُمید نہ تھی جیسی کہ کل شب کو تم لوگوں سے ظہور میں آئیں، تمہاری کل کی حرکت نے میری تمام امیدوں کو خاک میں ملا دیا اور میری ساری محنت کو برباد کر دیا اور جو تقویت اور ہمت مجھے تمہارے عمدہ کیرکٹر، عمدہ تعلیم و تربیت اور تمہاری خوبیوں کی شہرت اور ناموری سے ہوتی تھی۔ اور جو مجھے اس پیرانہ سالی میں کام کرنے، گھر گھر مارے مارے پھرنے اور گداگری کی کشکول ہاتھ میں لئے پھرنے سے ہوتی تھی وہ سب میرے دل سے جاتی رہی، میں سمجھ گیا کہ مسلمانوں میں صلاحیت کا مادہ باقی نہیں رہا ہے اور

---

[۱] ۱۹۰۷ء میں طلبائے کالج نے پرنسپل اور یورپین اسٹاف کے سخت برتاؤ کے سبب سخت اسٹرائک کی تھی اس موقع پر یہ خطوط لکھے تھے۔

ان کی عمدہ حالت پیدا کرنے کا خیال بوالہوسی ہے۔ جس طرح تم کل پرنسپل پروفیسروں اور استادوں سے پیش آئے میں نے اب تک کسی کالج اور کسی مدرسہ کے شریر سے شریر لڑکوں کی نسبت ایسا کرتے ہوئے نہیں سنا۔ اگر میں بھی اس وقت آتا تو غالباً مجھ سے اسی طرح پیش آتے اور مجھ پر تحقیر کے نعرے بلند کرتے۔ بلکہ اینٹ پتھر بھی پھینکتے۔ میں غلطی سے ابتک اپنے آپ کو تمہارا بزرگ اور تم سب کو اپنا عزیز فرزند سمجھتا تھا اور مجھے اس پر ناز تھا کہ وہ محبت جو میرے دل میں تمہاری ہے اس کا اثر تمہارے دلوں پر بھی ہے۔ مگر افسوس میرا خیال غلط نکلا۔ میں تمہارے نزدیک انگریزوں کا خوشامدی اور کالج اسٹاف کا ایک مطیع فرمانبردار ہوں۔ اور تم میں سے بعض علانیہ کہتے ہیں کہ تم کو مجھ پر کبھی بھروسہ نہیں ہے، ایسی حالت میں تم کیوں میرے پاس آنے کا یا بلانے کا ارادہ رکھتے ہو۔ اور مجھ سے کیا چاہتے ہو۔ کیا بعد اس کے کہ تم اپنے استادوں سے نہایت گستاخانہ پیش آئے مجھ سے امید رکھتے ہو کہ میں تمہاری تائید کروں گا اور ایسی ذلیل حرکتوں پر تمہارا پشت پناہ ہوں گا۔ اور اب تم کیوں آتے ہو آنے کا وقت گذر گیا جب تک یہ ناگوار واقعات پیش نہ آئے تھے اور تین روز ہوئے جب میں لکھنؤ سے واپس آگیا تھا وہ وقت البتہ آنے اور اپنے حالات اور شکایات سنانے کا تھا اس وقت تم نے خودمختیاری اور خودسری کی اور جو نہ کرنا تھا وہ کیا۔ اب ناحق تکلیف کرنے کا ارادہ کرتے ہو۔ میں جیسا کہ اب تک تم کو اپنا عزیز اور اپنے آپ کو تمہارا بزرگ اور بجائے باپ کے سمجھتا تھا۔ اور میرا دل تمہاری محبت سے بھرا ہوا تھا۔ وہ تمہاری حیرت انگیز اور رنجدہ حرکتوں سے جاتا رہا۔ اب میں کالج میں سکریٹری ہوں اور تم طالب علم ہو اور دوسرا کوئی رشتہ اب میرے اور تمہارے درمیان باقی نہیں رہا۔ تم اب کالج کو اپنا سمجھتے ہو اور کالج تمہاری ملکیت ہے اور تم نے مورچہ بندی کر رکھی ہے اور برہمی پیدا کر رہے ہو باہم جلسے کرتے ہو۔ رزولیوشن پاس کرتے ہو اور جو کچھ جی میں آتا ہے کرتے ہو ایسی حرکتوں پر غالباً تم خوش ہوتے ہو ایسی حالت میں جبکہ نہ کوئی تمہارا ملجا ہے نہ ماویٰ نہ کسی کو اپنا مربی اور سرپرست سمجھتے ہو کیوں مجھ سے ملنے کا خیال پیدا ہوا ابھی تمہارے دماغ میں نوجوانی کے غلط خیالات

جوش زن میں اور زہریلی ہوا جو آج کل چل رہی ہے اُس کا اثر تم پر بھی پہنچ گیا ہے، ابھی تم وہی کرتے رہو جو کرتے رہے ہو، چند روز کے بعد جب یہ طفلانہ جوش جاتا رہیگا تب تم سمجھو گے کہ ہم نے کیا کیا اور اپنے ساتھ خود کیا بھلائی کی، تم ابھی انتظار کرو۔ میں بھی انتظار کر رہا ہوں، تم کو معلوم ہے کہ میرا دروازہ ہمیشہ تمہارے لئے کھلا رہتا تھا، اور تم کو دیکھکر درحقیقت ویسی ہی مجھے خوشی ہوتی تھی جیسی کہ اپنے عزیز بچوں کو دیکھکر کسی بوڑھے باپ کو ہوتی ہے۔ مگر تم نے اس کی بہت اچھی قدر کی اور اس بڑھاپے میں میری محنت اور محبت کا اچھا صلہ دیا۔ میں تم سے صاف صاف کہتا ہوں کہ تم نے میرا دل توڑ دیا اور میری سب تمنائیں اور آرزوئیں خاک میں ملا دیں تم جو چاہو کرو اور جو کچھ اب تک نہ کیا ہو اور جو جوش دل میں ہو وہ سب پورا کر لو میرے پاس آنے اور میری باتیں سننے کی اب تم کو خوشی نہ ہوگی۔ اس لئے آنے کا خیال نہ کرو۔ اور اپنے دل کے حوصلے جو باقی ہیں وہ دل کھول کر نکال لو۔ محسن الملک

(۵۹)

بنام طلبائے مدرسۃ العلوم

(۲) میرے پیارے عزیز طالب علمان مدرسۃ العلوم! اگرچہ جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا اور جو کچھ مجھے اور ٹرسٹیوں کو باضابطہ کرنا تھا وہ کر دیا اب کوئی موقع نصیحت اور ہدایت کا باقی نہیں رہا جتنے ٹرسٹی باہر سے آئے تھے وہ جہاں تک ان سے ممکن تھا اپنا فرض ادا کر گئے اور جو کچھ ان کو سمجھانا تھا وہ سمجھا کر مایوس اور شکستہ خاطر واپس چلے گئے اور آخری فیصلہ جس میں ذرا بھی ترمیم نہیں ہو سکتی لکھ کر تمہاری اطلاع کے لئے بھیجدیا گیا اب تم کو سمجھانا اور سکھانا نہ مناسب ہے نہ مفید نہ اس کی ضرورت ہے مگر میرا کمبخت دل نہیں مانتا۔ اور جو مصیبت تمہارے اوپر آنے والی ہے اور جسے دو روز کے بعد تم سمجھو گے اس کے خیال سے میری طبیعت نہیں مانتی کہ آخری الوداع کرتے ہوئے تم کو تمہاری غلطیوں پر متنبہ نہ کروں اور جس آگ میں تم گر رہے ہو اس میں گرنے سے نہ روکوں، اس لئے یہ چند سطریں لکھتا ہوں اگرچہ

اندیشہ ہے کہ تم اس جنون کی حالت میں جو اس وقت تمہاری ہو رہی ہے نہ سنو گے اور نہ مانو گے بلکہ کچھ اور غلط خیالات پیدا کرو گے، بہر حال کچھ ہو میں آخری رخصت کرتے وقت تم کو تلقین سُناتا ہوں جو مردے کو قبر میں رکھتے ہوئے اکثر مسلمان سُنایا کرتے ہیں گو مردہ سُنے یا نہ سُنے۔

میرے عزیزو تم پاگل ہو گئے ہو تمہارے سر پر بدنصیبی اور ادبار کا بھوت سوار ہے، تمہاری عقل جاتی رہی ہے۔ تم جاہلوں سے بڑھ کر ضدی ہو رہے ہو مگر میری بات سنو اور دل سے سنو کہ بہت جلد دو چار دن میں تم کو اپنی غلطی معلوم ہو جاوے گی۔ تم نادان بچے نہیں ہو۔ تم جاہل نہیں ہو۔ تم شریر اور مفسد نہیں ہو تم کو صرف اپنی حالت کی نسبت چند شکایتیں ہیں۔ مگر لوگ سمجھتے ہیں کہ تم کانگرس میں شریک ہو گئے ہو۔ تمہارے دلوں میں انگریزوں کی نسبت اچھے خیالات نہیں ہیں۔ تم گورنمنٹ کی نسبت اچھے خیالات نہیں رکھتے ہو یہاں تک کہ تمہاری طرف سے انگریزوں کی جان پر حملہ کرنے کا خوف پیدا ہو گیا ہے۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ انگریزوں اور گورنمنٹ کی نسبت تمہارے خیالات ویسے ہی پاک اور عمدہ اور شریفانہ ہیں جن کا اب تک تمہاری نسبت عموماً خیال کیا جاتا تھا۔ تم کو شرم اور رنج کرنا چاہئے کہ بعض تمہاری غلطیوں یا غلط فہمیوں اور غلط کاریوں سے تمہاری نسبت ایسے غلط خیال پیدا ہو جاویں۔ تم کو ڈوب مرنا اور زہر کھا کر مر جانا چاہئے کہ تمہاری نسبت لوگوں کو ایسے شبہات پیدا ہوں اور تمہاری نسبت ایسے غلط خیالات پیدا ہونے سے ساری قوم مشتبہ ہو اور سید مرحوم کی پنجاہ سالہ کوشش برباد جاوے۔ افسوس صد افسوس ایسی کیا آفت تم پر آئی اور ایسا کیا ظلم تم پر کسی نے کیا کہ تم ایسے دیوانے ہو گئے ہو اور ایسی تہمتیں اپنے ذمے پیدا کر رہے ہو۔ تم پر خبیث روح کسی موذی شیطان کی چھا گئی ہے، تمہاری آنکھیں سیاہ، تمہارے کان بہرے ہو گئے ہیں کہ تم ایک بات بھی نہیں سنتے چار روز ہو گئے کہ میں تم کو سمجھا رہا ہوں باہر سے ٹرسٹی جو تمہارے باپ کے برابر تمہارے چاہنے والے ہیں اپنا کاروبار چھوڑ کر یہاں آئے

وہ دن اور رات تم کو سمجھاتے رہے، تم نے نہ مانا، نہ مانا اور وہ آخر نا امید ہو کر چلے گئے۔ یہ تمہاری عقلمندی نہ تھی بلکہ نہایت حماقت اور نالائقی، ان باتوں کو سن کر کوئی تمہیں سعید نہ کہے گا بلکہ نہایت نالائق اور بدنصیب کہے گا، خود تمہارے والدین تم پر ملامت کریں گے اور تمہاری اس روش پر تمہاری صورت دیکھنا پسند نہ کریں گے۔ کیا سوائے دلی محبت اور پدرانہ شفقت کوئی اور وجہ ہے جو میں نے تمہارے سمجھانے کی اس قدر کوشش کی اور باوجود آخری اور مطلق فیصلہ ہو جانے کے پھر اس وقت کہ ساری دنیا آرام سے سو رہی ہے اور میں ستر برس کا بوڑھا بیمار بارہ بجے رات کے تم کو یہ آخری تلقین سنا رہا ہوں۔ اور کمبخت دل سے تمہاری محبت نہیں جاتی۔ اور وہی تکلیف دے رہی ہے۔ میرے نالائق فرزند! سنو اور دل کے کان کھول کر سنو کہ میں تمہارا سچا دوست اور تمہارا دل سے بہی خواہ اور باپ کے برابر تمہارا چاہنے والا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ تمہاری مصیبت تمہارے سر پر آ رہی ہے۔ اور تم نے اپنی حماقت سے اپنی معقول اور واجب شکایتوں کے سننے کا موقع کھو دیا ہے، اب بھی تم ہوش سنبھالو اور ہوش میں آؤ۔ ضد چھوڑو اور جو فیصلہ ہوا ہے اُسے یا تو قبول کرو اور کل ہی اس کی تعمیل کرو ورنہ جہاں تمہارا سینگ سمائے جاؤ۔ آگ میں گرو۔ اپنے ماں باپ کو عمر بھر رلاؤ۔ خوب سمجھ لو۔ کہ کوئی تمہارا دوست نہ ہوگا کوئی تمہاری غمخواری نہ کرے گا۔ ساری محنت برباد ہو جاوے گی۔ امتحان میں تم نہ جا سکو گے۔ تعلیم کا دروازہ بند ہو جاوے گا اپنے بزرگوں کی نظروں میں تم ذلیل اور نالائق ٹھہرو گے۔ اور تمام عمر اپنی بیوقوفی پر رو گے۔ اگر تم نے حکم کی تعمیل فوراً کی تو میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ تمہارے نیک دل پرنسپل تمہاری حرکتوں کو بھول جاویں گے، تمہارے ساتھ نہ صرف مہربانی بلکہ محبت سے پیش آویں گے، تمہاری شکایتیں جو واجب ہونگی سنیں گے، اور اس کے دور کرنے کی کوشش کریں گے۔ بشرطیکہ تم نے اپنا قصور معاف کرایا۔ اور ان لوگوں کو اپنا بزرگ سمجھا، مجھ پر بھروسہ کرو۔ میں ہمیشہ سے تمہارا مددگار رہا ہوں اور آئندہ زیادہ لحاظ رکھوں گا۔ تم آئندہ کا خوف نہ کرو۔ غلط خیالات سے اپنے دماغ کو پریشان نہ کرو۔ اس وقت حکم

کی تعمیل کرنا تمہارے لئے تمہارے لئے برکت و رحمت ہوگا اور تم آئندہ فائدے دیکھو گے ورنہ کالج کی بربادی اور قوم کی بربادی سر سید کی محنت کی بربادی تمہارے نامۂ اعمال میں لکھی جاوے گی۔ اور تم بد ترین اولاد اسلام سمجھے جاؤ گے۔ تمہارے بزرگ تم پر لعنت کریں گے۔ تمہارے سچے دوست تم پر افسوس کریں گے۔ البتہ دشمن شاداں ہوں گے۔ اور مسلمانی کالج کو جو تمہارے ہاتھوں سے بنا تھا تمہارے ہی ہاتھوں برباد ہوتے دیکھکر خوش ہوں گے۔ خدا کے لئے سمجھو اور اب بھی سمجھو توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا آفتاب ابھی مغرب سے نہیں نکلا، اب بھی نہ سمجھو تو خدا تم کو سمجھے گا۔ تمہارے لئے دروازہ کھلا ہوا ہے دوزخ میں یا جہنم میں۔ میں پھر اجڑے ہوئے تکیہ پر کچھ فاتحہ پڑہنے کے لئے نذر ہوں گا۔ میرے لئے ابھی راستہ بمبئی کا کھلا ہوا ہے۔ تمہاری نالائقیوں اور تمہاری بدنصیبیوں پر دہیں افسوس کرتا ہوا چل بسوں گا۔ لو عزیزو۔ رخصت۔ رخصت۔ رخصت ٭ محسن الملک

(۶۰)

بنام طلبائے مدرسۃ العلوم

(۳) کیا یہ تحریر طالب علموں کی ہے یا جعلی ہے، اگر طالب علموں کی لکھی ہے تو میں ہزار ہزار لاکھ لاکھ خدا کا شکر کرتا ہوں کہ آخر ان کی فطری اور اصلی سعادت مندی نے اپنا اثر کیا اور کچھ غلطی کر کے پھر سنبھل گئے۔ اللہ ایسی غلطیوں کو معاف کرتا ہے ہم بھی معاف کرتے ہیں، میں اپنے عزیز طالب علموں کو ملامت نہیں کرتا کہ ان کے اصلی خیالات سعادت مندی کے جاتے رہے۔ اور رود مثل اور لوگوں کے اپنی اصلی پالیسی چھوڑ بیٹھے، کچھ غلط فہمی ہوگئی تھی کچھ شکایتیں پیدا ہوگئی تھیں ان کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو کچھ ظاہر ہوا مگر آخر اصلی جوہر نے اپنا ظہور کیا اور سعادت مندی اور شریفانہ فیصلے نے اپنا اثر کیا۔ اس خط نے مجھے نہایت خوش کیا، اور میری چار روز کی تکلیف کو دور کر دیا خدا میرے عزیز طالب علموں کی عمر دراز کرے۔ اور ان کو با اقبال کرے وہ قوم کے فخر ہوں وہ مرتے وقت اپنے سعادتمندانہ عمل سے تسلی دیں میرا جنازہ اٹھائیں۔

اور اپنے ہاتھوں سے مجھے دفن بھی کریں۔ میری اولاد نہیں ہے میرے کوئی بچہ نہیں ہے مگر جتنے لڑکے مسلمانوں کے یہاں ہیں وہ میرے بچے ہیں گو وہ مجھے اپنا نہ سمجھیں مگر میں ان کو اپنا جگر گوشہ اور پارۂ دل سمجھتا ہوں۔ اور یہ بھی امید رکھتا ہوں کہ مجھے اپنے ہاتھوں سے اسی زمین میں دفن کریں اور مٹی کے ڈھیلے میری قبر پر اپنے پیار سے ہاتھ سے رکھیں۔ میرے عزیزو تم ابھی دیوانہ نہیں ہو میں تم سے بڑھ کر مجنون اور پاگل ہو رہا ہوں، مجھے معلوم نہیں کہ میں کیا لکھتا ہوں اور کیا کہتا ہوں بہرحال اس تمہاری سعادت مندانہ تحریر نے مجھ پر بہت اثر کیا دل سے تم کو دعا دیتا ہوں اور خدا کا شکر کرتا ہوں کہ تمہاری سعادت مندی اور شرافت و نیکی آخر غالب آگئی۔ اور تم سمجھ گئے اب تین بجے کا وقت مقرر کرتا ہوں تم سب لوگ اسٹریچی ہال میں حاضر ہو اور اپنے عمدہ اور شریفانہ طریقہ سے برتاؤ کرو۔ اور ایسے عمدہ لفظوں میں کہ تمہارے پر اثر الفاظ دل پر اثر کریں اور ساری غلط فہمیاں دور ہو جاویں۔

مجھے پہلے سے بڑھ کر اپنا مددگار سمجھو اور آیندہ کے لئے ذرا خوف و اندیشہ نہ کرو، میں تمہارا حامی اور تمہارا سرپرست ہوں، اور خدا گواہ ہے کہ میں تمہاری عزت تمہاری بہبودی تمہاری فلاح ویسی ہی چاہتا ہوں جیسے کوئی اپنے بچوں اپنے بیٹوں کی چاہتا ہے، مجھے اس چار روز میں بہت رنج پہونچا۔ تم نے میری بیماری کی خوب دوا کی، تم نے میری محنتوں اور محبت کی خوب قدر کی مگر میں سب بھول گیا، تمہاری اس آخر شریفانہ کارروائی نے میری سب تکلیفات دور کر دیں۔ شاد باشید، زندہ باشید فقط

محسن الملک

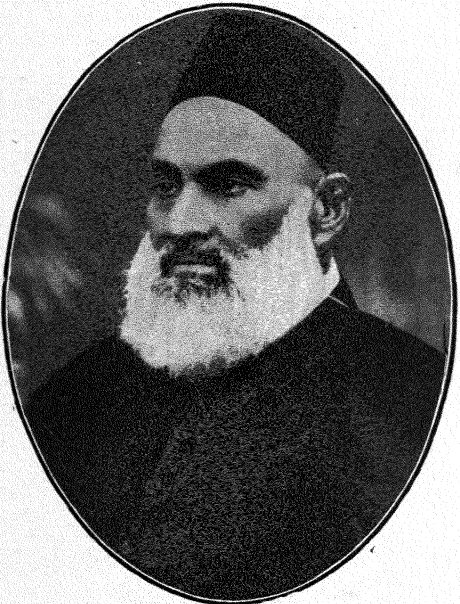

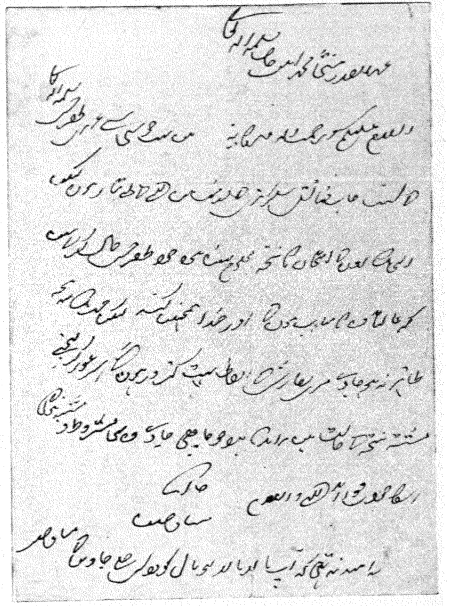

حصۂ دوم

خطوط نواب وقارالدولہ وقارالملک مولوی مشتاق حسین خان بہادر انتصار جنگ

بنام

جوادالدولہ عارف جنگ آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر کے، سی، ایس آئی، ایل ایل ڈی، ایف آر ایس

(۱)

جناب قبلہ و کعبہ ام سلامت!

[illegible]

آج کی ڈاک سے جو اخبار علیگڈھ سے پہونچا ہے اس میں بیان کیا گیا ہے کہ راجہ امیر حسن خاں صاحب بہادر کے سالانہ چندہ کے معاوضہ میں جو چندہ حیدرآباد میں ہوا وہ میری کوشش سے ہوا ہے۔ مگر اس میں ایک غلطی ہے اور میں درخواست کرتا ہوں کہ مہربانی سے میرے اس عریضہ کو چھاپ کر اس غلطی کی اصلاح فرما دی جاوے۔

اس چندہ کے لئے درحقیقت مولوی سید حسین صاحب بلگرامی نواب عمادالدولہ بہادر نے تحریک کی اور تمام اُن صاحبوں نے جو چندہ میں شریک ہوئے ان کے ساتھ بخوشی تمام اتفاق کیا۔ پس جو تعریف کہ اس چندہ کے لحاظ سے ہو سکتی ہے اس کے مستحق جناب ممدوح ہیں۔

اس موقع پر یہ بھی ایک حُسن اتفاق ہے کہ گو راجہ صاحب کی طرف سے اُن کا چندہ کسی مذہبی خیال سے بند کیا گیا ہے۔ مگر اس کا معاوضہ بھی ایک شیعہ مذہب ہی کی کوشش سے عمل میں آیا۔ اور نہ صرف یہ کہ اس چندہ کی تحریک صرف ایک شیعہ مذہب کے بزرگ (نواب عمادالدولہ بہادر) کی طرف سے ہوئی بلکہ اس کے سات شریکوں میں سے پانچ شیعہ ہیں اور صرف دو سنت و جماعت ہیں مولوی سید مہدی علی خانصاحب

نواب محسن الملک بہادر اور آپ کا خادم اور ان دونوں کی کیفیت بھی یہ ہے کہ

(۱) نواب عماد الدولہ بہادر
(۲) مولوی سید علی صاحب بلگرامی
(۳) مولوی مہدی حسن صاحب نواب فتح نواز جنگ بہادر
(۴) مولوی سید اقبال علی صاحب بہادر
(۵) مولوی چراغ علی صاحب نواب اعظم یار جنگ بہادر

نواب محسن الملک بہادر جن سے ایک زمانہ واقف ہے مشہور شیعہ خاندان کے ایک رکن ہیں اور گو وہ خود اب سنی ہیں مگر ان کا خون شیعہ ہے اور میرا خاندان بھی شیعہ اور سنی دونوں سے مرکب ہے

میرے نام سے بھی جب تک کسی کو خاص علم نہو بادی النظر میں شیعہ پن پایا جاتا ہے تو ان تمام خصوصیات سے معاوضہ چندہ کو بھی شیعوں ہی کا چندہ کہنا چاہیئے۔

والسلام خاکسار مشتاق حسین حیدرآباد دکن ۳۰ راگست ۱۸۸۹ء

(۲)

۵ ستمبر ۱۸۸۹ء جناب قبلہ و کعبہ ام۔ تسلیم۔ میں اپنی رائے قواعد و ضوابط مدرستہ العلوم کی نسبت ملفوف کرتا ہوں۔ قوی اندیشہ ہے کہ اس کے بعض مطالبات اور خصوصاً اس کا وہ حصہ جس سے فقرہ ۲۵ و ۲۶ مراد ہیں ضرور آپکے ملال خاطر کا باعث ہونگے، لیکن جن مجبوریوں سے میں ان کے لکھنے پر مجبور ہوا۔ ان کا بیان بھی میں نے ان کے ساتھ ہی کر دیا ہے اور اگر کوئی معذرت آپکے اس ملال کو کم کر سکتی ہو تو جس قسم کی معذرت ہو میں اس کے پیش کرنے کو اپنا فخر سمجھوں گا۔

آج چھٹا دن ہے جو میں اس رائے کا مسودہ لکھ چکا ہوں۔ اس تمام عرصہ میں میں نے بار بار سوچا کہ آیا اس مضمون کو میں رہنے دوں یا خارج کر دوں لیکن فقط اس خیال نے کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں وہ ایک قومی کام ہے لہذا جو کچھ میری رائے میں آیا میں نے اس کا کرنا اپنے اوپر فرض سمجھا۔

اور اب میں اپنے آپ کو نہایت ہی خوش قسمت سمجھوں گا اگر یہ معلوم ہو کہ میری اس نالائق حرکت نے آپ کی مربیانہ شفقت کو میرے اوپر سے کم نہیں کیا۔ مولوی مہدی علی

تو کہتے ہیں کہ اس کے بعد عمدہ تعلقات کا قائم رہنا ممکن نہیں ہے لیکن خدا کے نزدیک کوئی بات بھی ناممکن نہیں ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔ والتسلیم۔ مشتاق حسین

مکرر

اور اپنی طرف سے تو مجھکو اپنے مرتے دم تک بھی یہ اندیشہ نہیں ہے کہ میری اس دلی عقیدتمندی میں جس کی بنیاد آپکے بے انتہا احسانات اور آپ کی بے انتہا خدمات کے اعتراف پر قایم ہے کہ جو آپسے ملک اور قوم کی نسبت ہوئے ہیں، اور جب کہ میرے اپنے دل کا یہ حال ہو تو کسی طرح یہ ممکن نہ ہوگا۔ کہ آپکے صاف دل پر اس کا اثر نہ پڑے اور آپ کی ناراضی زیادہ عرصہ تک قایم رہے والتسلیم: خاکسار مشتاق حسین

(۳)

حیدرآباد دکن ۶ جون ۱۹۰۰ء جناب قبلہ و کعبہ ام تسلیم! میں دو امور متعلقہ مدرسہ کی نسبت جواب دینے سے اب تک قاصر رہا ہوں اور اس کی معافی چاہتا ہوں۔ میری طرف سے محمود منزل کی تعمیر میں دو سو روپیہ چندہ قبول فرمایا جاوے۔ اور جو عزت لا کلاس کے متعلق ایک کمیٹی کی ممبری کے واسطے منتخب کرنے سے بخشی گئی ہے اس کا شکریہ قبول فرمایا جاوے اور ایک سو روپیہ اس مد میں میری طرف سے درج فرمانے سے مجھکو ممنون فرمایا جاوے۔ یہ دونوں رقمیں متعاقب بتدریج ادا کردوں گا جس قدر جلد ممکن ہوسکے گا۔

تحریر جواب میں تعویق ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ ان دونوں کاموں کی طرز کارروائی میں مجھکو اعتراض رہا ہے۔ اوّل الذکر چندہ کی فہرست کھولتے وقت تو ہمارے معزز و مخدوم دوست حاجی محمد اسمٰعیل خاں صاحب سلمہم اللہ تعالےٰ نے اپنے خطوط کو ایک فتحنامہ بنادیا۔ محمود منزل ایک ہر دلعزیز نام ہے جس میں چندہ دینے سے دلی خوشی ہوتی ہے۔ لیکن اس کو ٹرسٹیز بل کی فتح کے ساتھ ملادینا جیسا غیر ضروری تھا اس سے زیادہ خلاف مصلحت تھا۔ ٹرسٹیز بل کی نسبت جو کچھ ہوا اوس کو جاننے والے جانتے ہیں کہ کیا ہوا۔ میں نے تو اس لئے اسکی نسبت کچھ نہیں لکھا کہ اس سے یہ بڑا مقصد جس سے میں بھی متفق ہوں حاصل ہوگیا کہ آپ مجاز ہیں کہ اپنی زندگی تک مدرسے کے متعلق جو چاہیں کریں۔ اور اس طرح پر اگر آپ کو اُس سے

خوشی ہوئی تو چشم ما روشن دل ماشاد - باقی جب تک گورنمنٹ آپکے بل کو اپنے قانون کے ذریعہ سے پاس نکرے جیسا کہ آپنے خود بھی اپنی اسپیچ میں ارشاد فرمایا ہے اس وقت تک ہر چیز ممبروں ہی کی مرضی پر منحصر ہے۔ اور ان کی آزادی قایم ہے۔ کہ جس وقت وہ اس سے چاہیں کام لیں - پس بحالت موجودہ اگر ممبروں نے آپکے بعد (جس نوبت کو خدا ابھی بہت دور رکھے) سید محمود صاحب کو عہدہ پر قایم رکھا تو وہ ممبروں کی آزاد مرضی کے بنا پر ہوگا (اور وہ ہی فی التحقیقت عزت کی بات ہے) نہ کہ اس ٹرسٹیز بل کے رہنے کی بنیاد پر جو ہر وقت متزلزل ہو سکتی ہے۔ خصوصاً اس وقت جبکہ یہ آنکھوں کی ظاہری مروت باقی نہ رہے۔ اور اصلی مروت اپنے واقعی اندازہ اور وقعت پر کام کریگی۔ معہذا ان خیالات کو تحریک میں لانا جن سے ضد کو ترقی ہو خلاف مصلحت بھی تھا۔ مگر خیر مجھکو اس وقت محمود منزل سے مطلب ہے نہ اُن معزز دوست کے فتحنامہ سے لا کلاس کی کارروائی میں میرے نزدیک یہ غلطی ہے جو اس سے ان سب لوگوں کو جنھوں نے ٹرسٹیز بل میں آپ کی رائے کے ساتھ اختلاف کیا تھا۔ خارج کردیا گیا ہے میں دیکھتا ہوں کہ صرف میرا نام قایم رکھا گیا ہے۔ یا شاید اتفاق سے اور بھی کسی ایسے ممبر کا نام قایم رکھا گیا ہو۔ جو بل سے خلاف تھا اس میں ایک پارٹی فیلنگ پائی جاتی ہے اور مدرسہ کے کاروبار میں یہ مناسب نہیں۔ بیشک آپ موقع پر ہیں اور آپ کو زیادہ علم ہے کہ ان صاحبوں کی شرکت مضر تو نہوگی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ شرکت مفید ہو یا مضر ہونی ضرور چاہیئے۔ جن لوگوں نے ابتدا سے مدرسہ کے کام میں دلچسپی ظاہر کی ہے اور جو موقع کے بالکل قریب ہیں بلکہ عین علیگڈھ میں موجود ہیں اُن کو شریک نہ کرنا ایک خلاف پارٹی کو دانستہ زور دینا اور مخالفت پر شدت کے ساتھ قایم کرانا ہے اگر کوئی مضرت پہونچا دیگا تو کیا پہونچاوے گا سچی بات کو مباحثہ کا خوف نہیں ہوتا۔ مضرت صرف اس قدر ہوگی (اگر ہوگی تو) کہ تکلیف بڑھے گی۔ سچائی کو یعنی لا کلاس کی ضرورت کو کوئی میٹ نہیں سکتا۔ غلبہ رائے کے خلاف ہیں اگر کچھ اندیشہ ہو تو وہ مجھکو معلوم نہیں اور اس کے لحاظ سے کچھ اور تدبیریں شاید نہ ہو سکتی ہوں۔ لیکن جو صورت انتظام کی قایم کی گئی اس میں پارٹی فیلنگ صاف صاف ہے اور مدرسہ کے مقاصد کے لئے

وہ مضر ہے مجھکو اس میں بہت تامل تھا لیکن آخر کار معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس خیال سے میں علیحدہ رہوں تو یہ بھی پارٹی فیلنگ ہے لہذا اس عزت کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو مجھکو دیگئی اور اس کو قبول کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نے عرض کر دیا اس پر توجہ فرمائی جاوے گی۔ والسلام ۔ خاکسار مشتاق حسین

(۴)

امروہہ۔ ۲۳ اپریل ۹۳ء جناب قبلہ و کعبہ ام سلامت۔ تسلیم۔ نوازشنامہ نے افتخار بخشا، افسوس ہے کہ سید محمود صاحب کے علیگڈہ تشریف لے آنے کی اطلاع ایسے وقت میں ہوئی ہے کہ مجبوراً مجھکو ابھی کچھ عرصہ اُن کی ملاقات میں انتظار کرنا پڑے گا اسی مہینہ میں میری منجھلی لڑکی کی شادی ہونے والی ہے۔ انشاء اللہ تعالے۔

مطبوعہ خطوط آج پہنچ گئے اور اخبار میں وہ مضمون بھی میں نے بہت ہی دلچسپی سے دیکھا جس کی طرف جناب نے اشارہ فرمایا تھا۔ بہت درست ہے صرف دو باتیں اس میں قابل عرض ہیں ایک تو یہ کہ مشن اسکول کے تذکرہ سے میں نے اتفاق نہیں کیا۔

کس نیاید بزیر سایۂ بوم ‏ ‏ گر ہما از جہاں شود معدوم

مشن اسکولوں کی تعلیم کا اثر معلوم نہیں کہ اور غیر عیسائی قوموں پر کیا پڑتا ہے مسلمانوں کی نسبت تو میں کہہ سکتا ہوں کہ علاوہ مذہبی رکاوٹوں اور مذہبی خطرات کے مشن اسکولوں اور کالجوں کی تعلیم مسلمانوں میں غیرت تو باقی نہیں رکھتی[۵۱]*

---

۵۱ سر سید کا جواب اس قدر بات بالکل سچ ہے مگر میری رائے میں مشنری اسکولوں اور کالجوں سے تبدیل مذہب نہیں ہونے کا۔

میرے نزدیک جس طرح آپ چاہتے ہیں انتظام ہونا غیر ممکن ہے تعجب ہے کہ آپ اس کو آسان سمجھتے ہیں۔

ہر کا انتظام صرف اس طرح ہو سکتا ہے کہ طالب علموں کو کسی قدر اسکالرشپ دی جاوے اور نمٹ اسکول (مدارس شیخ) یک مکان میں صرف مذہبی تعلیم کے لئے جاری کیا جاوے۔ چند روز بعد آپ بھی اتفاق کریں گے کہ جو آپ چاہتے ہیں اس کا ہونا ممکن نہیں ہے گو آپ نہ مانیں مگر جس طرح پر مذہبی تعلیم سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ مذہبی تعلیم سے اگر کچھ فائدہ ہو سکتا ہے

دوسرے گورنمنٹ کے کالج و اسکول اگر بالکل نہیں تو بطور رفع الوقتی کے تو ضرور ہمارے لئے البتہ کافی ہوں گے اور مسلمانوں کو ان مقامات پر جہاں وہ اسکول و کالج ہوں اسی اعلیٰ درجہ کی تعلیم کے لئے اسی پیمانہ تک دوسرے کسی انتظام کی اور اس قوت کے منتشر کرنے کی ضرورت نہ ہوگی، بشرطیکہ ان میں ہماری مذہبی تعلیم کا ضروری بندوبست ہوجائے یعنی وہی اسکیم جو میں نے پیش کی ہے اور وہ تجویز انشاء اللہ چل جاوے گی اور اس کے بعد آپ کا یہ مقصد بخوبی حاصل ہوگا۔ اور جو تھوڑا سا خرچ اس اسکیم کے چلانے کے لئے مختلف مقامات پر درکار ہوگا وہ کوئی ایسا بڑا خرچ نہیں ہے جس سے اس کالج کے سرمایہ میں کوئی روک پیدا ہوگی، بلکہ ان اسکولوں و کالجوں میں انگریزی تعلیم کے ساتھ مذہبی تعلیم حاصل ہوجانے سے مسلمان طلباء میں ایک قسم کا میلان مدرستہ العلوم کی نسبت پیدا ہوجاویگا۔ والتسلیم خاکسار مشتاق حسین

(۵)

مضموری ۱۶ جولائی ۱۸۹۶ء بعالیخدمت جناب آنریبل سر سید احمد خاں بہادر، آنریری سکریٹری کمیٹی ٹرسٹیان مدرسۃ العلوم"

جناب قبلہ و کعبہ ام سلامت۔ تسلیم۔ گرامی نامہ مشتمل شہر حال کا شکریہ قبول فرمائیے اور جو کچھ جناب نے اس میں تحریر فرمایا ہے اس سے مجھکو کچھ بھی تعجب نہیں ہوا، کیونکہ اب یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ آپ نے جس قدر آزادی رائے کی خوبیوں پر زور دیا ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۳ تو اسی طرح سے ہوسکتا ہے جس کا بیان میں نے الہ آباد کی اسپیچ میں کیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ آپ ضدی شخص ہیں اور اپنی رائے سے کسی طرح نہیں ہٹتے۔

ہم نے چندہ کی کتابیں حسب مراد اسپیچ الہ آباد احباب کو تقسیم کرنی شروع کر دی ہیں۔ کسی شخص سے ایک روپیہ سے زیادہ نہیں لیا جاتا ہے امروہہ میں چندہ تحصیل کرنا آپ کے ذمہ قرار دیا ہے اگرچہ محنت کا اور کسی قدر بے حیا ہوجانے کا کام ہے پس آپ اجازت دیں تو آپکی خدمت میں بھی کتاب مرسل ہو اور باشندگان امروہہ سے چندہ قلیل تحصیل فرمائیے والسلام ۔ خاکسار سید احمد علی گڈھ ۲۶ اپریل ۱۸۹۲ء

وہ صرف آپ اپنے واسطے کام میں لانا چاہتے ہیں اور دوسرے کی آزادیٔ رائے کو جو آپ سے کسی بات میں اختلاف کرتا ہو وہ آپ تہ دل سے سننا نہیں چاہتے۔ ابھی چند ہی روز ہوئے جبکہ آپ نے اس الزام کا جواب دیتے وقت کہ ٹرسٹی مدرسۃ العلوم کے کام میں توجہ نہیں کرتے۔ خود ہی یہ تحریر فرمایا تھا کہ ٹرسٹیوں کو کالج کے کاروبار کے لئے کچھ علیگڈھ آنا ہی ضرور نہیں ہے۔ وہ جو اپنی اپنی جگہ سے اپنی رائیں کالج کے امور میں پیش کرتے ہیں یہی ان کی توجہ کا ثبوت ہے۔ کالج کے مجموعہ قواعد و قوانین میں بھی کوئی ایسی دفعہ میری نظر سے نہیں گذری کہ جب تک کوئی ٹرسٹی اپنی تمام ضروریات کو چھوڑ کر رات دن بورڈنگ ہوس کے حساب میں مصروف نہ ہو اس وقت تک اس کو بورڈنگ ہوس کے معاملات میں رائے دینے کا حق نہیں ہے۔ اور اگر مجھکو یہ یقین ہوتا کہ اب اور کچھ زیادہ عرض کرنا کالج کے لئے مفید ہوگا تو مجھ کو وہ طریقہ معلوم ہے جس سے میری اس گذارش پر توجہ اور اس پر مباحثہ کرنے کے لئے آپ مجبور ہوتے، لیکن مجھکو معلوم ہے کہ اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ کیونکہ میں اب اس قصہ کو طول دینا نہیں چاہتا۔ اور اسی لئے میں نے اپنا مسلک یہ اختیار کر لیا ہے کہ برا یا بھلا جو کچھ میری سمجھ میں آتا ہے میں اس کو اپنا فرض سمجھکر ایک دفعہ آپ کے سامنے بہت ادب کے ساتھ پیش کر دیتا ہوں پھر اس کے بعد آپ جانیں اور آپ کا دین و ایمان۔ پہلا عریضہ جو میں نے گذرانا تھا وہ بلاشبہ بالکل ایک خانگی عریضہ تھا۔ مگر جب میں نے دیکھا کہ اس ...... میں بھی آپ اپنی معمولی ضد سے کام لینا چاہتے ہیں تو میں نے ان لوگوں کے اعتراضات کے لحاظ سے جو لکھتے ہیں کہ ٹرسٹی کچھ توجہ نہیں کرتے دوسرے عریضہ میں اسی مضمون کو مدلل طور سے اور بحیثیت ایک ٹرسٹی کے پیش کر دیا اور اس تکلیف دہی کے ساتھ ہی مجھکو اس بات کا یقین تھا کہ اب جو آپ کے قلم سے ناں نکل گئی ہے تو خدا ہی ہے جو اس کی جگہ ہاں نکلے۔

لیکن جو دلیل جناب عالی نے جواب میں ارشاد فرمائی کہ جب تک کوئی شخص اپنی تمام ضروریات کو چھوڑ کر رات دن بورڈنگ کے حساب میں مصروف نہ ہو اس شخص کو بورڈنگ ہوس کے معاملات کی نسبت اس قسم کی رائے دینے کا حق نہیں ہے۔ کبھی وہم و گمان میں بھی نہیں

آسکتا تھا، کہ جواب میں یہ مضبوط دلیل ارشاد ہوگی، جو اگر ایک منٹ بھی کسی وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاوے تو گویا تمام ٹرسٹی آج ہی سے کالج کے معاملات میں بے دخل ہوتے ہیں اور اگرچہ میں نے اپنے نیاز ناموں میں یہ ٹھیک ٹھیک لکھا ہے کہ سکریٹری کا دفتر بھی صرف انگریزی میں ہو بلکہ میرا مطلب صرف یہ ہے کہ آج اگر بورڈنگ ہوس کے حسابوں کی نسبت آپ کی یہ دلیل مان لی جاوے کہ کام میں زیادتی کی وجہ سے وہ صرف انگریزی میں لکھا گیا ہے تو ممکن ہے کہ کل کو سکریٹری کے دفتر کی نسبت بھی کسی وقت یہی ارشاد ہونے لگے۔ اور یہ تو میں پھر زور کے ساتھ عرض کرونگا کہ میرا یہ خطرہ ناواجب نہیں ہے۔ اگر آج بورڈنگ ہوس کی نسبت جو آپ کی یہ کارروائی ناجائز رکھی جاوے۔ تو کل کو جناب آنریبل سید محمود صاحب اپنے زمانہ سکریٹری میں اسی دلیل سے سکریٹری کا دفتر سب انگریزی میں کردینگے۔ جس زبان پر ان کو کافی قابو حاصل ہے اور گورنمنٹ کے آڈیٹر کی جانچ کا اس میں بھی موقع رہے گا۔ اور ٹرسٹیوں میں تو بقول آپ کے کوئی توجہ کرنے والا ہی نہیں۔ پھر سکریٹری کا دفتر اردو میں رکھنا ایسا ہی غیر ضروری اور تکلیف دہ ہو جاوے گا جیسا کہ آج بورڈنگ ہوس کے حساب کا اردو میں رکھنا۔

قبلہ و کعبہ میں دست بستہ اس گذارش کی بہت ادب کے ساتھ معافی چاہتا ہوں کہ ایں راہ کہ میروی بہ ترکستان است۔ آپ نے قوم پر بے انتہا احسانات کئے ہیں جس کا شکریہ قوم ادا نہیں کر سکتی۔ لیکن خود آپ کو زیبا نہ ہوگا کہ آپ ان احسانات کی بنیاد پر .... ناتمام

(۶)

بنام نواب محسن الدولہ محسن الملک مولوی سید مہدی علی خاں بہادر منیر نواز جنگ

۵۔ شوال، حیدرآباد   جناب من تسلیم، عنایت نامہ جو میرے ۶ لفافہ رجسٹری شدہ سابق کے جواب میں ہے اور جو غالباً مدراس سے روانہ شدہ خطوط میں سب سے آخری خط ہے ورود ہوا مشکور فرمایا۔ آپ کا اصل خط جو واپس ہو گیا وہ کسی اور غرض سے نہیں بلکہ صرف اس غرض سے

تھا کہ چونکہ میں اس کے مندرجہ مراتب پر معترض تھا لہٰذا چاہتا تھا کہ میرے اعتراض کو ملاحظہ کرتے وقت آپ اپنے خط کو بھی تکلیف فرما کر ملاحظہ فرمالیں اور میں امید کرتا تھا کہ جب دوبارہ آپ اپنی تحریر پر نظر ڈالیں گے تو اپنے اعتراض کو واپس لیں گے۔

شاید بیسیوں دفعہ یہ اعتراض ہوا ہوگا کہ میں نے آپ کی تحریر پر کچھ لکھ کر واپس کر دیا ہے اور بیسیوں دفعہ آپنے میرے نیاز ناموں کی پیشانی پر جواب لکھ کر اسی کو واپس بھیجدیا ہے لیکن نہ آپ ہی کو کبھی اس کا خیال ہوا اور نہ مجھکو ہی۔ مگر میں مقر ہوں کہ حالات کی تبدیلی کے لحاظ سے اب اس قسم کے خیالات کا بلاشبہ موقع تھا مجھکو چاہئے تھا کہ اس عنایت نامہ کی عبارتیں بجنسہٖ نقل کر دیتا یا اس کا تضمن لیتا۔ میں مشکور ہوں کہ اپنی غلطی پر مطلع ہوا۔ اور معذرت کرتا ہوں اور اس کی معافی چاہتا ہوں۔

آپ عہد کرتے ہیں کہ انشاءاللہ تعالیٰ آیندہ آپ ایسی تحریر مجھکو خانگی طریقہ سے نہ تحریر فرماویں گے، البتہ یہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے اگر آپ تحریر فرماوینگے تو آپکے عہدہ کی منزلت کے لحاظ سے وہ میرے سر اور آنکھوں پر ہوگی نہ مثل ایک ایسی خانگی تحریر کے متصور ہوگی جو ایک دوست اپنے دوست یا نیاز مند کو لکھتا ہے اور اگر ایسا نہ کیجئے گا تو میں بھی یہ سمجھوں گا کہ درد سر کمتر بہ۔

مہربانی سے آپنے رقم فرمایا ہے کہ "صرف اپنی خیریت سے البتہ اطلاع دیا کرونگا وہ بھی جب تک اس سے ممنوع نہ کیا جاؤں" اس کا شکریہ قبول فرمائیے۔ میں آپ کی خیر و عافیت کا ہمیشہ طالب تھا اور ہوں اور رہوں گا۔ اور جب کبھی آپ اس سے مطلع فرمائیں گے میں بدل ممنون ہونگا۔ لیکن مولوی مہدی علی یہ مرہم اور اس قسم کے اور مرہم اس زخم کا علاج نہیں ہیں جو آپ نے میرے بیگناہ دل کو پہونچایا ہے۔

گر صد ہزار لعل و گہر میدہی چہ سود ؛ دل را شکستۂ نہ کہ گوہر شکستۂ

صاف بات یہ ہے کہ اس بات کا قطعی فیصلہ ہوچکا ہے کہ میرے اور آپکے درمیان اب کوئی دوستانہ رسم و راہ باقی نہیں ہے میں آدھے اندھیرے اور آدھے اُجالے کو کبھی

پسند نہیں کرتا، ناممکن ہے کہ میری نسبت یہ خیال ہی نہیں بلکہ یقین ظاہر کریں کہ "میں نے یہ خواہش کی تھی یا اس نیت سے یا یہ باور کر کے کوئی تدبیر کی تھی کہ آپ اپنی خدمت سے مستعفی ہو جاویں" اور یہ کہ آپ صاف میرے منہ پر مجھ سے کہدیں کہ آپ کے دل میں میری صداقت کا یقین نہیں رہا ہے اور پھر بھی میں آپ سے اپنی نیازمندی کا اظہار کرتا رہوں یہ تو تین دن کے فاقہ میں بھی مجھ سے تو نہو سکے گا۔ اور مجھکو تو بار بار اسی کا تعجب ہے کہ باوجود ان تمام ترقیات کے پھر بھی میرے ساتھ یہ بذل و عنایت کیوں ہے بے شبہ آپ کی نہایت مرتبہ کی کریم النفسی ہوگی، لیکن میں ایسی خیراتی عنایت سے بعد بہت سے شکریوں کے آیندہ کے لئے معافی چاہتا ہوں اور میں تو اس کی بھی کوئی ضرورت نہیں سمجھتا تھا کہ یہ کارروائی ایک راز سربستہ رہے کیونکہ اب بھی جبکہ آپ باہر ہیں اس کے اخفا سے مجھکو بعض اوقات تکلیف ہوتی ہے اور آپ کے تشریف لانے کے بعد تو وہ تکلیف اور بھی بڑھ جاویگی مگر صرف یہ معلوم کر کے کہ آپ کی مرضی اس کے ظاہر ہونے دینے کی نہیں ہے میں نے بھی اس کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا، مگر آخر تاکے میرے نزدیک تو اخفا سے کوئی فائدہ نہیں ہے آیندہ جیسی آپ کی مرضی ہوگی کیا جائے گا۔

باقی رہے سرکاری تعلقات اُن میں میں آپ کو اپنا ایک واجب الادب افسر جانتا ہوں۔ اور میں نہ ہوں کس لایق لیکن یقین کرتا ہوں کہ اس خانگی ترک تعلق کا کوئی اثر آپ کی طرف سے بھی سرکاری امور میں نہ پڑے گا۔ زیادہ ایام جمعیت و کامیابی بکام باد۔ والسلام

خاکسار مشتاق حسین

(۷)

حیدرآباد۔ ۵ اگست ۱۸۹۶ء جناب مخدومی معظمی منیر نواز جنگ بہادر دام اقبالہم،

آپکے آج کے نوازش نامہ کا میں دلی شکریہ عرض کرتا ہوں اور مجھکو افسوس ہے کہ آپکے بیش بہا وقت کا بہت سا حصہ میری نالایقیوں کی وجہ سے آج بھی ضائع ہوا جواب عرض کرنے سے پہلے میں یہ عرض کرنے کی معافی چاہتا ہوں کہ اگرچہ آپ بہت بڑے مقرر اور بہت بڑے لکھنے والے ہیں مگر اس معاملہ میں آپ مجھ سے نہ جیتیں گے، کیونکہ حق میری طرف ہے؛

جہاں تک آپ نے اپنے پر رنج خیالات کو اس منشاء سے ظاہر فرمایا ہے کہ فلاں فلاں خیالات تھے جن کی بنیاد پر آپ کو مجھ سے شکایت پیدا ہوگئی وہاں تک مجھ کو کچھ عذر نہیں ہے۔ آپ کو بیشک شکایت کا حق تھا اور جس قدر اس شکایت میں وسعت ہوتی اسی قدر میرے لئے زیادہ ممنونی اور مشکوری کا باعث ہوتا۔ یہاں تک کہ اگر آپ ایک دفعہ اس غصہ کے جوش میں مجھے مار بھی لیتے تو وہ مار بھی مجھے عزت کا موجب ہوتی اور میں گردن تسلیم کو اور بھی زیادہ خم کر دیتا۔

لیکن جب دس برس تک آپ میرے چال چلن کو دیکھ چکے تھے اور جبکہ میں نے آپ سے صاف صاف کہا اور بار بار باصرار عرض کیا کہ میری یہ کارروائی ہرگز اس نیت سے نہ تھی جس نیت سے آپ نے سمجھی ہے تو پھر آپ کو باوجود ان بڑے بڑے دعوائے محبت کے اور خلوص کے کیا حق تھا جو آپ نے میرے جواب کی اور میرے بیان کی تکذیب کی اور میں نہیں سمجھتا کہ بعد اس وقت کے اور آپ کی صاف صاف تقریر کے پھر اب یہ کیا ہے جو آپ اس عنایت نامہ میں زیب رقم فرماتے ہیں

"اور گو کہ یہ ہرگز میں نہیں کہتا کہ آپ نے میرے نکالنے یا میرے استعفا دینے کے لئے تدبیر کی تھی" آپ نے ضرور یہی کہا جس کو آپ کہتے ہیں کہ میں ہرگز نہیں کہتا کہ آپ نے یہ کیا، اور اس کو منطقی دلیل سے ثابت کیا کہ "اس کارروائی کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ میں استعفا دیتا اور میں کسی طرح یقین نہیں کر سکتا کہ تم ایسے بیوقوف تھے کہ صریح نتیجہ پر پے نہ لے جاتے" یعنی میں نے جو کچھ بھی کیا وہ اسی نیت سے کیا تھا کہ آپ استعفا دینے پر مجبور ہوں اور پھر کہتے ہو کہ میں نے یہ ہرگز نہیں کہا خدا کا شکر ہے کہ اس وقت مولوی مہدی حسن صاحب موجود تھے اور یقیناً ہم دونوں کی اس وقت کی تقریر کو وہ بھولے نہ ہوں گے۔ اور اگر آپ نے یہ نہ کہا ہوتا تو پھر جھگڑا کس بات کا تھا اور پھر وہ کیا بات تھی جس کی نسبت میں نے اسی وقت آپ کو خط میں لکھا کہ جب تک آپ کا یہ خیال باقی ہے سمجھ لیجئے کہ آپ کے دولت خانہ پر یہ آخری خانگی ملاقات تھی اور جس کا جواب آپ نے دیا کہ "بہت خوب" اس صحبت میں جو میں اتنی دیر بیٹھا بھی رہا تو وہ کچھ اس انتظار میں تھا

کہ آپ اب ہنستے ہیں اور کچھ مولوی مہدی حسن صاحب کے آجانے کے سبب سے کیونکہ میں چاہتا تھا کہ آپ کی اور میری تقریریں اُن کے سامنے بھی نقل ہو جائے ورنہ ایک ایک لمحہ شاق تھا اچھا اب آگے چلئے آپ رقم فرماتے ہیں" کہ اس زمانہ کی کارروائی نے جب میں دشمنوں کے ہجوم میں گرفتار تھا۔ اور جب میری صبح اور شام ہو رہی تھی اور آپ خوب جانتے ہیں میری حالت کیا تھی مجھکو بیشک رنج پہونچایا" دس برس تک جو پہیا ایک وضع پر گردش کرتا رہا ہے وہ ٹھیرتے ٹھیرتے ٹھیریگا لہذا اگر میں کچھ گستاخانہ عرض کروں تو معاف فرمائے گا یہ سارا مضمون غلط ہے اور حافظہ نباشد کا مصداق ہے میرے فرشتوں کے وہم و گمان میں بھی اسوقت آپ کی حالت نازک نہ تھی خدانخواستہ اگر آپ کی حالت میرے علم میں نازک ہوتی تو اگر مجھکو لاکھ طرح کا بھی کوئی رنج پہونچا ہوتا اور ہزار طرح کی بھی کوئی ضرورت پیش آتی ممکن نہ تھا کہ میں اس وقت میں کوئی بات اشارتاً بھی ظاہر کرتا جو آپکے ملال خاطر کا باعث ہوتی یہ فقرہ تو آپنے اس فقرہ سے بھی کمتر لکھا، واقعات بالکل اس کے برخلاف تھے سمجھا یہ جاتا تھا کہ اس رات کے بعد سے جس میں حضور پرنور دام اقبالہم کی طبیعت مبارک زیادہ ناساز ہوئی تھی آپ کی نازک حالت رفع ہو چکی تھی اور اس وقت تک جس کے آپ شاکی ہیں بعنایت الٰہی آپ کی حالت بہت قوی ہو چکی تھی، اور اسی قوت سے وہ افعال سرزد ہو رہے تھے، جن کی بابت مجلس شاکی تھی یاد کرو کہ جس رات کو میں نے آپکے پاس آکر شکایت کی یہ لفظ کہے تھے یا نہیں کہ" آپ اس وقت کی موجودہ حالت پر ہرگز مغرور نہ ہوں زمانہ ایکسی حالت پر نہیں رہتا" پس یہ کس قدر غلط الزام ہے جو میرے اوپر لگایا گیا ہے۔ آپ رقم فرماتے ہیں کہ میں نے تم کو نہایت کوشش اور محنت سے اور خلاف رائے جمہور کے مجلس مالگذاری میں داخل کیا آپنے اپنی پالیسی بدل دی اور اپنا فائدہ مجھ سے مخالفت میں دیکھا" میں آپ کی اس کوشش اور محبت اور محنت کا بدل مشکور ہوں جو آپنے میرے اس تقرر میں کی، لیکن میں آپ ہی سے قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آیا اس تقرر کے وقت آپ کو یہ یقین تھا کہ میں آپ کی پالیسی کی تبعیت کیا کروں گا۔ یا کوئی ایسا اقرار میری جانب سے ہوا تھا اقرار نہیں بلکہ کوئی اشارہ بھی میں نے ایسا کیا تھا اور کیا سچی بات یہ نہیں ہے

کو سرکاری مقاصد کے لحاظ سے آپ نے میرے انتخاب سے بہتر کوئی دوسرا انتخاب خیال نہیں کیا تھا اور کیا آپ اس کو بھول گئے ہیں کہ میں نے مجلس کا اور آپ کا رنگ دیکھتے ہی اپنی پالیسی کو صاف صاف آپ پر ظاہر کر دیا تھا، میں نے آپ سے صاف کہہ دیا تھا کہ اگر کوئی جھگڑا آپ کے اور مجلس کے درمیان میں شروع ہوا تو اگر مجھ کو مجلس میں رہنا ہے تو میری پالیسی یہ ہوگی کہ میں اراکین مجلس کا ساتھ دوں گا۔ اور میں نے آپ سے یہ بھی کہا تھا کہ وہ کل کارروائی سرکاری قسم کی ہوگی، آیا اس کی وجہ سے ہماری آپس کی محبت میں کچھ فرق آوے گا؟ آپ نے کہا نہیں میں دیوانہ نہیں جو ایسا خیال کروں وہ سرکاری کارروائی علیحدہ امر ہے اور ہمارے آپس کی رسم و راہ علیحدہ۔ پھر اس کے بعد آپ مجھ سے کس بات کی شکایت کرتے ہیں؟

نواب محسن الملک کی نازبرداری

میں نے گو آپ سے یہ کہا تھا مگر اپنے شریکوں سے بھی میں نے صاف کہہ دیا تھا کہ گو میری اور مولوی مہدی علی کی باہم کیسی ہی محبت ہو لیکن سرکاری کارروائی میں جبکہ ان کی طرف سے زیادتی ہو تو میں آپ کے ساتھ ہوں بشرطیکہ جو کچھ کیا جاوے صاف صاف کیا جاوے۔ اور اس میں کوئی نفاق کی بات نہ ہو۔ دونوں رکن صاحب موجود ہیں اور میں اجازت دیتا ہوں کہ آپ یہ تحریر اُن کو دکھا کر اُن سے دریافت فرمالیں۔ مرزا قادر بیگ صاحب کے معاملہ میں جھگڑا شروع ہوا تھا اور اس روبکار کا جواب لکھنا مجھ سے متعلق کیا گیا تھا میں نے مسودہ میں صاف لکھ دیا کہ چونکہ مرزا قادر بیگ صاحب معتمد صاحب کے سالے ہیں اس لئے سرکار کا یہ اعتراض ہم لوگوں کو زیادہ تر شاق ہے۔ مولوی دلیل الدین احمد صاحب نے فرمایا کہ یہ کاٹ دو اور محمد اکرام اللہ خاں صاحب کی بھی یہی رائے ہوئی۔ میں نے اُن سے بہت حجت کی یا تو اس بات کو دل سے نکال ڈالو اور زبان پر نہ لاؤ۔ یا اگر اس کو بنائے شکایت قرار دیتے ہو تو یہ میں کسی طرح پسند نہیں کرتا کہ ایک بات زبانی کہی جاوے اور تحریراً اُس کو پیش نہ کیا جاوے لیکن چونکہ غلبہ اسی طرف تھا کہ مت لکھو لہذا میں نے اسے کاٹ دیا۔

یہ سب کچھ ہونا چاہیے تھا لیکن میرے دل پر اس کا پورا یقین تھا کہ اس کا کوئی اثر ہمارے

خانگی تعلقات پر نہ پڑے گا اور اسی واسطے مجھکو اس کا زیادہ اہتمام تھا کہ کوئی بات ہماری طرف سے ایسی نہو جس میں آپ کو یہ شکایت کرنے کا موقع ملے کہ یہ منافقانہ حرکت تھی۔

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "اگر آپ دو لحہ کے لئے سوچتے یا اب سوچیں گے تو اب بھی اس کا ضرور یقین کروگے کہ میرے استعفا دینے کے سوا دوسرا علاج نہ تھا" اس کا جواب میں اس روز کی ملاقات میں بھی صاف نہ دے سکا اور اب تک بھی نہ چاہتا تھا کہ زبان پر لاؤں اصل یہ ہے کہ یہ ایک بہت ہی پرضد اور نہایت ہی غیور مزاج آدمیوں کی حرکات ہوا کرتی ہیں مجھے کبھی اس بات کا وہم بھی نہیں ہوا کہ آپ اس قسم کی ضد اور بیجا غیرت مندی سے خلاف عقل کام لیں گے اور میں تو بہت کچھ سوچنے کے بعد اب بھی یہی کہتا ہوں کہ اگر آپ ایسا کرتے تو کوئی عقلمند آدمی آپ کی اس ہٹ اور ضد پر صاد نکرتا اور نہ اُس کارروائی کو کوئی بنا ایک ایسے بڑے رنج کی قرار دے سکتا ہے۔

ہاں ایک اور چیز نے بھی آپ کو دھوکہ میں ڈالا یعنی ایک تو آپ یہ رقم فرماتے ہیں کہ وہ تجویز بلاشبہ سرکاری مقاصد کے لئے نہوئی تھی بلکہ مجھکو ضرر پہونچانے کی غرض سے ہوئی تھی اور دوسرے آپ یہ لکھتے ہیں کہ "آپ اس کے آلہ بنائے گئے تھے اور آپ کو اپنے مقاصد ذاتی کے لئے اس کا پیشوا بننا بیشک مناسب تھا اور بلاشبہ اس سے آپ کو فائدہ ہوا" یہ دونوں باتیں ایسے اور اس قسم کے طبع زاد تخیلات ہیں جیسے کہ بدگمان طبیعتیں خود بخود تراشا کرتی ہیں بغیر موجود ہونے کسی ادنےٰ درجہ کی شہادت کے بھی۔

اب سنئے جو تجویز میں نے پیش کی بالفرض وہ سرکاری مقاصد کے لحاظ سے تھی اور یہ تجویز ان دنوں کی تجویز نہیں ہے جبکہ پیش کی گئی بلکہ اس دن کی ہے جبکہ نواب[۵۱] صاحب دیوان بھی نہ ہوئے تھے۔

مولوی مہدی حسن صاحب میرے تمام خیالات اور رایوں کے جو ان امور سے پہلے سے تھیں گواہ ہیں، کیپٹن کلارک[۵۲] صاحب بھی شاہد ہیں اور جناب قبلہ امام سعر

---

[۵۱] سرسالار جنگ ثانی ۱۲ [۵۲] اعلیحضرت آصفجاہ سادس مرحوم کے استاد ۱۲

سید احمد خاں صاحب بہادر کو بھی میں نے اسی زمانہ میں اپنی رائے سے تحریراً اطلاع دی تھی اور ان کا مشورہ چاہا تھا ان سے بھی آپ دریافت فرما سکتے ہیں اور یہ سب اس وقت کے خیالات ہیں جبکہ نواب صاحب اور حضور پرنور کلکتہ کو بھی نہ گئے تھے میری رائے یہ تھی کہ حضور پرنور اور نواب صاحب قبلہ خود اپنی طرف سے وائسرائے کے سامنے ایک مختصر اسکیم اس انتظام کی پیش کریں جس کی بموجب آئندہ کام ہو اور اس کی نسبت میں نے دو مجلسوں کی تجویز کی تھی ایک حضوری اور ایک دیوانی گویا ایک ہوس آف لارڈس اور ایک ہوس آف کامنس، پہلی کونسل امرائے بلدہ سے مرکب ہو اور دوسری معتمدین اور دیگر بعض بڑے بڑے عہدہ داروں سے بما تحتی مدار المہام سرکار عالی، اول کونسل ایک ضمانت اس بات کی ہوگی کہ حضور کی کم عمری ملک کے لئے کچھ مضر نہ ہوگی اور دوسری ایک ضمانت اس بات کی ہوگی کہ مدار المہام کی کم سنی انتظام کے لئے مضر نہ ہوگی۔

ان ضمانتوں کے قایم ہونے کو میں اس خطرہ کے رفع کرنے کے لئے جو کسی یورپین مشیر یا یورپین چیف سکرٹیری یا رزیڈنٹ صاحب کی شرکت کے اندیشہ سے پیدا ہوتا تھا ضروری جانتا تھا۔ میں یہ دیکھ کر تو خوش ہوا کہ کونسل آف اسٹیٹ اسی اصول پر قایم ہوئی مگر اس کا مجھکو اب تک افسوس ہے کہ دیوانی میں کوئی ایسی مجلس قایم نہیں ہے اور میں صاف کہتا ہوں کہ ایسی کسی مجلس کا نہ ہونا ریاست کے لئے بہت مضر ہے اور اس کا قایم ہونا ہر طرح مفید ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ اگر وہ مجلس قایم ہوتی جو توہین مجلس مالگذاری کی آپ کی طرف سے ہوئی وہ ہرگز نہ ہونے پاتی۔ مجلس ہی کی توہین نہیں ہوئی بلکہ آپ سے ایک ایسا فعل بھی سرزد ہوا جو آپ کی دانشمندی کے بالکل برخلاف تھا اور کوئی شخص جو آپ کا سچا دوست ہو وہ کبھی اس سے خوش نہ ہوگا۔

پھر ان دونوں باتوں کو خاک میں ڈالو۔ گورنمنٹ کی بدنامی بھی ایسی باتوں سے ہوتی ہے۔ پس چونکہ میں اس مجلس کے تقرر کو ایسی ہر ایک خرابی کے دفع ہونے کی ایک نہایت مفید تدبیر خیال کرتا تھا۔ اس صبح کو جس کی رات میں آپ سے بالکل دوستانہ جھگڑا ہوا تھا میں نے

وہ تجویز قلمبند کی جو میری مہینوں کی سوچی ہوئی تھی، البتہ اسکی کارروائی کی طرز میں کچھ وہ باتیں بھی زائد شامل کی گئیں جو آیندہ اُن خرابیوں کو روکتیں جو کہ حال میں پیش آچکی تھیں آپنے اس وقت جو مخالفت مجلس کے تقرر سے کی وہ آپ کا صرف ذاتی مقصد تھا جس میں آپنے سرکاری مقصد کا خیال نہ کیا۔ لیکن شاید ایسے موقع پر طبیعت کا اقتضا یہی ہوتا ہے۔ اور شاید کہ میں بھی آپ کی جگہ ہوتا تو یہی کرتا۔ لیکن وہ وقت گذر گیا ہے اور آپ پھر اس پر غور کریں۔ اور دیکھو مولوی مہدی علی اگر ریاست کی خوش قسمتی ہے تو ایک روز وہ مجلس ضرور قایم ہوگی اور اگر نہ ہوگی تو اس کی وجہ سے ایسے ایسے خراب نتائج پیدا ہوں گے جن کے ضرر اس ضرر سے بہت زیادہ ہوں گے جو کہ آپ کے خیال میں اس کے تقرر سے ہوں

میری تجویز میں اگر کچھ غلطی ہے تو اس کی اصلاح کرو اور اب نہ وہ معتمد[۵۱] متفرقات ہیں اور نہ ان سے وہ رنج باقی ہے اس اسکیم پر دوبارہ غور کرو اور جس کو چاہو اس کا معتمد قرار دو لیکن برائے خدا میری اور اپنی اور سید حسین کی بحث و تکرار میں جو کہ اب باقی نہیں ہے اصل اور مفید تجویز کو برباد مت کرو اور اس خیال کو کہ وہ تجویز صرف آپ کی مضرت کے لئے تھی دل سے نکال ڈالو۔

دوسری بات یعنی یہ کہ اس کارروائی کے لئے لوگوں نے باہم کچھ سازش کی تھی اور میں اس کے لئے آلہ اور پیشوا بنایا گیا تھا یہ انگریزوں کا سا خیال ہے جو یہ سمجھتے تھے کہ ۱۸۵۷ء کے غدر سے پہلے ہندوستان میں غدر کے لئے کوئی سازش ہوئی تھی اور بہادر شاہ اس کے سرگروہ تھے اور ایران سے اُن کے پاس ایسی تجویزیں آئی تھیں کہ جب ہندوستان میں غدر ہوگا تو شاہ ایران باہر سے حملہ کریں گے۔

یہ خیالات جو تکیہ کے بھنگڑوں کے سے خیالات ہیں مولوی مہدی علی کے لئے موزوں نہیں ہیں، یہ محض واہی خیالات ہیں نہ کوئی سازش تھی نہ کوئی مشورت تھی نہ کوئی آلہ بنایا گیا نہ کوئی پیشوا بنا مجھ سے کسی نے اشارہ کیا نہ مجھکو ایک ٹکہ کا یا کسی بات کا بھی اس معاملہ میں کوئی نفع ہوا۔ نہ ذاتی نفع کی غرض سے کوئی بات کی گئی تھی، خدا معلوم آپ کی عقل کو

[۵۱] نواب عماد الملک بہادر سید حسین بلگرامی

کیا تبھر ٹپر گئے ہیں جو اس طرح عورتوں کے سے خیالات پیرا موں خاطر ہیں۔

میں جس تاریخ سے دورہ سے واپس آیا ہوں باوجود اس کے کہ اتنا بڑا واقعہ آپ کے ساتھ گذر گیا اب سے چار پانچ روز پہلے تک تو میں مولوی سید حسین صاحب سے ملا بھی نہیں۔ اکرام اللہ خاں[۵۱] صاحب کو اس وقت تک نہیں معلوم کہ کیا واقعہ پیش آیا۔ مولوی دبیل الدین[۵۴] احمد صاحب سے اس ابتدائی تذکرہ کے بعد پھر کچھ ذکر ہی نہیں آیا۔ جو خط میں نے رانچور کو آپ کے پاس بھیجا۔ ان کو اس کی بھی ابھی تک خبر نہیں ہے۔ البتہ مولوی مہدی حسن صاحب سے اس کا ذکر میں نے ضرور کیا ہے یا اب چار پانچ روز پہلے بعد اس کے کہ ان کے اور آپ کے دوستی کا معانقہ ہو چکا ہے۔ اور بعد روانگی خط رانچور مولوی سید حسین صاحب اس واقعہ سے مطلع ہوئے ہیں۔ جس سے وہ اب تک من اوّلہ الیٰ آخرہٖ ناواقف تھے کیا اب بھی آپ کو یہ خیال باقی رہے گا کہ یہ تجویز کسی بڑی یا چھوٹی سازش پر مبنی ہے،!

جہاں تک گذشتہ معاملہ سے تعلق تھا سب ختم ہو گیا ہاں اب میں مشکو رہوں کہ آپ نے بالضرور یہ چاہا کہ میرے ساتھ دوم یا سوم درجہ کی دوستی قایم رکھیں اور ایک روز آپ نے یہی مضمون مجھ سے دوسرے لفظوں میں الوال سے آتے ہوئے بھی راستہ میں بیان فرمایا۔ جبکہ آپ نے فرمایا تھا کہ دوستی کے چند مدارج ہیں ایک درجہ وہ ہے کہ سید محمود اور سید احمد خاں سے میں اپنی بی بی کا پردہ نہیں کراتا۔ (اگر آپ بھول گئے ہیں تو خدا ہی خوب جانتا ہے کہ پردہ قایم رکھنے میں زیادہ تر کس کی کوشش تھی) وہ مجھ سے بے تکلف ضرورت کے وقت روپیہ کی فرمایش کرتے ہیں اس طرح کہ گویا حکم جاری کرتے ہیں، میں سب کچھ سمجھا، اور جو برتاؤ کہ اس کے بعد آپ نے میرے ساتھ برتا اس کو بھی میں نے دیکھا، لیکن بات یہ ہے کہ جو شخص ایک دفعہ ایک درجہ حاصل کر چکا ہے وہ اس سے دوم درجہ کا تنزل بشرطیکہ وہ اشراف ہے قبول نہیں کر سکتا۔ ایک گہری محبت کے بعد رسمی محبت کسی طرح قایم نہیں رہ سکتی۔ آپ ایک عیسائی سے ایک ہندو سے ایک پارسی سے نہایت گہری محبت سے مل سکتے

۵۴ [illegible]

ہیں سادہ سطتے ہیں۔ لیکن اگر خدانخواستہ آپ کا کوئی مسلمان دوست مرتد ہوجائے تو آپ اگر آپ میں نورِ ایمان ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہے اور بہت کچھ ہے تو آپ اس کے ساتھ دیسی دوستی نہیں برت سکتے جیسے کہ اس عیسائی اور پارسی اور ہندو کے ساتھ برت سکتے ہیں جو کہ اوّل ہی سے مذہب اسلام سے خارج ہیں تو آپ کو کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیئے کہ جبکہ آپ نے دوم، سیوم، درجہ کی رسم کو قایم رکھنا چاہا تو میں نے کیوں ایسی نالائقی پر کمر باندھی کہ بالکل کٹ کردی۔

آپ کی حالت، اور میری حالت، اس معاملہ میں یکساں نہیں ہے۔ آپ نیچے اُتارنے والوں میں ہیں، اور میں نیچے اُترنے والوں میں نہیں ہوں۔ آپ کا اعلیٰ درجہ کا اخلاق اس بات کا مقتضی تھا کہ آپ وہ عنایت ایسی حالت میں نہ کرتے جیسی حالت میں کہ آپ نے کی ہے۔ اب میری عزت کی حفاظت اسی میں ہے کہ بہت شکرگذاری کے ساتھ آپ کی اس بچی کھچی اور باسی اخلاق سے بھی معافی چاہوں اور چاہتا ہوں۔ اور اپنی رہی سہی عزت کی حفاظت کروں۔ اس میں نہ آپ کی کوئی بہت بڑی تعریف ہے اور نہ میری شکایت آپ نے بعض لوگوں کی طرف اشارہ کیا ہے جنھوں نے باوجود دوستی آپ کو دہوکہ دیا کچھ شک نہیں ہے کہ ایسے ہی پاجی خصالوں کے ساتھ معاشرت اور معاملت کرتے کرتے آپ کو اشرافوں کی شناخت اور تمیز نہیں رہی ہے۔ خدا رحم کرے۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرے چند الفاظ اس غلط فہمی کی اصلاح کردیں گے جس میں آپ مبتلا ہیں ورنہ میں مجبور ہوں کیونکہ اگر آپ میری جگہ ہوتے اور میں آپ کی جگہ تب آپ کو اس رنج کی پوری قدر معلوم ہوتی جو مجھ کو اس معاملہ میں پہونچا اور اس وقت آپ کی بھی یہی رائے ہوتی کہ کٹ۔

بیشک آپ نے سچ خیال کیا ہے کہ اس حالت میں بھی میں ہمیشہ آپ کا ایک بھلائی چاہنے والا پایا جاؤں گا۔ اور یہی توقع مجھے آپ سے بھی ہے اور بیشک میں آپ کے اس ارشاد کو تسلیم کرتا ہوں اور اس کا بدل شکرگذار ہوں کہ اس حالت میں بھی آپ نے میری نفع

رسائی میں دریغ نہیں کیا۔ اور زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ جو کچھ کیا وہ ایک ایسا امر تھا کہ آپ کو دیانتاً بحیثیت اپنے عہدہ کے دہی کرنا چاہیئے تھا۔

یہ عجب بات ہے کہ جس چیز کو آپ توڑ چکے ہیں، اُس کی نسبت آپ پھر یہ کہے جلتے ہیں کہ اس پچھلی کم بخت محبت کا اثر جواب تک میرے دل میں باقی ہے اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ دہ سالہ دوستی کو تنکے کی طرح توڑ ڈالوں اور لڑکوں کی طرح یاری کُٹ کر دوں۔

اب آپ کے تینوں سوالوں کا جواب عرض کرتا ہوں!

خلاصہ سوال	جواب
(۱) اگر میرے یہ خیالات غلط ہیں اور جو کچھ میں سمجھتا ہوں میری غلط فہمی ہے اور آپ کے دل میں میری محبت اور دوستی اور صداقت ویسی ہی ہے اور جو کچھ آپ نے کیا نیک نیتی سے کیا الخ تو اتنا لکھ دو کہ تم غلط سمجھے میں پورا یقین کر لوں گا اور معافی وغیرہ کا ذکر الخ	جو کچھ میں نے اس روز بالمشافہ آپ سے کہا اس کے سوا میں ایک لفظ بھی اس میں نہ بڑھاؤں گا اور جو کچھ اس خط میں لکھا وہ صرف آپ کے پُرجوش خط کے جواب میں ہے اور جو کچھ میں نے اُس روز آپ سے کہا اس کا جواب بھی پا چکا۔ اب میں کسی جواب کا بھی منتظر نہیں ہوں ؎ "یکبار توبہ کردم دو دیگر نمی کنم"
(۲) یہ کہ اگر آپ نے اپنے ذاتی مقاصد کے لئے سے بھی کوئی کارروائی کی ہو تو اتنا لکھ بھیجئے کہ مجھ سے غلطی ہوئی معاف کروں گا الخ	لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم
اسی سوال کی تحریر میں آپ لکھتے ہیں کہ باوجود ایسے اقرار کے بھی میں اپنا ویسا ہی دوست سمجھوں گا اور پھر ہم دل سے مل جاویں گے۔	یہ آپ کے اخلاق کا اقتضا ہے مگر میری غیرت کب اس کو قبول کرے گی۔ اور حقیقت میں اپنے آپ کو اس جرم کا صحیح مجرم سمجھ کر جو مجھ سے منسوب ہوا پھر بھی آپ کے ہاتھ

میں دوستانہ دعوے سے ہاتھ اٹھا دوں۔ تو سخت ہی بے غیرت اور بے عزت اور بے شرم ہوں گا۔ افسوس ہے کہ آپ نے عزت اور غیرت کا صرف نام سنا ہے ورنہ مجھ سے اس قسم کی توقع نہ کرتے یا یہ کہ مجھ کو اشراف نہیں سمجھا ہے۔

(۳) جب دونوں باتیں نہ ہوں تو رسمی دوستی ہی قایم رکھیے۔

یہ میرے امکان سے باہر ہے لہذا بہت شکر گذاری کے ساتھ اس سے معافی چاہتا ہوں۔

آخر میں جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "اس پر بھی اگر آپ میری مخالفت کو اور اس کے عام اشتہار کو اپنے لئے مفید سمجھتے ہوں تو یہی خط میرا آخر خط ہے" اس میں آپ نے ایک مخالفت کا لفظ غلط استعمال کیا ہے باقی سب سچ ہے۔ بے شک اس حالت میں جو اس وقت میری ہے لوگوں کے دل میں یہ غلط خیال باقی رہ جاتا کہ ہم دونوں بدستور دوست ہیں" میرے لئے بہت تکلیف کا باعث ہے۔ ایسے مواقع پیش آتے ہیں کہ یا لوگوں سے برا بنئے یا جھوٹ بولئے، اور اگر یہ نہ کیجئے تو اصل بات کا اظہار کر دینا لازم آتا ہے۔ آپ چونکہ باہر ہیں لہذا وہ مشکلات کم واقع ہوتی ہیں جب آپ یہاں ہوں گے۔ تو اس منافقانہ حالت میں زیادہ عرصہ تک قایم رہنا ناممکن ہوگا۔

میں نے ابھی جناب سید صاحب کو اس باب میں کچھ نہیں لکھا اور اگر ان کو لکھنا ہوا تو میرے اس نیاز نامہ کی نقل مجھ کو لطف فرمائیے میں آپ کے نوازش نامہ کی نقل یا وہی اصل بھیج دوں گا۔ اور آج تو میں بہت کچھ لکھ چکا اس وقت تو اور نہیں لکھا جاتا۔ والسلام فقط

خاکسار مشتاق حسین

(۸)

حیدرآباد ۱۳ شوال ۱۳۰۷؁ھ جناب من۔ تسلیم! عنایت نامہ مع عریضہ نیاز جو واپس ہوا ہے ورود

ہوا معروض فرمایا۔ فی الحقیقت میں بطریق صلاح کے پوچھتا ہوں کہ کیا کیا جائے؟ یہی ملاقات خانگی طور پر باقی رہ سکتی ہوتی تو بے شبہ یہ معاملات مخفی رہ سکتے تھے۔ لیکن جب کہ میں مفصل عرض کر چکا ہوں کہ وہ میرے امکان سے خارج ہے۔ تو میں اب ان مشکلات سے آپ کو کیونکر بچاؤں جو اس اخفاء سے متعلق ہیں۔ پرسوں کچہری میں لوگ مجھ سے دریافت کرتے تھے کہ آپ مولوی مہدی علی صاحب سے ملے۔ پرسوں تو میں یہ کہہ کر چھوٹا کہ آج وہ الوال گئے ہوئے ہیں۔ کل خود میرے گھر پر مجھ سے لوگوں نے پوچھا میں نے کہدیا کہ میں ایک ضروری کاغذ ان کے واسطے لکھتا رہا۔ اسوجہ سے نہ مل سکا۔ اب آج کیا کہوں گا اور کل جب لوگ مجھ سے دریافت کریں گے تو کیا جواب دوں گا۔

اس کے علاوہ بعض سخت ضرورتیں ایسی ہیں جن کو میں اس خط میں لکھ بھی نہیں سکتا اور جب تک میں ان لوگوں سے یہ حقیقت بیان نہ کروں ان سے اس قدر بڑا بنتا ہوں کہ بیان نہیں کر سکتا۔ سرکاری معاملات میں کوئی بدنامی نہ ہوگی۔ لیکن خانگی تعلقات میں تو سخت ہی مشکل ہے۔

پھر جبکہ ہر شخص سے اب آپ کی صفائی ہے مولوی وکیل الدین احمد صاحب آپکے دوست ہیں مولوی سید حسین صاحب آپکے دوست ہیں نواب یار جنگ بہادر اس روز سے جبکہ آپ کا خط ان کی اسناد کی طلبی میں آیا تھا آپ کو تمام اس موجودہ طبقہ میں سب سے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ سرکار آپ سے خوش ہیں تو وہ اور ایسی کون سی جگہ باقی ہے جس کی نسبت آپ خیال فرماتے ہیں کہ اپنی ذاتی اغراض اور منافع نفسانی کے واسطے جو کوئی چاہتا ہو وہ اس کا اشتہار دیتا پھرے۔ ذاتی فائدہ کم بخت کہاں ہے اس کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آتا براہ عنایت کچھ مدد کیجئے اور کوئی راستہ بتلائیے جو میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اور جب کہ میں درحقیقت مجبور ہوں تو ایسے طعنوں سے میں اپنی عقدہ کشائی نہیں کر سکتا البتہ میں صرف اس قدر کر سکتا ہوں کہ جہاں ضرورت ہو وہیں ظاہر کر دوں اور دوسری جگہ ظاہر نہ کروں۔ لیکن جبکہ دوست راہم دوست باشد و ہمچنیں مسلسل تو میں شہرت کے نہ ہونے کا بھی ذمہ دار نہیں ہوں۔

اور درحقیقت تو آج کی حالت یہ ہے کہ اس امر کا اظہار شاید میری مضرت کا باعث ہو لیکن خیر وہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ میں اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنے کا مجاز ہوں۔ والسلام خاکسار مشتاق حسین

(۹)

جناب من! تسلیم۔ میں نہیں چاہتا کہ آج کی ایک چھوٹی سی مثال کو جو آپ کی طبیعت سے متعلق ہے ہاتھ سے جانے دوں۔ آپ نے اپنی طبیعت کے مطابق پھر چاہا کہ دو مخالف خیال والوں کو اپنی کارروائی سے راضی رکھوں۔ ایک طرف مولوی چراغ علی صاحب کو آپ نہ روک سکے اس لئے کہ وہ ناراض نہ ہوں اور دوسری طرف آپ کمیٹی کو ملتوی نہ کر سکے کہ یہ امر ڈنلاپ صاحب کی مرضی کے خلاف نہ ہو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ڈنلاپ صاحب کو اس طرز کارروائی سے تسکین نہ ہوئی اور دو اور شخصوں کو (مجھ کو اور پنڈت وشنو سیٹھ کو) ناحق ناگوار تکلیف ہوئی۔ مجلس کی کارروائی جب شروع ہوئی اور اول ہی جمع بندی کے تختہ پر غور ہونا شروع ہوا تو ہر ایک نے تسلیم کیا کہ اب یہی محنت دوبارہ پھر ہوگی اور ان سب مطالب پر پھر مولوی چراغ علی صاحب کے ساتھ غور کرنا پڑے گا۔ تب بہ مجبوری کارروائی بند کی گئی۔

مجھ کو بالتخصیص ملال اس لئے ہوا کہ میں نے وقت سے پہلے آپ کو متنبہ کیا آپ نہ مانے اور آپ نے اصرار کیا۔ مگر اصرار یا اقتدار یا حکم یا کوئی تحریر واقعات کو بدلنے پر تو قادر نہیں ہو سکتی لہذا کچھ اور نتیجہ نہ نکلا بجز اس کے کہ وقت ضائع ہوا جس وقت میں نے آپ کو عریضہ لکھا تھا خاص طرح ایک کام میں مصروف تھا اور جب مجھکو معلوم ہوا کہ مولوی چراغ علی صاحب گلبرگہ گئے تو میں منتظر رہا کہ آپ کے پاس سے التوائے کمیٹی کی کوئی اطلاع آئی ہوگی، اور بہ اطمینان ایک ایسے کام میں مصروف ہوا جس کو میں نے تعطیل کے لئے اُٹھا رکھا تھا اور جس میں بہت سا وقت صرف ہونے کی ضرورت تھی وہ سب کام جو کہ سرکاری ہی کام تھا بند کر کے بیکار آدمیوں کی طرح ایک فضول کمیٹی میں جس میں میں یقیناً جانتا تھا کہ آج ہرگز کام نہ ہو سکے گا نہایت بددلی کے ساتھ جانا پڑا اور آخر یہی نتیجہ نکلا کہ

کچھ نہ ہوا، ناکام واپس آنا پڑا۔ اور اب طبیعت پر اس قدر کوفت ہے کہ ہر چند چاہا کہ اس کام کو پھر شروع کروں مگر مطلق جی نہیں لگ سکا اور یہ بہتر معلوم ہوا کہ آپ کو عریضہ لکھنے ہی میں وقت صرف کروں۔ والسلام

خاکسار مشتاق حسین

جواب منجانب مولوی مہدی علی مجھے مولوی چراغ علی کا خط آج دس بجے ملا کہ وہ گلبرگہ جاتے ہیں۔ اسی وقت میں نے ڈنلاپ صاحب سے پوچھا۔ انھوں نے کہا کچھ مضائقہ نہیں کمیٹی ہوگی میں تو اس کمیٹی کا رکن ہی نہ تھا۔ مجھے منع کرنے کا کیا حق تھا بہرحال میرا کچھ قصور نہیں ہے۔

مہدی علی۔

(۱۰)

بلدہ ۶ محرم ۱۳۰۱ھ جناب مخدومی و معظمی! تسلیم، آج آپ کی اسپیچ نے اس سے بھی کئی حصہ زیادہ میرا وقت لے لیا جس قدر کہ اس کے سننے میں اول مرتبہ صرف ہوا تھا۔ چونکہ آپ نے مہربانی سے مجھکو پوری آزادی بخشی تھی لہذا جس قدر میری یاد نے کام کیا میں نے اس میں ترمیم کی ہے اور مجھکو خوف ہے کہ اس قدر بڑی تبدیلی کو آپ پسند کریں گے یا نہیں؟ بعض عبارتوں کے متعلق کل میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ گو وہ اسپیچ کے وقت بیان نہیں ہوئیں لیکن عوام پر عمدہ اثر ڈالنے کی غرض سے اگر ان کو چھاپتے وقت داخل کر دیا جاوے تو کچھ ہرج نہ ہوگا۔ لیکن اب آج کی اس ترمیم کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ ہر ایک چیز میں اصلی واقعات ہی کو ملحوظ رکھنا صراط مستقیم ہے۔ ورنہ اگر عام خیال اور عام اثر کا لحاظ کیا جاوے تو مجھ کو بھی اپنی اسپیچ بدلنی پڑے گی۔ اور اس کو میں پسند نہیں کرتا گو کہ ہر طرف سے مجھ سے کہا جا رہا ہے کہ جن الفاظ کا میں نے اپنی اسپیچ میں استعمال کیا وہ انگلش خیال سے ایک ایسی بیہودہ خوشامد سمجھی جاتی ہے جو ہر انسان کے لئے خلاف عزت اور خودداری ہے۔

اپنی اسپیچ میں ملفوف کرتا ہوں اور اس کے چھاپنے کی اجازت دیتا ہوں اس شرط کے ساتھ کہ آپ کی اسپیچ میں بھی کوئی اور تصرف نہ ہو، البتہ اس سے میں انکار نہیں کر سکتا کہ ممکن ہے کہ میں نے واقعات کے یاد رکھنے میں کوئی غلطی کی ہو لیکن اس نقص

کے رفع کرنے کے لئے میں نے ایک اور نہایت راستباز اور ایماندار شخص موجود جلسہ سے مدد حاصل کی ہے۔ بایں ہمہ اگر آپ اس ترمیم میں کوئی غلطی ملاحظہ فرماویں تو اصلاح سے پیشتر مجھ کو یاد فرما کر دکھلا لیجئے۔

نیز اگر مجھ سے اپنی اسپیچ لکھنے میں کوئی غلطی ہو گئی ہو تو اس کی اصلاح کا آپ کو پورا اختیار ہے صرف مجھکو قبل طبع دکھا لینا کافی ہو گا۔ والتسلیم فقط خاکسار مشتاق حسین

(۱۱)

جناب من التسلیم، سید شیر محمد خاں صاحب کی متواتر اس اطلاع سے مجبور ہو کر کہ مولوی صاحب کے کمبخت چپراسی مجھ کو تو مولوی صاحب تک کچہری میں کبھی نہیں جانے دیتے آج میں اس بات کی معافی چاہتا ہوں کہ یہ عریضہ آپ کو لکھوں۔ اور اپنا آدمی ساتھ کر کے ان کو آپکے پاس بھیجوں۔ لیکن یہ میں نے ایک دن کر دیا آئندہ کیا؟

آپ تو فرماتے ہیں کہ اب میں برابر کچہری میں سب سے ملتا ہوں۔ یہ کس قسم کا ملنا ہے کیوں چپراسیوں کو اس قسم کی جرأت ہے کہ کسی کی اطلاع آپ کو نہ کریں۔ میرے ہاں کے چپراسی تو ایسا کریں؟ اسی وقت نکالدوں۔ اصل میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صرف کہتے ہیں اور کرتے نہیں ورنہ مجال ہے ان چپراسیوں کی جو اس طرح لوگوں کو تنگ کریں۔ یہ سب الزام آپ پر ہے معاملہ ہر ایک سے صاف رکھنا چاہئیے۔ چپراسی ہوں یا سید شیر محمد خاں یا اور کوئی۔ زیادہ تسلیم۔ خاکسار مشتاق حسین

جواب آپ کچہری میں مستغیث بن کر آتے تو آپ کو حقیقت معلوم ہو جاتی۔ ہر عہدہ دار ایک وقت ملنے کا مقرر کرتا ہے۔ اگر ایسا نہ کرے تو وہ کام نہ کر سکے۔ میں نے بھی دس بجے کا وقت مقرر کر دیا ہے شاید مولوی صاحب دس سے پہلے آئے ہونگے، ورنہ میں تو خود ہر روز ایک ایک آدمی سے ملتا ہوں اور خود دیکھ لیتا ہوں کہ کوئی رہا تو نہیں فقط مہدی علی

(۱۲)

امروہہ ۲۰ ستمبر ۱۹۰۸ء جناب مخدومی و مکرمی تسلیم۔ والا نامہ نے عزت بخشی۔ میجر ڈاکٹر

سید حسن صاحب تو اتنی دور رہیں میں تو علیگڈھ سے صرف چھ گھنٹہ کے فاصلہ پر ہوں مجھکو اس وقت کے قبل آخر جولائی گذشتہ میں ہز آنر کی رونق افروزی کے موقع پر علیگڈھ آنے کا اتفاق ہوا۔ مسٹر کارنا کے متعلق ان حالات میں سے کچھ بھی معلوم نہ تھا۔ اور رائے تو واقعات کے تابع ہوا کرتی ہے۔ جو حالات ٹرسٹیوں کو اب معلوم ہوئے ہیں اُن کی اطلاع جب ڈاکٹر سید حسن صاحب کو بھی ہو تب جو کچھ وہ اپنی رائے قایم کریں وہ البتہ قابل غور ہے ۹

اس امر کی نسبت کہ آیندہ تحریریں بند ہونی چاہئیں میں صرف اس قدر عرض کرنے کی معافی چاہتا ہوں کہ اگر آپ مسٹر کارنا کی تائید میں آیندہ کوئی تحریر یا تقریر مناسب نہ سمجھیں گے تو مجھ کو بھی اپنا وقت اس میں صرف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے تو جو کچھ لکھا ہے وہ سب آپ کے جواب میں اور یہ سمجھکر لکھا ہے کہ سکوت معصیت میں داخل ہو گا۔ اور اسی سلسلہ میں ایک تحریر البتہ میں ٹرسٹیوں کی خدمت میں اور بھیجنے والا تھا جس میں اس بات کی بحث کی گئی تھی کہ یورپین اسٹاف اگر انگلستان میں ایک دفعہ ہمارے انتظام کے خلاف ایجی ٹیشن پھیلا دے کہ وہاں کی ملازمت سترشخصوں کی حکومت برداشت کرنی ہے۔ تو اس سے ہم کو بہت نقصان پہونچ جاوے گا اور یہ وہی الفاظ ہیں جو میں نے آپ سے سنے تھے۔ اپنی تحریر میں میں نے اسی اندیشہ پر بہت شرح و بسط سے بحث کی ہے اور اس قسم کے ایجیٹیشن سے نقصان پہونچنے کے خوف کو میں نے باطل ثابت کر دیا ہے۔ اور اسی ضمن میں گورنمنٹ کی مداخلت اور ٹرسٹیوں کی جائز آزادی پر بحث کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ یہ دونوں خیال متضاد نہیں ہیں ایک وقت ایسا ہوتا ہے کہ ہمکو گورنمنٹ سے مدد لینی چاہیئے اور ایک وقت ایسا ہوتا ہے کہ ہم کو اپنی آزادی کی قدر کرنی چاہیئے۔ اس مضمون میں میں نے ایک جگہ اس دہمکی کا ذکر کرنے کے بعد جو یورپین اسٹاف کی طرف سے دی جاتی ہے۔ یا دی جا سکتی ہے میں نے یہ فقرہ بھی لکھا تھا کہ نواب محسن الملک بہادر خود ہی ایک ڈراونی شکل پیدا کر دیتے ہیں اور پھر خود ہی اس سے ٹرسٹیوں کو اس طرح ڈراتے ہیں جیسے بچوں کو فرضی ڈراونی شکل سے ڈرایا جاتا ہے۔

لیکن اب جبکہ آپنے آرنلڈ صاحب کے بلانے کی کارروائی خود ہی بدون کسی مزید انتظار کے شروع کردی ہے جس کو خدا کامیاب کرے تو میں بھی اپنی اس قسم کی تحریروں کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتا اور جو کچھ بھی اس وقت تک ہوا اس پر مجھکو درحقیقت بہت زیادہ افسوس ہے۔ میں حتی الامکان آپ کے ساتھ کسی شدید اختلاف سے اپنے آپ کو بچانا چاہتا تھا تاکہ لوگوں کو غلط فہمی سے یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ حیدرآباد کے بعد پھر ان لوگوں میں وہی جھگڑا یہاں بھی شروع ہوا۔ وہاں انھوں نے ریاست کو تکلیف میں ڈالا اور یہاں کالج کو نقصان پہونچاویں گے۔ حالانکہ جاننے والے جانتے ہیں کہ حیدرآباد میں کبھی میرا اور آپ کا کوئی نزاع کبھی نہیں تھا آپ جو مشورہ مناسب سمجھتے تھے گورنمنٹ کو دیتے تھے اور میں جو مشورہ مناسب سمجھتا گورنمنٹ کو دیتا تھا اور بحیثیت معتمد ہم دونوں ذمہ وار تھے کہ نیک نیتی کی راہ سے ہم گورنمنٹ کو مدد دیں۔ دو رائیں چاہے باہم موافق ہوں یا مخالف۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ اس مسٹر کارنا والی بحث میں تمام ان لوگوں کو جن کو اس پر غور کرنے کا موقع ملا انہوں نے میرے اس اختلاف کو کسی اور طرف محمول نہیں کیا۔ بالآخر اگر اس اختلاف کا فیصلہ ووٹ سے ہوتا یا آئندہ ہو تو معلوم ہو جائے گا۔

نہ من بر آں گل عارض غزل سرایم و بس — کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزار انند

والسلام — فقط — خاکسار مشتاق حسین

(۱۲۳)

جناب مخدومی و مکرمی سلامت! مجھے ابھی ابھی معلوم ہوا ہے کہ آپنے کالج کے ان طلبا کو جو یہاں مقیم ہیں ایڈریس کے جلسہ میں مدعو کیا۔ لیکن ایوننگ پارٹی میں ان کو نہیں بلایا۔ اس پر میں مکرر آپ کی توجہ چاہتا ہوں۔ اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو اس کا مضائقہ نہ تھا کہ اس بنیاد پر لڑکے ابھی اپنی ضد پر قایم ہیں ان کو دونوں موقعوں پر مدعو نہ کیا جاتا اور میرے نزدیک پرنسپل صاحب سے بھی اگر مشورہ کیا جاتا تو غالباً ان کو بھی عذر نہ ہوتا اور خوبی اسی میں تھی کہ وہ دونوں موقعوں پر بلائے جاتے۔ لیکن جب آپنے ان کو ایڈریس میں مدعو فرمایا تو ایوننگ

پارٹی میں نہ بلانا اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی؟ کیا آپ اس کے متعلق کچھ اصلاح فرما سکتے ہیں؟ اور ابھی وقت ہے۔ پہلے آپ خود اپنے بچوں کی عزت کیجئے اس کے بعد دوسروں سے امید کیجئے کہ وہ بھی ان کی عزت کریں۔ اور میں نے یہ تکلیف اس لئے دی کہ انوی ٹیشن کارڈ میں پارٹی ٹرسٹیوں کی طرف سے دینا لکھا ہے۔ لہذا اگر کوئی غلطی کارروائی میں ہو تو ہر ٹرسٹی اپنے آپ کو اس کا ذمہ دار سمجھ سکتا ہے۔ والسلام فقط خاکسار مشتاق حسین

جواب "دونوں موقعوں پر بلانا مقصود تھا۔ میں نے میر صاحب کو ابھی پھر لکھ دیا کہ لڑکوں کو مطلع کر دیں کہ وہ گارڈن پارٹی میں بھی آویں فقط مہدی علی

(۱۴)

بنام مولانا الطاف حسین صاحب حالی

جناب مخدومنا معظمنا! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ، جناب سید جعفر حسین صاحب نے جناب کا والا نامہ رقمزدہ ۱۳ ستمبر جو ان کے نام تھا اس کا پہلا حصہ متعلق مسٹر کار نامیرے دیکھنے کو بھیجا ہے۔ جو کوشش کہ کالج کے اس اہم مسئلہ کے متعلق جناب نے فرمائی اور فرما رہے ہیں، وہ کچھ نئی نہیں ہے۔ کالج اور قوم دونوں اس کے ہمیشہ مشکور رہے ہیں۔ لیکن ایک خاص مضمون بہت ہی کم لوگوں کو معلوم ہے کہ اگر جناب سر سید مرحوم و مغفور ایک مہینہ بھی اور زندہ رہتے تو جناب اور نواب محسن الملک بہادر اور خاکسار کے دستخطوں سے ایک یادداشت ٹرسٹیوں میں جاری ہو چکی تھی کہ کالج کی خبر لیں اور اس کو یورپین اسٹاف کے ہاتھوں میں چلے جانے سے روکیں۔

میں جواب کی مرتبہ علی گڈھ گیا تھا تو نواب محسن الملک بہادر کو میں نے وہ واقعہ یاد دلایا جس سے میری غرض یہ تھی کہ ایک تو وہ وقت تھا کہ جب وہ اس مقصد کے واسطے سر سید کی بھی پروا نہ کرتے تھے۔ یا آج وہ دن ہے کہ خود آپ اس سے زیادہ غلطیاں کر رہے ہیں اور دوسروں کو اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور کالج کو اور قوم کو اس قسم کی نقصان سے محفوظ رکھنے کے واسطے آپ کے خلاف کوشش کریں جناب نے جو کچھ کہ براہ دور اندیشی ارشاد فرمایا ہے وہ ضرور قابل غور ہے اور اس کے علاوہ عالی جناب نواب محسن الملک بہادر جو ایک

بات فرماتے ہیں وہ بھی بہت توجہ کے قابل ہے اور وہ یہ کہ اگر یورپین اسٹاف ہم سے بد دل ہو جائے اور وہ انگلستان اور ہندوستان میں اس کا غل مچاوے کہ علی گڈہ کالج میں کوئی قاعدہ اور اصول باقی نہیں ہے۔ اور سترحاکموں کی حکومت وہاں برداشت کرنی پڑتی ہے تو پھر آئندہ کبھی یورپین پروفیسر کا میسر آنا بھی مشکل ہو جاوے گا۔ لیکن اس کے ساتھ اب یہ بات دیکھنے کے قابل ہے کہ اس وقت ان خیالات کو کہاں تک وقعت دینی چاہیئے۔

مسٹر مارین کی نسبت اوّل تو آپ یقین کریں کہ جس روز سے کالج میں وہ بائبل[۵۸] کی تعلیم بند کرنے اور مشنری لیڈیز کی مزاحمت کا واقعہ پیش آیا ہے جس کی اطلاع غالباً جناب کو منصل ہوئی ہوگی۔ اس روز سے مسٹر مارین وہ پہلے سے مسٹر مارین نہیں رہے ہیں۔ اور اب ان کی اخلاقی حالت طلباء کے ساتھ یہ ہے کہ اپنی کوٹھی پر طلبا کو آنے کی انھوں نے قطعی ممانعت کردی ہے۔ ان کو اس گذشتہ مزاحمت پر سخت برہمی پیدا ہو گئی ہے اور علی گڈہ میں جو ٹرسٹی ہر وقت بود و باش اور وہاں سے تعلق رکھتے ہیں اُن کی متفقہ اور قطعی رائے یہ ہے کہ مسٹر کارنا اور دوسرے اسٹاف کی طبائع کی موجودہ حالت مسٹر مارین کی اس متبدلہ کیفیت کے اثر سے ہے اور اب جو دن کہ مسٹر مارین کے تشریف لے جانے کے باقی ہیں خدا کرے کہ وہ خیر و عافیت سے بسر ہو جاویں اور شکریوں کے نعروں ہی میں رخصت ہوں ورنہ بہت اندیشہ ہے کہ آئندہ اس پانچ چھ مہینہ کی مدت میں وہ واقعات پیش نہ آجائیں جس سے علانیہ کشمش پیدا ہو جائے اور بے لطفی ترقی کر جائے۔

نواب محسن الملک بہادر کی حالت یہ ہے کہ جیسے کوئی شخص ایک فرضی ہوّے کی شکل خود ہی بن جاوے اور پھر خود ہی اس سے بچوں کو ڈراوے۔ ان کی تمامتر کارروائی اس معاملہ میں صاف بتلا رہی ہے کہ وہ جو کچھ بھی کر رہے ہیں اس کی غایت صرف یہ ہے کہ مسٹر مارین کو وہ خوش رکھیں، پھر چاہے پرنسپل اور سکریٹری اس میں سر کھپوڑیں، کالج کو نقصان ہو، ان کی بلا سے۔ ان کی اپنی ذاتی پالیسی یہ ہے جو یورپین اسٹاف کو رضامند رکھنے

---

[۵۸] چند نوجوان طلبا ایک مشنری لیڈی کی یہاں انجیل کا سبق پڑھنے جاتے تھے۔

کی ہے خلل واقع نہ ہو، ورنہ جبکہ ابتدا میں خود اُن کی ذاتی رائے یہ تھی کہ مسٹر کارنا پرنسپلی کے عہدے کے قابل نہیں ہیں تو اس کے بعد وہ دوسرے کون اور واقعات جدید پیش آئے تھے جن کی بنیاد پر انھوں نے اپنی رائے کو بدلا مجھ سے وہ اس کے جواب میں فرماتے تھے کہ ولایت کے دوستوں نے جب مجھکو لکھا کہ یہاں کوئی عالم شخص موزوں نہیں مل سکتا تب میں نے اپنی رائے کو بدلا اور مسٹر کارنا کے سامنے شرطیں پیش کیں لیکن جب میں نے وہ کاغذات دیکھنے کو مانگے تو جواب ملا کہ صاحبزادہ آفتاب احمد خاں کے پاس سے وہ سب کاغذات گم ہوگئے۔ لیکن آگے چلئے کسی متعفن بند تالاب کو چھیڑیے تو اس میں سے اور زیادہ زیادہ عفونت نکلتی ہے۔ میرے ۲۱ اگست کے خط میں جب کاغذات مذکورہ کی گم گشتگی کو صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب نے پڑھا تو انہوں نے مجھ کو لکھا کہ آنریری سکریٹری صاحب کا کوئی ایسا کاغذ میرے پاس سے گم نہیں ہوا۔ وہ سب کاغذات خود آنریری سکریٹری صاحب کے پاس ہیں اور میں نے بھی اُن کو پڑھا تھا۔ اس کے بعد جب صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب مجھ سے ملے تو انھوں نے فرمایا کہ اب کیا کیا جائے کچھ کہنے کی بات نہیں ہے، انھیں جوابوں میں جو انگلینڈ سے آئے تھے یہ بھی تھا کہ اگر ٹرسٹیوں کا رزولیوشن بہ اجازت انتخاب ہم کو بھیج دیا جاوے تو آرنلڈ صاحب شاید رضامند ہو سکیں ورنہ کوئی دوسرا موزوں شخص بھی مل سکتا ہے۔

آفتاب احمد خاں صاحب نے یہ گفتگو مجھ سے راز کے طور پر کی تھی، لیکن چونکہ جناب کی ذات ایک ایسی ذات ہے جس کو سب سے زیادہ کالج کے ساتھ ہمدردی ہے تو آپ کے سامنے اس کا نقل نہ کرنا ایسا ہی تھا جیسا کسی طبیب کے سامنے مرض کو مخفی رکھنا۔ اور مجھ کو امید ہے کہ آپ بھی مثل ایک رازدار طبیب کے اس روایت کی نسبت عمل کریں گے۔ اور میں صاحبزادہ آفتاب احمد خاں کی روایت کو زیادہ وقعت دوں گا۔

اور آج کل یہ مسئلہ کہ نواب محسن الملک بہادر صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب کی نسبت کاغذات کے کھو دینے کا الزام لگاتے ہیں اور وہ اس کو قبول نہیں کرتے یہ نواب محسن الملک کے سامنے ضابطہ سے پیش ہے جس کے سلسلہ میں میں نے نواب محسن الملک بہادر

سے درخواست کی ہے کہ مہربانی سے ان کاغذات کو اپنے پاس پھر تلاش کریں۔ اب دیکھنا ہے کہ اس کا کیا جواب ملتا ہے؟

آفتاب احمد خاں صاحب کہتے ہیں کہ ٹرسٹیوں کو اس بات کی بھی اطلاع دی جائے کہ کاغذات اُن کے پاس سے گم نہیں ہوئے۔ اور میں نے صاحبزادہ صاحب کی اس خواہش کو نواب صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا ہے کہ ایسا ہونا چاہیئے اور اسی کے ساتھ جو کچھ نواب صاحب ممدوح کا بیان ان کاغذات کی نسبت ہو وہ بھی ظاہر فرما سکتے ہیں۔

قطع نظر اس بات کے احباب مقیم انگلینڈ کے خطوں میں وہ مضمون تھا یا نہیں جس کی اطلاع صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب سے اب ملی ہے ایک معمولی سی معمولی عقل کا آدمی بھی نہ کہ نواب محسن الملک بہادر جیسا شخص ایک منٹ کے لئے اس کو باور نہیں کر سکتا تھا کہ علیگڈھ کالج کے لئے انگلینڈ میں کوئی موزوں شخص ایک ہزار روپیہ ماہوار پر نہیں مل سکتا۔

جس قدر ٹرسٹیوں کی رایوں پر مجھے اس وقت تک مسئلہ ماتحن وغیرہ کے متعلق مطلع ہونے کا موقع ملا ہے کسی ایک شخص نے بھی اس کو باور نہیں کیا۔

نواب فتح علی خاں قزلباش مجھ کو کوہ مری سے لکھتے ہیں کہ آنریری سکریٹری صاحب مجھ سے فرمادیں میں اپنے احباب مقیم انگلینڈ کے ذریعہ سے عمدہ ترین شخص منتخب کرا سکتا ہوں، راجہ نوشاد علی خاں بہادر نے بھی مجھ کو یہی لکھا ہے۔

میں نے خود آنریری سکریٹری صاحب کو لکھا ہے کہ آپ اجازت دیجئے کہ میں سر جان اسٹریچی یا سر ڈینیس فٹز پیٹرک کے ذریعہ سے موزوں شخص بہم پہونچا سکتا ہوں، اگر آرنلڈ صاحب منظور بھی نہ کریں۔ خلاصہ یہ کہ سوائے مسٹر ماریسن کے خوش کرنے کے اور کوئی وجہ موجود نہ تھی جس کی بنیاد پر نواب صاحب نے اپنی پہلی رائے کو بدلا اور مسٹر کارنا سے جھٹ پٹ شرطیں طے کر لیں اور اب تک اسی بات پر جمے ہوئے ہیں۔ رضامندر کھنے کی بھی ایک حد ہوتی ہے مگر یہاں جیسی وسیع رضامندی کا خیال رکھا جاتا ہے وہ حد اعتدال سے بہت زیادہ متجاوز ہے اور اس کے لئے بھی ضرور کوئی خاص وجہ ہونی چاہیئے۔

دو مہینے ہوئے میں نے ایک حیدرآباد کے واقف اسرار شخص سے ایک بات معلوم

کی تھی جس کو سن کر میں نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ؎ وہ روایت یہ تھی کہ نواب محسن الملک بہادر نے حضور پر نور میں کوئی درخواست بھیجی تھی کہ مجھ کو صرف یہ اجازت ہوجائے کہ جب کبھی مجھ کو اپنے مکانات وغیرہ کے انتظام وغیرہ کی ضرورت سے حیدرآباد آنے کی ضرورت ہو تو میں وہاں آسکوں؎۔ اور اس درخواست کے ساتھ مسٹر ماریسن کی بھی سفارش شامل تھی، لیکن حضور پر نور نے اس پر کوئی التفات نہیں فرمایا۔

خدا کرے یہ روایت غلط ہو اور نواب محسن الملک بہادر نے اس طرح پر اپنے آپ کو اور کالج کے قومی مقاصد کو یورپین اسٹاف کے ہاتھ میں فروخت نہ کیا ہو۔ لیکن اگر یہ صحیح ہے تو پھر قیامت ہی ہے، اور جو واقعات کہ آج ہو رہے ہیں وہ بھی اس قدر پتہ تو ضرور دیتے ہیں کہ کچھ نہ کچھ دال میں کالا ضرور ہے ع

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اور مجھ کو یہ مضمون جس وجہ سے زیادہ کھٹکتا ہے وہ حضور پر نور کی طبیعت کی خاص رفتار کے علم کی وجہ سے ہے اور نواب محسن الملک بہادر بھی اس کو خوب اچھی طرح سمجھے ہوئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ حضور پر نور پر انگریزوں کا اثر زیادہ پڑتا ہے۔ نواب محسن الملک بہادر بحالت قیام حیدرآباد بھی اس ضعف سے ہمیشہ مستفیض ہونے کی کوشش کرتے رہے، در آنحالیکہ میں اس کو گناہ سمجھتا رہا۔

حضور پر نور پر ہی کچھ منحصر نہیں ہر ایسے اعلیٰ درجہ کا شخص یہ تو ضرور چاہتا ہے کہ میری بات کبھی نیچی نہ رہے، اور حضور پر نور کا چونکہ ہندوستانی والیان ریاست میں سب سے بڑا درجہ ہے تو اُن کو اس کا خیال بھی زیادہ رہتا ہے جن معاملات میں کہ حضور پر نور یہ خیال فرماتے ہیں کہ شاید رزیڈنٹ بہادر دخل دیں اُن میں حضور پر نور زیادہ اپنی طبیعت اور اپنی رائے سے کام نہیں لیتے کہ مبادا آگے چل کر رزیڈنٹ صاحب اس سے اختلاف کریں۔ مگر نہ یہ کہ علیگڈھ کالج کے پروفیسروں کا اثر بھی پڑے۔ حضور پر نور نہایت ہی فرلیس حاکم ہیں انھوں نے اگر مذکورہ بالا رائے قایم کرلی ہے تو خوب سوچکر اور مصلحت وقت سمجھکر اور مختلف تجربوں کے بعد قایم کی ہے اور نہ یہ کہ انگریزوں کے نام سے خدانخواستہ انھیں جاڑا چڑھتا ہو اور انگریزوں

کا نام آگیا اور وہ ڈر گئے۔ نواب محسن الملک بہادر نے شاید یہ سمجھا ہو کہ مسٹر ماریسن چونکہ وائسرائے کی قانونی کونسل کے ممبر ہیں لہذا ان کا اثر پڑے گا۔ اور میں تو پھر آخر میں یہی کہتا ہوں کہ خدا کرے یہ روایت غلط ہی ہو۔ لیکن چونکہ نواب صاحب کی اس قسم کی طبیعت اور کارروائیوں سے مجھکو زیادہ علم ہے میں اس کو خلاف قیاس نہیں سمجھتا۔

المختصر مسٹر ماریسن اور نواب محسن الملک دونوں کی کارروائیاں اس معاملہ میں آزادی اور مبنی بر بہی خواہی کالج و فلاح قوم نہیں ہیں اور اس لئے جو وہ کہتے ہیں اور کرتے ہیں اس پر بہت زیادہ غور و فکر کی ضرورت ہے۔

مسٹر ماریسن کہتے ہیں کہ آرنا واپس چلے جاویں گے یہ قبول ہے ان کو جانے دو ان کے قایمقاموں کا ملنا مشکل نہو گا بشرطیکہ فیصلہ جلد ہو۔ اور آپ خوب غور سے دیکھئے کہ نواب صاحب اس کو لیت و لعل میں ڈال رہے ہیں، وہ خوب جانتے ہیں کہ قانوناً انتخاب کا حق صرف آنریری سکرٹیری کو ہے ٹرسٹی صرف یہ کر سکتے ہیں کہ اس انتخاب کو نامنظور کر دیں اس کے بعد دوسرا انتخاب صرف میں ہی کر سکتا ہوں ٹرسٹی اپنی طرف سے کوئی نام پیش کر کے اس کی منظوری حاصل نہیں کر سکتے۔ لیکن بڑی خیریت یہ ہے کہ ان کی سکرٹیری شپ کی میعاد بھی اسی آیندہ سالانہ جلسہ تک ہے اور ان کو یہ سمجھنا چاہئے کہ ٹرسٹیوں کو اگر آخر جنوری ۱۹۰۵ء تک حق نہیں ہے تو یہ حق تو ہے کہ وہ اس سالانہ جلسہ میں انھیں کو آیندہ کے لئے منتخب نہ کریں۔

مسٹر کارنا اور مسٹر ریس کے بعد مسٹر بردن کا نمبر ہے، اگر آرنلڈ صاحب آجاویں یا مسٹر کیری یا مسٹر ٹیننگ یا ایسے لوگوں میں سے جن کو کالج سے پہلا تعلق ہے کوئی آئے تو مسٹر بردن کو شکایت کا کوئی موقع نہ ہوگا۔ اور سید ہاشم صاحب بلگرامی ٹرسٹی تو حیدرآباد سے لکھتے ہیں کہ آکسفورڈ وغیرہ سے کوئی ایسا سینیئر شخص مل سکے گا جس کے مقابلے میں مسٹر بردن کو بھی اپنے آپ کو سینیئر کہنے کا حق نہ ہوگا۔

مگر مسٹر بردن کے متعلق یہ بحث شروع کرنی ابھی مناسب نہیں ہے۔ اسی لئے میں نے اپنی تحریکوں میں مسٹر بردن کا نام امیدواران پرنسپلی میں شامل رکھا ہے جس چیز کی

اس وقت سب سے زیادہ ضرورت ہی وہ یہ ہے کہ ہم سب پہلے مسٹر کارنا کا فیصلہ کردیں، کہ ان کو یہ عہدہ نہ ملے گا اور یہ ٹرسٹیوں کے اختیار میں ہے اور اگر مسٹر آرنلڈ نہیں آتے تو اس بات کا فیصلہ کہ کون مقرر ہو آئندہ پر منحصر رہتا چلا جاوے گا اور وہ بعد سالانہ اجلاس جنوری ۱۹۰۵ء کے ہی ہو سکے گا۔

اب ذرا اس موقع پر اس پر بھی غور کیجیے کہ مسٹر ماریسن نے کارنا کے واسطے کیسی غیر معمولی کوشش کی۔ سب سے پہلے تو انھوں نے مسٹر آرنلڈ کو جبکہ وہ لاہور ہی میں تھے روکا اور ان کو صاف لکھ دیا کہ تم سے پرنسپلی کا کام نہ چلے گا۔ اور ان سادہ مزاج مگر شریف انسان نے اس کو قبول کر لیا۔

نواب محسن الملک بہادر سے علی گڈھ میں جب اس پر گفتگو ہوئی تو وہ اب قبول کرتے ہیں کہ آرنلڈ صاحب کا وہ جواب اصلی اور دلی نہ تھا، بلکہ محض ماریسن صاحب کے اثر سے تھا۔ اب غور فرمائیے کہ وہی آرنلڈ صاحب ہیں جن کو سارا جہان اس پرنسپلی کے لئے موزوں تجویز کر رہا ہے۔ اور اُن کے آنے کی دعائیں مانگ رہا ہے، الّا ایک ماریسن!

دوسرا مضمون سنئے میں نے مسٹر ماریسن اور نواب محسن الملک بہادر سے مسٹر کیری کا نام لیا جو اب بریلی کالج کے پرنسپل اور ہمارے پرانے پروفیسر ہیں۔ اور جو کارنا وغیرہ سب سے سینیئر ہیں۔ اور طلبا اُن سے ایسے خوش ہیں جیسے آرنلڈ صاحب سے، اب تک بھی جب علی گڈہ کالج کا کوئی طالب علم بریلی جاتا ہے وہ اُس کو بلاتے ہیں اور اس سے مل کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ اپنی بی بی سے ملاتے ہیں اور کالج کے جلسوں میں اکثر آ کر شریک ہوتے ہیں۔

مسٹر آرنلڈ کے رخصتی جلسوں میں جبکہ کارنا وغیرہ کو ان کا غرور شرکت سے مانع تھا مسٹر کیری بریلی سے آ کر شریک ہوئے اور طلبا سے ان کا خلط ملط دیکھ کر مسٹر کارنا وغیرہ جل جل گئے۔ تو مسٹر ماریسن اور نواب صاحب دونوں کا جواب یہی تھا کہ اوہو وہ تو کچھ بھی نہیں ہیں اور اسی وجہ سے مسٹر بیک نے ان کو نکال باہر کیا تھا۔

اب مسٹر ماریسن نے وہی منتر جو آرنلڈ صاحب پر چلایا تھا مسٹر کیری پر چلایا، اور ان کو بھی ایک پرائیویٹ چٹھی میں اطلاع دی کہ بھائی برا نہ ماننا اگر آپ کا نام علی گڈھ کالج کی پرنسپلی کے لئے آیا تو چونکہ میرے نزدیک آپ سے وہ کام ہوگا نہیں میں اس کی مخالفت کروں گا۔ اپنے فرض کے خیال سے میں نے پہلے سے آپ کو لکھدیا ہے۔

لیکن حسن اتفاق یہ تھا کہ میں نے محمد امین صاحب بی۔ اے کو جو اس وقت مراد آباد پولیس ٹریننگ اسکول کے ہیڈ ماسٹر ہیں اور ہمارے کالج کے کامیاب طالب علم ہیں اور کچھ عرصہ پہلے بریلی میں کورٹ انسپکٹر تھے مسٹر کیری کے پاس بھیج کر یہاں کی موجودہ حالات سے واقف کر دیا تھا اور ساتھ میں یہ بھی کہہ دیا تھا کہ بہت کچھ ممکن ہے کہ آپکے پاس کوئی چٹھی آنریری سکرٹیری صاحب یا مسٹر ماریسن کی کسی ایسے مضمون سے آجاوے جس پر آپ برہم ہو کر لکھدیں کہ مجھکو علی گڈھ کالج کی پرنسپلی خود منظور نہیں ہے۔

محمد امین صاحب نے جس ملاقات میں مسٹر کیری سے گفتگو کی اس میں مسٹر کیری نے مسٹر ماریسن کی وہ چٹھی ان کو دکھلائی اور کہا کہ ابھی میں نے اس کا کچھ جواب نہیں لکھا اور نہ شاید کچھ لکھنے کی ضرورت ہے۔

محمد امین صاحب نے کہا کہ بڑی خیریت ہوگئی جو آپ نے کچھ جھلا کر جواب نہیں دیدیا اور میں اس سے پہلے ہی حاضر ہوتا، لیکن میری لڑکی وطن میں بیمار ہوگئی۔ اور میں پنجاب چلا گیا تھا اور وہاں سے ابھی آرہا ہوں۔

اب جن مسٹر کیری کو ایسا برا بنایا جاتا ہے، ان مسٹر کیری کی مطبوعہ اسناد محمد امین صاحب نے میرے پاس بھیج دی ہیں۔ میں آپکے ملاحظہ کے لئے بھیجتا ہوں کسی انگریزی خوان سے سنیئے اور پھر فیصلہ کیجئے کہ آیا آج تک اس اعلیٰ پوزیشن کا کوئی انگریز بھی آپ کے کالج میں آیا تھا، امید ہے کہ بعد ملاحظہ یہ کاغذات مہربانی سے واپس فرما دیجئے گا۔ ان کاغذات میں ایک چٹھی مسٹر کرک شینک کی ہے جو اب بھی بریلی میں کمشنر ہیں۔ دوسری بریلی کے کلکٹر صاحب کی ہے جو تین برس تک بریلی کالج کمیٹی کے پریسیڈنٹ

رہے ہیں۔ اور اب انسپکٹر جنرل پولیس ہیں۔ تیسری اکسفورڈ کے وایس چانسلر کی ہے۔

میں نے یہ کاغذات نواب محسن الملک بہادر کو دکھلائے جس پر بادل ناخواستہ نواب صاحب کو یہ کہنا پڑا کہ وائس چانسلر کی چٹھی تو بہت ہی عمدہ ہے اور یہ کہ بذات خود مجھ کو مسٹر کیبرِی سے کوئی واقفیت نہیں ہے۔ مسٹر ماریسن ہی کی رائے ان کی نسبت کچھ اچھی نہیں ہے۔

اس سے زیادہ مسٹر ماریسن کی نسبت کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے کسی چیز کی خواہش انسان کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے اور علی گڈھ میں معتبر طور پر مجھ کو معلوم ہوا کہ مسٹر کارنا کے متعلق جو مسٹر ماریسن ایسے شد و مد کے ساتھ کوشش کر رہے ہیں اس میں زیادہ تر اثر . . . ماریسن کا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

بہرحال کچھ بھی ہو مسٹر ماریسن کی رائے کو اس مسئلہ میں ایک آزاد رائے کی وقعت نہیں دی جا سکتی خصوصاً جبکہ ان کو اس بات کے اظہار کے وقت کچھ بھی خدا کا خوف نہوا کہ مسٹر کارنا سے بہتر اب دنیا جہان میں کوئی موزوں شخص کالج کو نہ ملے گا۔

نواب محسن الملک بہادر جو فرماتے ہیں کہ کالج سے دل برداشتہ ہو کر اگر یورپین پروفیسروں نے انگلستان میں کالج کو بدنام کر دیا تو اس سے کالج کو بہت زیادہ نقصان پہونچ جائے گا اس کی نسبت مختصر جواب تو وہی ہے جو میں اوپر عرض کر چکا ہوں۔ کہ وہ ایک ڈراونی تصویر خود بناتے ہیں اور خود ہی اس سے ڈراتے ہیں ورنہ کوئی ایسا اصلی خوف پیش نہیں ہے ٹرسٹیوں کا جو کچھ ذمہ ہے وہ یہ ہے کہ تنخواہ معقول دیں، برتاو سنجیدہ رکھیں، اور ہماری کارروائی سے گورنمنٹ مطمئن رہے، اس کے بعد اگر کوئی ناحق کا غل مچاوے تو اس سے ڈر کر ہمکو اپنی کسی واجبی کارروائی سے دست بردار ہونا مناسب نہیں ہے۔

اب دیکھ لیجیے کہ عہدوں کی تنخواہ معقول ہے بونس کا قاعدہ بھی جاری ہو گیا اور کارروائی کی سنجیدگی نواب صاحب حد اعتدال سے متجاوز رہے، اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ مسٹر ماریسن ڈنکے کی چوٹ کہہ رہے ہیں کہ آنریری سکریٹری انگریزی اسٹاف کی نگرانی نہیں

کر سکتے، اِس ڈھیل کو تو آیندہ شاید کچھ کم کرنے کی ضرورت ہوگی۔ گورنمنٹ بفضلہ تعالیٰ اس وقت تک بھی مطمئن ہے اور آیندہ بھی اس کو مطمئن رکھنے کی ضرورت ہے اور اسی واسطے میں نے یہ رائے دی ہے کہ ہندوستان میں سے اگر کسی انتخاب کی ضرورت پیش آوے تو لفٹنٹ گورنر صاحب کے اتفاق سے فیصلہ کرنا چاہئے جو کالج کے پیٹرن بھی ہیں اور کسی کی بائے وائے کی پروا نہ کی جاوے۔

انگریز ایسے نادان نہیں ہیں کہ ٹرسٹیوں سے بے پروائی کریں۔ انگلینڈ میں ہزاروں ایسے کارخانے ہوں گے جو ٹرسٹیوں کے ہاتھ میں ہوں گے اور وہاں کے لوگ بخوبی ٹرسٹیوں کے ماتحت کام کرنے کے عادی ہوں گے۔ اور خصوصاً جبکہ گورنمنٹ مطمئن ہو۔ لیکن میں مضمون کو ابھی اور کسی قدر وضاحت سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔

اصل یہ ہے کہ ہماری آزادی اور گورنمنٹ کی مداخلت اس کو اکثر لوگ متضاد سمجھتے ہیں اور گورنمنٹ کی مداخلت کو اپنی آزادی سے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اور ایک حد تک یہ واجبی بھی ہے لیکن ان دونوں کو متضاد سمجھنا نہیں چاہئے۔ گورنمنٹ ہمارے لئے ہے اور ہم گورنمنٹ کے لئے، ضرورت ہو تو ضرور گورنمنٹ سے ہم کو مدد لینی چاہئے اور گورنمنٹ کو ضرورت ہو تو ہم سے مدد لے گی۔ اعتدال کو قایم رکھنا البتہ ضرور ہے۔ کالج ہی کے متعلق بعض اوقات ایسے واقعات پیش آتے ہیں اور آویں گے کہ اگر ہم گورنمنٹ سے استمداد نہ کریں تو سخت نقصان اُٹھاویں گے لیکن بلا ضرورت اور بار بار ایسا کرنے سے ہم ضرور اپنے آپ کو گورنمنٹ کی نگاہ میں حقیر بھی کر دیں گے اور اپنی جائز آزادی کو بھی کھو بیٹھیں گے یہی حال کا موقع ہے گو میرے نزدیک تو ابھی وہ وقت نہیں آیا لیکن فرض کر لیجئے کہ وہی وقت ہے اور یورپین اسٹاف کی طرف سے دھمکی ہے کہ وہ ایک ایسی وجہ سے جو صحیح بنیاد پر مبنی نہیں ہے کہ کل یا اُس کا بڑا حصہ دفعتاً کالج کو چھوڑ دے گا۔ تو اب قابل غور یہ ہے کہ ہمارا برتاؤ اس موقع پر کیا ہونا چاہیئے۔ یہ تو میں ہرگز نہ کہوں گا کہ اس خطرے سے بچنے کے لئے اسٹاف کی ناواجب ضد اور ہٹ پوری کرنی چاہئے (مسٹر کا آرنا کا پرنسپل ہونا محض ناواجب ضد اور ہٹ میں شامل ہے) اگر مجھ کو ایسے خطرے کا مقابلہ کرنا پڑتا تو اس مختار نامہ

عام کے ذریعہ سے جو ٹرسٹیوں کی طرف سے قانون کی فلاں دفعہ کی بموجب آنریری سکریٹری کو حاصل ہوتا ہے میں اوّل لفٹنٹ گورنر سے ملتا اور ان کو مطمئن کرکے باتفاق ہز آنر کے صاحب ڈائرکٹر بہادر سے ایسا انتظام کرتا کہ اگر ایسا واقعہ پیش آجاوے تو ایک تار دینے سے اس قدر اسٹاف علی گڈھ کالج میں آموجود ہوتا جس کی ضرورت ہوتی اور جس وقت کالج کا اسٹاف خطرہ کا الارم بجاتا میں تار پر ہاتھ رکھتا اور قلیل سے قلیل نوٹس میں آپ دیکھتے کہ ہم کو کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ اور پھر مناسب مہلت میں ضروری امید وار کا انتظام ہو جاتا۔ اگر گورنمنٹ عارضی طور سے اسٹاف کا دینا منظور نہ کرتی تو وہ ہماری اس کارروائی کو جائز رکھتی کہ اخباروں میں نوٹس دے کر امیدوار بہم پہونچائے جاتے اور غالب گمان تو یہ ہے کہ ایسی نوبت ہی نہ آتی اوّل تو ہز آنر اس اطمینان کے بعد کہ اسٹاف برسر حق نہیں ہے اسٹاف ہی کو ایک جھڑکی میں سیدھا کر دیتے اور کل اسٹاف پر ایک مدت کے لئے دھاک بندھ جاتی اور جب گورنمنٹ مطمئن ہوتی تو اس کے یہ معنی ہوتے کہ سکریٹری آف اسٹیٹ تک سب مطمئن ہیں۔ اور انڈیا آفس کا اطمینان اس قسم کی لاؤبالی شکایتوں سے مٹایا نہیں جا سکتا۔ مگر یہ جو کچھ میں نے لکھا فرضی باتوں کا فرضی جواب ہے اصلی خطرہ اس وقت تک کوئی موجود نہیں ہے، ورنہ مسٹر مارین صاحب کی مرضی تو یہ ہے کہ نہ آرنلڈ صاحب ہی کو بلایا جاوے نہ کسی اور کو بلکہ مسٹر کارنا صاحب ہی کو پرنسپل کرو۔ ورنہ یہ ہوگا اور وہ ہوگا اور اگر یہ خطرات سب صحیح ہیں تو بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے اور میں تو اس وقت تک ٹرسٹی ہوں جب تک مجھے یہ اطمینان ہے کہ ٹرسٹیوں کی بجائی قابل اطمینان ہے اور جس روز یہ اطمینان خدانخواستہ اٹھا اس دن کالج جائے اور نواب محسن الملک اور مسٹر مارین جائیں اور مسٹر کارنا اللہ اللہ خیر سلا۔ والسلام۔

خاکسار مشتاق حسین

مکرر۔ میں ممنون ہوں گا اگر یہ عریضہ بعد ملاحظہ سید جعفر حسین صاحب کے پاس آپ بھیج دیں گے

اس میں جس قسم کی رازداری کی ضرورت ہے اس کی جناب ممدوح سے امید ہے اور میں ایک خط میں نواب محسن الملک بہادر سے عرض کر چکا ہوں کہ اگر کبھی اس قسم کے کاغذ پر کانفیڈنشل کا لفظ نہ بھی لکھا ہو تو بھی میں اس کو عام کرنا پسند نہیں کرتا اور باوجود اس کے لکھے ہونے کے بھی میں ایسے شخص سے پردہ نہ رکھوں گا جس کی ہمدردی کالج کے ساتھ مثل میرے یا مجھ سے زیادہ ہوگی۔ ایک تکلیف دہی کی ضرورت ہے ظاہر ہے کہ جب تک میں ان کو ایک ایسا ہی بڑا خط نہ لکھوں ان کے خط کا جواب جو انھوں نے مجھکو لکھا ہے ادا نہ ہوگا اور اس قدر لمبے دوسرے خط کے لکھنے کے لئے میرے پاس وقت نہیں ہے اور کسی غیر سے نقل کرانا بھی مناسب نہیں ہے۔

آخر میں معاف فرمائے کہ میں نے جناب کا بہت زیادہ وقت ضائع کیا ہے اور آپ دہلی کے حضرات کے علاوہ جن صاحبوں نے اس وقت تک مسٹر کارنا کے تقرر کو پسند کیا ہے ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:۔

(۱) مرزا عابد علی بیگ صاحب مرادآباد (۲) سید محمد باقر صاحب مرادآباد (۳) سید عاشق علی صاحب جلالی (۴) نواب زادہ محمد نصر اللہ خاں صاحب بہادر بمبئی (۵) نواب فتح علی خاں صاحب قزلباش از کوہ مری (۶) حکیم محمد اجمل خاں صاحب حاذق الملک مقیم لاہور (۷) سید اشرف الدین احمد صاحب ہگلی (۸) حاجی محمد موسیٰ خاں صاحب علیگڈہ (۹) خان بہادر مولوی سید زین العابدین صاحب علیگڈہ (۱۰) مولوی علاو الحسن صاحب علیگڈہ (۱۱) نواب عبد السلام صاحب علی گڈہ (۱۲) شیخ عبداللہ صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی، علی گڈہ (۱۳) مولوی احمد علی خاں صاحب بہادر سب جج (۱۴) مسٹر علی امام صاحب بیرسٹرایٹ لا، علی گڈہ (۱۵) سید مہدی علی صاحب ڈپٹی کلکٹر پنشنر علی گڈہ (۱۶) سید ہاشم صاحب بلگرامی حیدرآباد (۱۷) خاکسار مشتاق حسین امروہہ (۱۸) خلیفہ سید محمد حسین خاں صاحب پٹیالہ۔ اور صاحبوں کے جواب کا ابھی انتظار ہے۔ خواجہ سجاد حسین صاحب کو امید ہے کہ آپ یاد دہی فرماوینگے پنجاب کے دیگر حضرات کے متعلق خان بہادر محمد برکت علی خاں صاحب سے خط و کتابت

جاری ہے۔

ایک اور ضروری امر ہے یعنی کہ مسٹر آرنلڈ صاحب کے بلانے کو ناحق طول دیا جارہا ہے، میرے نزدیک مناسب ہے کہ اس پنجشنبہ آیندہ کے میل سے آپ ہی مسٹر آرنلڈ صاحب کو تحریر کریں اور یہ بھی لکھئے کہ مسٹر کارنا کے تقرر کی کوئی اُمید نہیں ہے، برکت علی خاں صاحب بہادر بھی غالباً لکھیں گے میں نے اس عرصہ میں متواتر دو خط آرنلڈ صاحب کو لکھے ہیں اور حال ہی میں شیخ عبدالقادر صاحب کا خط لندن سے مولوی حبیب الرحمان خاں صاحب کو ملا ہے انھوں نے لکھا ہے کہ اگر ٹرسٹیوں کا رزولیوشن آجائے تو آرنلڈ صاحب کو رضامند کرنے کی کوشش کریں گے؟ اس پر مولوی حبیب الرحمان خاں صاحب نے اور میں نے بھی نواب محسن الملک صاحب بہادر کو لکھا ہے مگر کچھ امید نہیں کہ وہ کسی قریب زمانہ میں ایسا کریں فقط خاکسار مشتاق حسین

(۱۵)

جناب مولانا و مرشدنا مدظلہ العالی۔ آداب و تسلیمات کے گذارش ہو کہ مکرمت نامہ رقمزدہ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سعزز و ممتاز فرمایا۔ حضرت نے جو ارشاد فرمایا ہے کہ تیری تقدیر یاور ہے۔ بلاشبہ میں بھی اس خیال سے متفق اور اس پر خدا کا شکر کرتا ہوں۔ تقدیر کی یاوری کی ایک یہی صاف دلیل ہو کہ بغیر میرے ارادہ کے حضرت سا مربی مجھ کو ملا۔ اور مزید برآں یہ کہ ایسی بے بہا چیز جو طریقت میں داخل ہونے پر مشروط تھی مجھکو بغیر اس شرط کے پورا کئے مل گئی۔ سچ ہے ہر ایک چیز کے حصول میں سب سے بڑی شرط خدا کی مرضی ہوتی ہے، پس خدا کا شکر ہے کہ اس کی مرضی میرے ظاہری مقاصد کے موافق ہے۔ اور اسی نے حضرت کو میرے حال پر متوجہ کیا اور مہربان بنا دیا والحمد للہ علیٰ ذالک و ثم الحمد للہ علیٰ ذالک و ثم الحمد للہ علیٰ ذالک۔

خدائے برتر اور قادر مطلق کے ادائے شکریہ کے بعد جس کا ادا ہونا امکان بشری سے خارج ہے میں حضرت کے عطائی نامہ کا جواب عرض کرتا ہوں اور شروع کرتا ہوں اس دعا سے کہ خداوند تعالے جل شانہٗ آپ کو دیر تک اپنی خلقت کی حاجت روائی میں صحیح اور

سلامت رکھے اور اپنی خلقت کو یہ توفیق دے کہ حضرت کے فیضان سے بہرہ ور رہے آمین!

اخی محمد حنیف حسب الایما آج یہاں سے بہر آستاں بوسی روانہ ہوئے دس روز وہ مام پور میں رہیں گے جہاں اُن کی شادی ہوئی ہے اور پھر اُدھر سے اُدھر ہی ملتان شریف کو روانہ ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ!

اس میں میری سعی کو کچھ دخل نہیں ہے ان کی عقیدت خود اس کا باعث ہوئی میں نے جب حضرت کا صحیفہ دیکھ کر اُن سے اُن کے جانے کی کیفیت دریافت کی تو اول ہی جواب میں انھوں نے کہا کہ میں روانہ ہوتا ہوں جس سے ثابت ہوا کہ وہ پیشتر سے خود ہی آمادہ تھے لیکن میری قسمت میں یہ ایک خوبی لکھی ہوئی تھی کہ اس امر سے حضرت کو اطلاع دوں جو حضرت کی منشا کے مطابق اور مرضی مبارک کے مناسب ہے۔

حضرت نے جو ایما فرمایا ہے کہ میں اپنے دل سے اس بات کو نکال ڈالوں جو میرے دل میں ہے یعنی میں اس نفرت کو دور کر دوں جو میرے دل میں اس نوکری کی نسبت درحقیقت تھی۔ بارہا میرے دل میں یہ خیال گذرا تھا کہ نہایت ناانصافی کی بات ہے کہ اس طور سے میں بلاقصور برخاست[له] کیا گیا۔ اور میں خیال کرتا تھا کہ اس کارروائی سے میری ایک قسم کی رسوائی ہوئی اور اب غیرت و حمیت نہیں چاہتی کہ پھر وہاں جانے کا قصد کیا جائے اب حضرت نے اپنے کشف سے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اس خیال کے ترک کر دینے میں کوئی بے عزتی کی بات نہیں ہے جو نفرت اور کراہت میرے دل میں پیدا ہوئی تھی وہ ایک طبعی بات تھی میں نے اپنا کام حسن محنت اور دیانت سے کیا تھا اُس کو خدا ہی خوب جانتا ہے میں نے نوکروں کے سے فرائض ادا نہیں کئے تھے بلکہ یہ سمجھ کر کام کیا تھا کہ ایک اسلامی ریاست ہے (جس کو خدا قایم رکھے) پس جہاں تک ہو سکے اس کی خدمت کرنا چاہئے جو عین اسلام کی خدمت تھی، بااین ہمہ یہ سلوک جو میرے ساتھ ہوا وہ مجھ کو نہایت ناگوار تھا اور بے شبہ میں اس کو اپنی عزت اور غیرت کے بالکل منافی سمجھتا تھا مگر یہ میری غلطی تھی کہ خدا کے کام کی جزا کا اُمیدوار میں بندوں سے ہوا اور دوسری غلطی یہ ہے کہ میں نے اس کام کو قابل جزا سمجھا، کیونکہ جو کچھ خدا نے مجھ کو دیا میں اس کا لاکھواں بلکہ کروڑواں حصہ بھی کوئی کام نہیں کر سکا

[له] حیدرآباد سے چند روزہ معزولی کی طرف اشارہ ہے ۱۲

اور نہ کر سکتا ہوں، لیکن اب حضرت کے الہامی ارشاد سے کہ کوئی بے عزتی کی بات نہیں ہے میں نے اپنے دل سے اس خیال کو بالکل نکال ڈالا۔ تاہم اس قدر کو تو حضرت بھی غالباً منع نہ فرمائیں گے کہ جب کوئی موقع آجاوے تو بہ رسم شکایت کچھ کہا جاوے کیونکہ اگر میں یہ وعدہ بھی کروں کہ ایسی شکایت میں کبھی نہ کروں گا تو مجھ کو نہایت خوف ہے کہ میں اس وعدہ کو پورا کر سکوں گا یا نہیں اور یقین ہے کہ حضرت بھی اس نفرت میں جو اپنے کام پر حاضر ہونے میں تھی اور اس شکایت میں جو فرق ہے اس کو تسلیم فرمائیں گے اور اس طبعی نفرت کا دور ہو جانا اس وقت کی ضرورت کے واسطے کافی ہوگا۔

مجھ کو چونکہ خود ایک قسم کا رنج اور بیزاری اس معاملہ میں تھی اس لئے میں خود کوئی خارجی سعی اس باب میں نہیں کرتا تھا۔ بجز اس کے کہ اس معاملہ کو میں نے اپنے خدا کے سپرد کر دیا تھا جواب بھی اس کے سپرد ہے۔

میرے دوست محمد حنیف صاحب نے جو حضرت کو تکلیف دی اس کی اطلاع مجھ کو اسی وقت ہوئی جبکہ حضرت کا مکرمت نامہ صادر ہوا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یا انھوں نے نہایت خلوص کے ساتھ خود ہی اپنی محبت سے یہ مہربانی میرے حال پر کی یا میرے کسی عزیز نے ان کو تکلیف دی ہوگی۔

میں نے اس کی حقیقت کو زیادہ کھولا نہیں وَالْغَیْبُ عِنْدَ اللّٰہِ لیکن جس طرح وہ دعائیں اکثر زیادہ مقبول ہوتی ہیں جو ایک شخص مضطرب کے لئے بلا اس کی اطلاع کے اس کے واسطے مانگی جاتی ہیں اسی طرح میں دیکھتا ہوں کہ یہ تحریک میرے حق میں زیادہ مفید ہوئی جو میری بلا اطلاع ہوئی تھی۔

اب یہاں پر میں پھر اپنی پہلی گذارش کو دہراتا ہوں کہ اصل میں تمام معاملات اس قادر مطلق کے اختیار میں ہیں جس کے ہاں سبب سے اس کا نتیجہ مقدم ہوتا ہے، باقی یہ اسباب جو ہم کو اس عالم اسباب میں دکھلائی دیتے ہیں یہ صرف ہماری تسکین خاطر کے واسطے ہیں اور "کلموا الناس علیٰ قدر عقولھم" کے مصداق ہیں اور بس؛

اسم اعظم کی ترکیب مجھ کو حسب ارشاد عالی بھائی محمد حنیف صاحب سے حاصل ہوئی اور اس کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔ خدا حضرت کو اس کی جزائے خیر دے اور عقبیٰ میں اس کا صلہ حضرت کو ملے۔ انھوں نے تین ترکیبیں عنایت کیں، جن میں سے میں نے تیسری ترکیب یعنی بعد از نماز عشاء کو اختیار کیا اور کل رات سے جو جمعہ اور شنبہ کی درمیانی رات تھی میں نے اس کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر شروع کیا، جو چھٹا روزہ تھا اور تین روزے میں رکھ چکا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ رمضان المبارک میں کچھ روزے میری بیماری کی وجہ سے قضا ہو گئے تھے ان کو اب ادا کر رہا ہوں، بھائی محمد حنیف نے مجھ سے فرمایا کہ یہ بہت اچھی بات ہے۔ اب تین روزوں کی علیحدہ ضرورت بھی نہیں ہے میں نے اس کو موکلوں کے سلسلہ سے الگ کر کے رحمانی طریقہ میں شروع کیا ہے، جس میں جناب سرور کائنات کے اسم مبارک کا دخل ہے مجھکو بھی یہی طریقہ پسند ہے اور خدا کی مہربانی سے اسی طریقہ میں میں کامیابی دارین کی امید کرتا ہوں۔

اب چونکہ مجھ کو ایک تعلق حضرت کے آستانہ سے حاصل ہوا ہے تو اپنا کچھ حال بھی عرض کرنا مناسب ہے۔ دنیا میں مختلف قسم کی قسمتوں کے لوگ ہوتے ہیں۔ میں اس وقت تک بہ عنایت الٰہی اُن میں ہوں جن پر ہمیشہ خدا کی مہربانی رہتی ہے ابتدا سے اور اس وقت تک جس قدر معاملات میرے خدا نے میرے ساتھ کئے وہ سب اس کے رحم اور فضل و کرم پر شامل تھے جو باتیں بعض وقت طبیعت کو ناگوار بھی معلوم ہوئیں وہ آخرالامر مفید ہی ثابت ہوئیں۔ میری لیاقت سے ہزاروں لاکھوں حصہ زیادہ اس نے مجھکو دیا اور میری نالائق حرکتوں سے قطع نظر کر کے ہمیشہ مجھکو اپنے رحم میں شامل رکھا، اس وقت کو بھی جبکہ میں ایک بڑے عہدہ سے موقوف ہو گیا ہوں نہایت خلوص دل سے میں اس مہربانی اور رحم میں شامل سمجھ رہا ہوں اور اس کو خدا کا ایک فعل سمجھ رہا ہوں نہایت پُر حکمت؛

اسی وقت اس کی نظیر میرے ذہن میں یہ گذری ہے کہ میری بظاہر حالت اُس گھٹا سے مشابہ ہے کہ جس میں باران رحمت بھرا ہوتا ہے اور برستا ہے۔ میں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ

اس خدائی حکمت اور ربانی رحمت کے آثار اس وقت بھی اس قدر جھلک رہے ہیں کہ میں ان کو اپنی انھیں دونوں آنکھوں سے بھی متواتر دیکھ رہا ہوں، اور جو کچھ کہ آیندہ ہونے والا ہے اس کا تو خدا ہی کو علم ہے!

ایک بات میں میں حضرت کی توجہ اور چاہتا ہوں۔ ایسی توجہ فرمائیے کہ میری نماز حضور قلب سے ادا ہو سکے اور اس میں ذائقہ معلوم ہونے لگے یہ بات مجھکو اب تک حاصل نہیں ہے۔

بھائی محمد حنیف صاحب کے حسب ایما یہ عریضہ بیرنگ مرسل ہے، مگر شرمندگی کے ساتھ؛ انھوں نے فرمایا کہ حضرت رجسٹری شدہ یا ٹکٹ چسپاں لفافوں کو قبول ہی نہیں فرماتے۔ والتسلیم۔ خاکسار دارین مشتاق حسین غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ

(۱۶)

امروہہ ۵ ردسمبر ۱۹۰۶ء بعالی خدمت جناب صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب آنریری سکریٹری اسٹینڈنگ کمیٹی ایجوکیشنل کانفرنس

جناب من! التسلیم، دوم دسمبر کو میں نے لکھنؤ سے آنریبل سید نواب علی صاحب چودھری کے نام ڈھاکہ کو حسب ذیل تار دیا جس کا جواب ابھی تک مجھ کو کچھ نہیں ملا ہے۔

تار "کانفرنس کو پالٹیکس سے کچھ تعلق نہیں ہے لیکن مہربانی فرماکر ۳۰ دسمبر کو پولیٹکل آرگنائزیشن کے واسطے خاص طور پر علیحدہ کر دیجئے۔ رائیں لیسے کام کے لئے جیسا کہ یہ ہے نہ کافی ہیں اور نہ مناسب ہیں، جواب بذریعہ سید نبی اللہ بیرسٹر ایٹ لا عنایت ہو"

یہ تار میں نے اُن کو کانفرنس کے کسی پوزیشن کے لحاظ سے نہیں دیا بلکہ صرف اُن کی ذاتی حیثیت کے لحاظ سے دیا ہے۔ کہ وہ شملہ ڈیپوٹیشن کے ایک ممبر ہیں اور شملہ پر وہ خود موجود تھے جب کہ بالاتفاق یہ تجویز ہوئی تھی کہ ڈھاکہ کانفرنس کے زمانے میں بمقام ڈھاکہ سنٹرل ایسوسی ایشن کے متعلق گفتگو و تصفیہ کیا جاوے، اسٹینڈنگ کمیٹی سے

میری درخواست یہ ہے کہ وہ بھی آنریبل سید نواب علی صاحب چودھری کو یہ اطلاع کردے کہ اگر ڈھاکہ کے حضرات مشتاق حسین کی استدعا کو جو تار پر کی گئی ہے منظور کریں تو کانفرنس اسٹینڈنگ کمیٹی کو کوئی عذر نہیں ہے۔

تقریباً دو ہفتہ کے سفر کے بعد آج میں امروہہ پہونچا ہوں اور میں نے ۲۸ نومبر کے اخبار علی گڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ میں آنریری سکرٹری صاحب کانفرنس کا ایک اعلان دیکھا ہے جس کا ذکر میں نے ایک صاحب سے صرف زبانی سنا تھا۔ جو کچھ آنریری سکرٹری صاحب نے تحریر فرمایا ہے وہ کانفرنس کا قدیم قانون ہے اور ہمیشہ اس پر عمل ہوتا رہا ہے۔ تو اب جو خلاف معمول اس قانون قدیم کی تجدید بذریعہ اعلان خاص فرمائی گئی ہے اس کے کچھ اور معنی ہوں۔ یا نہ ہوں، لیکن اس کے لحاظ سے کم ازکم ان لوگوں کے واسطے بھی جو ڈھاکہ کانفرنس کے زمانہ میں سنٹرل پولیٹیکل ایسوسی ایشن مسلمانان کے مسئلہ کو باہمی گفتگو سے طے کرنا چاہتے ہیں یہ ضروری ہے کہ قبل از قبل نہایت صراحت کیساتھ اس امر کو پہلے سے طے کرلیں کہ کانفرنس کے زمانہ میں بعد ختم کارروائی کانفرنس انکو کافی طور پر اطمینان کے ساتھ اس قسم کا موقع ملے گا یا نہیں۔ اور اس وقت میری عرض کا مطلب اسٹینڈنگ کمیٹی سے صرف یہ ہے کہ وہ کانفرنس کی کارروائی کے لئے اوّل تین دن کو کافی سمجھے اور انھیں ایام کو لحاظ سے اپنا پروگرام بنادے جو اس کے لئے کافی وقت ہے برخلاف اس کے اگر اس نے اپنے لیئے پورے چار دن لئے تو جو لوگ پولیٹیکل اجلاس میں شریک ہونے والے ہوں گے وہ بھی زیادہ توقف سے گھبرا جائیں گے اور بہت کم شاید اُن میں سے وہاں زیادہ قیام کو پسند کریں گے۔ اور ڈھاکہ پہونچنے کے بعد اس قسم کی بے لطفی ان کو پیش آوے تو وہ مناسب نہ ہوگی۔ اور میں مذکورہ بالا تار میں لکھ چکا ہوں کہ راتیں ایسی اہم کارروائی کے لئے موزوں نہ ہوں گی۔ دن بھر کے تھکے ماندے لوگوں سے اور ان میں سے ضعیف عمر وغیرہ والے اشخاص سے یہ توقع نہیں ہوسکتی کہ وہ رات کو کوئی ایسا جلسہ منعقد کرسکیں گے۔

نا تمام

(۱۷) بنام چودھری اطہر علی صاحب وکیل لکھنؤ

امروہہ ۱۱ر نومبر ۱۹۰۸ء مولوی صاحب شفیق و کرم گستر زاد الطافکم، السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ گرامی نامہ کا شکریہ عرض ہے، ندوۃ العلماء کے متعلق اس مسودہ کو البتہ میں نے دیکھا ہے جو گورنمنٹ میں پیش ہونے کی غرض سے مرتب ہوا ہے اور اگر میری گذارش بھی اس مسودہ کی نسبت آپ کے ملاحظہ سے گذر چکی ہے تو اس سے آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ مجھکو وہ مسودہ بعض بعض مقامات پر قابل اصلاح معلوم ہوتا ہے اور اسی گذارش میں میں نے یہ بھی عرض کیا ہے کہ سرگرم شرکاء ندوہ میں سے چند علماء و معززین بذات خود اس کاغذ کو نواب لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر بالقابہ کے حضور عالی میں پیش کریں اور یہ بھی میں نے اس میں عرض کیا ہے کہ آپ اس کام کے لئے سب سے بہتر شخص ہونگے، اور جو مجمع بھی کہ یہ اہتمام اپنے ذمہ لے وہی اس کے مسودہ کو مزید غور کے بعد ایک مرتبہ پھر مرتب کر سکے گا۔ پس مجھ کو اس سے بہت خوشی ہے کہ شرکاء و ممبران ندوہ نے یہ کام آپ ہی کے متعلق کیا ہے جو بہتر سے بہتر انتخاب اس کام کے لئے ہے اور اب اس کی آئندہ کارروائی سب ٹھیک ہو جاوے گی۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

میں اس یاد فرمائی اور عنایت کا مشکور ہوں جس سے آپنے مجھکو لکھنؤ کی دعوت دی ہے۔ نیز ندوہ کے مقاصد کے لحاظ سے ہر ایک ایسا سفر یونہی میرے لئے سرگونہ مسرت اور افتخار کا موجب ہے اور خصوصاً آپ کی ملاقات سے ایک تجویز اودھ کے سرکاری انگریزی مدارس میں دینیات کی تعلیم کی اشاعت کے متعلق بھی پیش نظر ہے جس کی منظوری نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے گزشتہ سال نہایت ہی فیاضی کے ساتھ دیدی ہے مگر میں اس وقت ایسا کچھ پا در گل ہو رہا ہوں اور ایسے تازہ تازہ تفکرات میں مبتلا ہوں جس کی تفصیل جناب کو بھی بھائی حامد علی خاں صاحب بیرسٹرایٹ لا، یا نواب مہدی حسن صاحب فتح نواز جنگ بہادر سے معلوم ہوگی کہ ایک ذرا کے لئے بھی یہاں سے باہر جانے کے لئے بالکل مہلت اور اطمینان قلب حاصل نہیں ہے۔ لہذا تعلیم دینیات کے متعلق بھی ضروری کاغذات میں نے آج کی ڈاک سے جناب کی خدمت میں بھیجدئے ہیں تاکہ آپ کی

توجہ اس ضروری مسئلہ کی نسبت مبذول ہو۔ یہی وہ مسئلہ ہے جس کے سلسلہ میں ایک روز بمقام نینی تال مہاراجہ امیر حسن خاں بہادر کی دلچسپ ملاقات کے وقت مجھکو آپکا شرف ملازمت حاصل ہوا تھا۔ اور آئندہ بھی جس وقت مجھکو موقع ملا انشاء اللہ تعالیٰ میں آپ کی ملازمت کی عزت حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ آج کی دنیا میں ایسے ہی لوگ تو کمیاب ہیں جو اپنی اس ناتواں قوم کے دل سے بہی خواہ ہوں اور اس لئے مجھکو بھی آپ سے ویسی ہی بے لوث اور دلی محبت ہے جس کا اظہار مہربانی سے آپنے اپنی طرف سے فرمایا ہے۔ اور دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ آپ کو باایں ہمہ ولولہ خیر خواہی قوم اور اقبال روز افزوں دیرگاہ صحیح و تندرست رکھے اور آپ کو اپنے ارادوں میں کامیاب کرے آخر میں پھر میرا شکریہ قبول فرمائیے۔ والسلام خاکسار مشتاق حسین

مکرر مجھکو امید ہے کہ ندوہ کے متعلق جو ترقی اس کارروائی کو ہوگی اور دینیات کی تعلیم کے متعلق جو رائے جناب کی قایم ہوگی اس سے مناسب اوقات پر احقر کو مطلع فرمایا جاوے گا۔ تعلیم دینیات میں جو سب سے مشکل کام تھا وہ گورنمنٹ کی اس منظوری کا حاصل ہونا تھا۔ جو حاصل ہوگئی ہے۔ اور اب ہمارے اپنے کرنے کا کام صرف باقی ہے وہ بھی اگر توجہ ہو تو بہت ہی ہلکا کام ہے۔ والسلام خاکسار مشتاق حسین

(۱۸)

بنام سید فضل الرحمن صاحب بی۔ اے ایل ایل بی وکیل کانپور

مخدومی و مکرمی سید فضل الرحمن صاحب سلامت۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ دیروزہ والا نامہ نے عزت بخشی اور ممنون فرمایا۔ جناب سر سید صاحب مرحوم و مغفور نے خود اپنے وقت میں آخرالامر رفتار زمانہ سے مجبور ہو کر ایک پولٹیکل ایسوسی ایشن قایم کی تھی جس کا نام انھوں نے ڈیفنس ایسوسی ایشن رکھا تھا۔ نواب محسن الملک مرحوم ان کے بعد برابر پالٹیکس میں حصہ لیتے رہے۔ میں جب آنریری سکریٹری کالج کے عہدہ پر مقرر ہوا تو اس وقت آل انڈیا مسلم لیگ اور کالج دونوں میرے ہاتھ میں رہے مگر چونکہ یہ دونوں کام میں انجام نہیں دے سکتا تھا اور مقتضائے مصلحت بھی نہ تھا کہ یہ دونوں خدمتیں ایک شخص سے

متعلق رہیں، لہٰذا میں نے لیگ سے معافی چاہی۔ لیکن ایسا کرنے سے میں نے اپنی پرائیویٹ حالت کو ہمیشہ محفوظ رکھا اور جب ضرورت ہوئی اپنی پرائیوٹ حالت میں پالٹیکس میں برابر شریک رہا ہوں۔ البتہ بحیثیت آنریری سکرٹیری کالج میرے لئے مناسب یہی ہے کہ میں آنریری سکرٹیری کے نام سے پولٹیکل مباحث میں مبتلا نہ ہوں۔ میرے جس تازہ مضمون کی طرف جناب نے اشارہ فرمایا ہے اس پر بھی میں نے اپنی پرائیویٹ حالت سے دستخط کئے ہیں۔ آنریری سکرٹری کا اس میں کہیں ذکر نہیں ہے اور گورنمنٹ نے کبھی مجھ سے اس قسم کی کارروائی پر تعرض نہیں کیا۔ طلبائے کالج کو بحیثیت آنریری سکرٹیری البتہ میں اس قسم کے مباحث سے علٰحدہ رکھتا چلا آتا ہوں۔ گو یہ ناممکن ہے کہ جو آندھی چل رہی ہے اس کے اثر سے ہمارے کالج کے طلبا کلیۃً محفوظ رہتے ہوں۔ کوئی اخبار بھی جو اُن کے مطالعہ سے گذرتا ہے وہ پولٹیکل مباحث سے خالی نہیں ہوتا۔ اور کئی کئی مہینہ طلبا جب کالج سے باہر ہوتے ہیں تو اس وقت ہماری نگرانی سے بالکل بری ہوتے ہیں۔ بایں ہمہ جب تک طلبا کو یہ اطمینان ہے کہ ان کے آنریری سکرٹیری نے ان کو گمراہ کرنے والی پالیسی اختیار نہیں کی ہے اس وقت تک وہ آنریری سکرٹیری کے مشوروں کو بسمع قبول سنتے ہیں اور مجھ کو یہ عرض کرنے سے بہت خوشی ہے کہ جب کبھی میں نے طلبائے کالج کو جس قسم کا مشورہ دیا ہے انھوں نے سعادت مندانہ اس پر عمل کیا ہے اور اس کی وجہ سے بورڈنگ ہاوس کی اندرونی حالت ہر طرح قابل اطمینان اور خاموش رہتی چلی آئی ہے۔ ہمارے طلبا نے مجروحان و یتیمان و بیوگان ٹرکی کے واسطے چندہ جمع کیا اور اپنے پرنسپل اور برٹش سفیر متعینہ قسطنطنیہ کے ذریعہ سے وہ چندہ ٹرکی وزیر اعظم کے پاس بھیجا ہے اور بھیج رہے ہیں۔ لیکن یہ اس قسم کا پالٹیکس ہے جس سے ان کو روکا نہیں جا سکتا۔ اور بحیثیت اپنے عہدہ آنریری سکرٹیری کالج کے بھی میں نے اپنی شرکت ان کے ساتھ ضروری سمجھی ہے۔

محمد دی پالیٹکس کی جب تک دو قسمیں قرار نہ دی جاویں، پالٹیکس ممنوعہ اور پالٹیکس مجازہ تب تک ہم کوئی کارروائی معتدل طور پر انجام نہیں دے سکتے، ممنوعہ پالٹیکس

میں ایک سخت و شدید قسم وہ بھی ہے جس کو بغاوت کہنا چاہیئے اور اس سے پرائیویٹ طور پر بھی ہم کو علیحدہ بلکہ اس کا دشمن رہنا چاہیئے اور جائز پالٹیکس میں بسا اوقات ہم کو بحیثیت منتظم تعلیم بھی شرکت کرنی لازمی ہے اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو ہمارے طلبا اپنی قومی ضروریات کے سمجھنے سے بالکل کورے رہ جاویں گے اور بالکل ممکن ہوگا کہ کالج کے احاطہ کے باہر جب کبھی ہمارے دوسرے ابنائے وطن اپنے پالٹیکس کے جال میں ان کو پھانسنا چاہیں تو وہ آسانی سے ان کے دام تزویر میں پھنس جاویں گے خلاصہ یہ کہ پالٹیکس کے صرف نام سے ہم کو نہ ڈرنا چاہیئے اور خذ ما صفا ودع ما کدر پر عمل کرنا ضرور ہے۔ میں نے جو اپنے مضمون میں لکھا ہے کہ بعض تعلیم یافتہ مسلمانوں کو میں نے گورنمنٹ کی جدید پالیسی سے اس درجہ بددل پایا کہ وہ مسلم لیگ کو چھوڑ کر کانگریس میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ میرا یہ بیان واقعات پر مبنی ہے۔ ابھی دہلی کے موقع پر ایسی متعدد مثالیں مجھکو مل چکی ہیں اور یہ گورنمنٹ کی خیر خواہی نہیں ہے کہ اصلی واقعات کو گورنمنٹ پر ظاہر نہ کیا جاوے بلکہ وہ غلط خوشامد میں داخل ہوگا اور اس لئے میں نے واقعات کے اظہار ہی کو اپنی قوم اور گورنمنٹ دونوں کی خیر خواہی سمجھا ہے۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا ایک جلسہ ۳۰ کو بمقام لکھنؤ ہونے والا تھا۔ لیگ نے اس میں ظاہر کیا ہوگا کہ وہ کیا کرتی ہے۔ میرے نزدیک تو بالفعل اور بہت جلد جو کچھ کرنا چاہیئے تھا وہ صوبہ شرقی کے مسلمانوں سے متعلق ہے اور اپنے مضمون کے آخر میں اس کی تصریح میں نے کافی طور پر کر دی ہے۔

لوکل بورڈوں کی نسبت گورنمنٹ میں رائیں سب پیش ہو چکی ہیں اور نتیجہ آیندہ معلوم ہوگا۔ لیکن اب یہ بالکل صاف ہے کہ گورنمنٹ نے مسلمانوں کو ایسا ہی بودا سمجھ لیا جیسا کہ غربی و شرقی بنگال کے الحاق کے موقع پر سمجھا تو لوکل بورڈ کے مسئلہ کا بھی خدا ہی حافظ ہے کم از کم مسلمانوں کا یہ کام تو ضرور ہے کہ ایک مضبوط کوشش کے ساتھ بتلادیں کہ گورنمنٹ کی طرف سے مسلمانوں کے ساتھ یہ بے اعتنائی مسلمانوں میں نہایت مایوسانہ خیالات کے ساتھ دیکھی گئی ہے کہ دو دو لو

بنگالہ کے الحاق کے اعلان کے ساتھ گورنمنٹ نے مطلق بھی اس کی ضرورت نہ سمجھی کہ ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کو اطمینان دلایا جاتا کہ ان کی ترقی پذیر حالت اور حقوق کی حفاظت فلاں فلاں ذریعہ سے کی جاوے۔ گورنمنٹ کی یہ پالیسی کمنزلہ ایک توپ خانہ کے تھی جو مسلمانوں کی مردہ لاشوں پر سے گذر گیا بدون اس احساس کے کہ ان غریب لاشوں میں سے کسی میں کچھ جان بھی ہے اور ان کو اس سے کوئی تکلیف محسوس ہوگی، انا للہ وانا الیہ راجعون کس کام آکوا وکس کی ٹرپولی اور کہاں کا ایراں یہاں سرے سے اسلام ہی کا قلع قمع ہوا جاتا ہے ولعل اللہ یحدث بعد ذالک امراہ

خاکسار مشتاق حسین

(۱۹)

بنام مسعود احمد صاحب عباسی

ڈیرہ دون ۱۳ر ستمبر ۱۹۱۱ء بعالیخدمت جناب مخدومی و مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مہربانی سے میرا دلی شکریہ اپنی مبارک باد عید کے لحاظ سے قبول کیجئے اور عاجز کی طرف سے بھی ویسی ہی مبارک باد قبول فرمائیے اور ایسی بہت سی عیدیں کامیابی کے ساتھ آپ کو اور قوم کو نصیب ہوں، مبارک باد ایک دعا ہے جس میں ان مصیبتوں کا بھی کامیابی کے ساتھ ختم ہونا شامل ہے جس میں ہماری قوم ایک عرصہ سے مبتلا ہے اور خداوند جل شانہٗ میں قدرت ہے کہ وہ ہماری ان عاجز دعاؤں کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرماوے۔

میں معافی چاہتا ہوں کہ میں نے جناب کے محبت آمیز تار کے جواب میں اپنا شکریہ اور مبارکباد تار پر عرض نہیں کی۔ اور موجودہ ضروریات قومی کے لحاظ سے اسی کو مناسب سمجھا کہ جو کچھ آپکے اور دوسرے معزز دوستوں کے جواب ہائے تار برقی میں صرف

ہوتا اُس کو مصیبت زدگانِ طرابلس کی امدادی چندہ میں جمع کر دیا جاوے، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا ہے۔ اور ضلع مراد آباد میں جو میرا خاص وطن ہے اس غرض سے جو فنڈ باہتمام اخبار المشیر کھولا گیا ہے اس میں وہ رقوم بھیج رہا ہوں۔ جہاں سے ہر ایک رقم کی جو آپ معزز حضرات کی طرف سے چندہ میں جمع کی گئی ہے۔ جداگانہ رسیدیں آپ تمام بزرگوں کی خدمت میں پہنچ جاویں گی۔

آخر میں یہ دعا ہے کہ مسلمانوں پر جو مصیبت اس وقت نازل ہو رہی ہے وہ جلد تر باحسن وجوہ اختتام کو پہونچے اور آیندہ خدا اپنے عاجز بندوں کو ہر ایک قسم کے فتنہ سے محفوظ رکھے۔ لیکن اگر ابھی اُس دعا کی قبولیت میں کچھ دیر ہے جس کا علم خدا ہی کو ہے تو اُمید ہے کہ آئندہ اس قسم کے مواقع مبارک باد پر دونوں طرف سے اسی قسم کا برتاؤ ہوگا۔ اور جو روپیہ تار برقیوں میں صرف ہوتا وہ شہیدوں کے پسماندگان اور مجروحان اور مصیبت زدگان طرابلس کے کام میں آوے گا۔ اور تار برقیوں کی مسرتوں کا بہت زیادہ نعم البدل ہو جاوے گا۔ والسلام۔ خاکسار مشتاق حسین

(۲۰)

۱۳ راکتوبر ۱۹۱۱ء جناب مخدومنا مولوی امام الدین صاحب! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ ۱۱ راکتوبر کے گرامی نامہ نے ممنون فرمایا۔ میں نے آپ کا عنایت نامہ اور مولوی غلام جیلانی صاحب پنشنر منصف لائل پور کا الطاف نامہ دونوں نواب مزمل اللہ خاں بہادر کی خدمت میں بھیج دیئے ہیں۔ کیونکہ وہ علی گڈھ میں ہیں اور پرنسپل صاحب بھی ایک دو روز میں وہاں ہی تشریف لے آنے والے ہیں۔ اور میرا علی گڈھ پہونچنا اوائل نومبر میں سمجھنا چاہیئے۔ مولانا میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر مجھ کو آنریری سکرٹیری کا عہدہ ناگوار گذرنے لگتا ہے تو وہ کوئی ایسا ہی موقع ہوتا ہے۔ جب اُن بزرگوں کو کالج کی طرف سے شکایت بہم پہونچتی ہے جو دل سے کالج کے ہمدرد اور قوم کے فدائی ہیں۔ اور میں اپنے آپ کو ان کی شکایت کے رفع کرنے کے ناقابل پاتا ہوں۔ مگر ارادہ ہے کہ آئندہ سالانہ جلسہ میں قانون کو کچھ ترمیم کیا جاوے تاکہ موجودہ مشکلات

کا ہم حل کر سکیں۔ اس خاص معاملے میں جناب بھی کسی وقت نواب خان بہادر سے بالمشافہ ذکر فرمادیں تو بہتر ہوگا۔ والسلام، خاکسار مشتاق حسین

(۲۱)

امروہہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۷ء جناب مخدومنا مولوی امام الدین صاحب زاد مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ رقمزدہ ۲۹ ر شہر رواں نے عزت بخشی، جناب کے نام نامی سے میں پیشتر سے واقف ہوں۔ آپ ان بزرگواران قوم میں سے جو دامے درمے، قدمے، سخنے، ہمیشہ قوم کی خدمت گزاری میں مصروف رہتے ہیں، آپ جو کچھ بھی تحریر فرمائیں گے وہ میرے لئے ہدایت نامہ ہوگا۔ اور صدور گرامی نامہ باعث افتخار۔ باقی جو کچھ مہربانی سے احقر کی نسبت ارشاد ہوا ہے اس کے مطالعہ سے اس کے سوا کچھ عرض نہیں کر سکتا کہ من آنم کہ من دانم۔

نواب محسن الملک کے سانحے نے قوم کی کمر توڑ دی ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ وہ اپنے بعد قوم میں کوئی اپنی سی قابلیت کا شخص نہیں چھوڑ گئے آسمان جب بہت کچھ چکر کھاتا ہے تب کہیں اس طبیعت کے بزرگ پیدا ہوتے ہیں اور آیندہ تو اس فیشن کے بزرگوں کا پیدا ہونا ظاہرا محال معلوم ہوتا ہے۔ لکچرار ہوں گے۔ اسپیکر ہوں گے۔ فلاسفر ہوں گے۔ قوم کے ہمدرد بھی پیدا ہوں گے۔ یہ سب کچھ ہوگا لیکن افسوس نواب محسن الملک کی سی خوبیوں کا بشر دیکھنے میں نہ آئے گا۔ علی گڈہ میں اب ان کی یادگار قایم ہوئی ہے محسن الملک میموریل فنڈ کے نام سے اُمید ہے کہ اس کام میں بھی آپ ویسی ہی ہمت صرف فرماویں گے جیسی کہ آپ سے توقع ہے۔ والسلام۔ خاکسار مشتاق

(۲۲)

۵ر مارچ ۱۹۰۸ء جناب مخدومی و مکرمی محمد امین صاحب زاد مجدہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ والا نامہ مورخہ ۲ر مارچ ۱۹۰۸ء صادر ہوا ممنون و مشکور فرمایا۔ محسن الملک میموریل

فنڈ کی کارروائی میں ذرا تامل کیا گیا۔ اور ڈیپوٹیشن بھیجنے میں تاخیر ہوئی لیکن جو بہی خواہان قوم اپنی ہمدردی اور فیاضی سے خود شریک ہوتے ہیں۔ ان کا چندہ شکریہ کے ساتھ قبول کیا جاتا ہے اور اس مد میں جمع رہتا ہے۔ ذرا قحط کی بلا رفع ہو تو مزید کارروائی جاری کی جاوے۔ نواب صاحب مرحوم کی بے غرضانہ سچی کوشش اور بے ریا خدمتیں، اُن کے احسانات ایسے نہیں ہیں کہ فراموش ہو سکیں۔ اور ان کی یادگار کے معاملہ میں پہلوتہی یا کمی کیجاوے۔ اس کے متعلق باقاعدہ کام شروع ہو کر بعض بہی خواہان قوم کے مشورہ سے ابھی ملتوی رکھا گیا ہے۔ انشاء اللہ یہ عذر رفع ہونے پر نہایت مستعدی سے اس میں کوشش کی جائیگی۔ اگر آپ جیسے ہمدردان قوم اس معاملہ میں دلچسپی لیں گے تو یقین ہے کہ اس میں کامیابی ہوگی۔

والسلام۔ خاکسار مشتاق حسین آنریری سکریٹری

عزیزی! یہ خط دفتر سے مرتب ہو کر پیش ہوا تھا جس پر میں نے دستخط کر دیئے ہیں۔ اور واقعات و حالات وہی ہیں جو اس خط میں مذکور ہیں۔ ہندوستان کا تجربہ یہ ہے کہ یہاں بڑے بڑے کام چھوٹے چھوٹے چندوں سے بہت ہی شاذ طور پر کامیاب ہوتے ہیں ورنہ کام جس قدر چلتا ہے۔ بڑے بڑے چندوں سے چلتا ہے اور اس موقع پر جب کہ ملک کے ہر حصہ میں قحط کا اثر نمایاں ہے تجربہ کار ہمدردان قوم نے اس کا فیصلہ کیا ہے کہ اگر اس وقت میں یہ چندہ کھولا جاوے گا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ جہاں سے ایک ہزار کی توقع ہو سکتی ہے وہاں سے سو روپیہ کی رقم کا ملنا بھی مشکل ہوگا۔ اور یہ ایک بڑا نقصان اس لئے برداشت کرنا پڑے گا کہ ہم نے مناسب وقت کا خیال نہ کر کے عجلت سے کام شروع کیا۔ دعا کرو کہ یہ بلائے قحط ملک سے رفع ہو اور پھر اچھا زمانہ آوے۔ والسلام۔ خاکسار مشتاق حسین

(۲۴)

امروہہ ۱۰ اپریل ۱۹۰۸ء عزیز القدر محمد بشیر الدین صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
میں کچھ ایسا ذاتی الجھیڑوں میں مبتلا ہوں کہ کسی طرح گھر سے قدم باہر نہیں نکال سکتا

گھر میں کی طویل علالت اور بالآخر موت کے بعد بھی تردوات سے نجات نہ ملی۔ بلکہ پیروں کی بیٹری اور بھی درزنی ہوگئی، چھوٹے چھوٹے بچوں کا ساتھ عجب خلجان ہے اور اس پر ان کی بیماریاں اور بھی پریشان کن ہیں۔ گھر میں کے انتقال کے کچھ بعد ہی بچہ مشتاق احمد اور اس کی بہن کے چیچک نکلی، اس سے اطمینان ہوا، اور ابھی تبرید کا وقت نہ آیا تھا کہ بچہ کی آنکھ دُکھنے کو آگئی۔ اور وہ اب تک دُکھ رہی ہے اور نزلہ حار کا زور ہوگیا چہرہ پر ورم آگیا۔ اختلاج قلب رہا۔ بخار رہا اور اب تک یہ شکایت کچھ کچھ باقی ہے۔ اس حالت میں اطمینان کے ساتھ کہیں باہر جانا سخت دشوار ہے بلکہ دشوار سے بھی کچھ زیادہ۔ دوسری طرف میں جب دیکھتا ہوں کہ پولٹیکل ایسوسی ایشن کی کارروائی ناتمام ہے تو ایک منٹ بھی گھر میں رہنے کو جی نہیں چاہتا اور باوجود اتنی مشکلات کے میں رواں ہوجانا چاہتا ہوں اور اب کی مرتبہ اوّل اٹاوہ سے کام شروع کروں گا۔ اٹاوہ میں ایک جلسہ اٹاوہ ومین پوری کے واسطے ہوجانا چاہیئے۔ اس کے بعد دوسرا جلسہ کانپور میں ہوگا۔ جس میں کانپور۔ ہمیر پور۔ فتح پور ہسوہ اور کسی ضلع کو شامل کرلیا جاوے گا ہم کو ان جلسوں کے متعلق کچھ زیادہ اہتمام کی ضرورت نہیں ہے صرف اخبار میں اشتہار عام دیدینا اور لوگوں کو اطلاع عام کا اہتمام کرنا ہے۔ مکان آپکے مدرسہ کا بہت کافی ہوگا۔ جناب خان بہادر حافظ صاحب کو اگر لکھتا ہوں تو وہ مختلف طرح کے عذرات کریں گے اور اگر ان عذرات کا خیال کیا جاوے گا۔ تو اٹاوہ میں کبھی جلسہ ہو ہی نہ سکے گا۔ حالانکہ قریباً قریباً وہی عذرات اور اضلاع سے بھی متعلق ہیں۔ کوئی صاحب لیسے البتہ ہونے چاہئیں جو پہلے صاحب مجسٹریٹ ضلع سے زبانی گفتگو کرسکیں اور ان کو اس کی اطلاع دیدیں۔ اور ان کو بھی کچھ زیادہ کرنا نہیں ہے جلسہ لکھنؤ منعقدہ اکتوبر ۱۹۰۱ء کی روئداد انگریزی صاحب مجسٹریٹ کو دکھلا دینا کافی ہے۔ میں اگر اپنے کئی دن اٹاوہ میں صرف کروں تو یہ سب کچھ میں خود کرسکتا ہوں۔ لیکن اوّل تو ایک ایک مقام کے لئے زیادہ دن صرف کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ خاص خاص مقامات کے عمائد کی شرکت کاروبار میں ہونا بھی ضروری ہے۔ میں صرف

یہ چاہتا ہوں کہ اٹاوہ کے چند معززین کم از کم دو تین صاحب ہی متفق ہوکر جلسہ کا وقت وغیرہ مقرر کردیں اور پہلے سے اشتہار جاری ہوجاویں، جلسہ سے ایک دن پہلے میں اٹاوہ پہونچ جاؤں گا۔ اور جلسہ سے دوسرے دن کانپور چلا جاؤں گا جہاں آپ ہیں وہاں مجھکو اشتہار کا مسودہ بھیجنا ضرور نہیں ہے۔ باقی اور جو کچھ کام مجھ سے متعلق کیا جاوے میں بسر و چشم حاضر ہوں۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ آپکے ہوتے ہوے وہاں جلسہ کے واسطے بھی میری موجودگی کی ضرورت نہ تھی لیکن خیر میں ہر طرح حاضر ہوں۔ خدا کرے کہ بچہ کی آنکھ کی طرف سے اطمینان ہوجاوے۔

مہربانی سے اس کا جواب جلد لکھیئے اور تخمیناً بتلائے کہ کونسی تاریخ جلسہ کے لئے مناسب ہوگی۔ اب تو غالباً ندوہ کے جلسہ بنارس کے بعد ہی کوئی تاریخ لگانا مناسب ہوگا۔ آپ کی رائے معلوم ہونے کے بعد میں اسی تاریخ کو اختیار کرونگا اور یا اگر اس میں کسی ترمیم کی ضرورت ہوگی تو ویسا لکھوں گا مگر اب یہ کام ہونا چاہیئے گو موسم سخت آگیا۔ لیکن ضرورت اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ والسلام سب عزیزوں کو دعا، سلام

خاکسار مشتاق حسین

(۲۴)

۷ استمبر ۱۹۰۳ء عزیز القدر محمد بشیر الدین صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مسٹر ماریسن کی چٹھی چونکہ پرایئویٹ کاغذ ہے اور آنریری سکریٹری صاحب نے اس کو کانفیڈینشل طور پر جاری کیا ہے۔ لہذا اس کے بھیجنے سے میں قاصر ہوں، البتہ خود اپنے دو خطوں کو میں آج کی ڈاک سے آپکے پاس بھیج رہا ہوں وہ اگرچہ کانفیڈنشل ہیں لیکن میں نے نواب محسن الملک بہادر کی خدمت میں عرض کردیا ہے کہ باایں ہمہ میں ان لوگوں سے اپنی کارروائی کو مخفی رکھنا مناسب نہیں سمجھتا جن کو مجھ سے زیادہ کالج کے ساتھ ہمدردی ہے۔ ان کاغذات سے آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ میں نے اپنے ۲۲ اگست کے مطبوعہ خط میں ایک فقرہ واپس بھی لے لیا ہے۔ لیکن اس ترمیم کے بعد بھی اصل مسئلہ بدستور باقی رہتا ہی ہے کے ساتھ یہ بھی امید ہے کہ آپ بھی ان کاغذات کو

کانفیڈنشل طور پر دیکھیں گے اور اخبار میں اُن کے نوٹس نہ لیں گے۔ اور اسی اعتقاد پر مینے آپکے پاس ان کاغذات کے بھیجنے کی جرأت کی ہے۔ مسٹر کارنا کے متعلق نواب محسن الملک بہادر نے سخت مشکل میں ڈال رکھا ہے۔

میں نے آپ کی ایک تحریر میں شاید دیکھا تھا کہ میں آپ سے کسی اختلاف رائے سے ناراض ہوں یا اسی کے قریب قریب کوئی مضمون تھا۔ لہذا میں یہ کہنے کی معافی چاہتا ہوں کہ اختلاف رائے کے سوا اور کوئی بات بھی نہیں ہے اور مزید برآں یہ کہ مجھکو ہمیشہ دل سے اس بات کا یقین رہا ہے کہ جو کچھ آپنے کیا نہایت ہی نیک نیتی اور نہایت ہی مردانہ اور قابل تقلید ہمت کے ساتھ کیا ہے۔

میں ۵ ستمبر کو بمبئی پہونچ جاؤں گا اور چند روز بمبئی رہ کر اور اس کے بعد بعض اضلاع میں وہاں کے مسلمانوں کی تعلیمی حالت دیکھتا ہوا ۱۵ اکتوبر کے قریب احمد آباد پہونچوں گا جہاں ۱۵ اکتوبر سے بمبئی پریسیڈنسی کے مسلمانوں کی تعلیمی کانفرنس کا سالانہ جلسہ منعقد ہونے کو ہے اور وہاں سے براہ دہلی وطن کی واپسی ہوگی۔

میں غالباً ۲۵ اکتوبر سے پہلے ہی احمد آباد سے لوٹ کر وطن پہونچ جاؤں گا اس کے بعد انشاءاللہ تعالیٰ نومبر کے مہینے میں شرقی اضلاع کا دورہ ختم کرنا ہے تاکہ پولیٹکل ایسوسی ایشن کے ممبروں کا انتخاب تکمیل کو پہونچے اور زیادہ سے زیادہ آخر موسم سرما میں بمقام لکھنؤ ایسوسی ایشن کا پہلا اجلاس منعقد ہو سکے اٹاوہ اور مین پوری کے متعلق دو دفعہ حاجی محمد موسےٰ خاں صاحب کوشش کر چکے ہیں لیکن اب کی دفعہ آپ کوشش کیجئے تب کام چلے گا۔ والسلام خاکسار مشتاق حسین

(۲۵)

عزیز القدر محمد بشیر الدین صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میری تصویر کی نسبت یہ ہے کہ جب تک کوئی آدمی زندہ ہے اس کی نسبت کوئی رائے قائم کرنی قبل از وقت ہے آپ یا خود مجھکو ہی کیا معلوم ہے کہ کل ہی کو مجھ سے کس قسم کے افعال سرزد ہوں اور پھر اس وقت آپ ہی میری تصویر کو اس جگہ سے اٹھاتے پھریں

جہاں آج کل لگانا چاہتے ہیں۔ جو کچھ میں اس وقت کر رہا ہوں بیشک دنیا میں بہت بڑے بڑے لوگ اس کے خلاف کرتے ہیں۔ اس وقت دنیا کا سواد اعظم وہی ہے۔ لیکن جو آزادی کہ اسلام نے مسلمانوں کو بخشی ہے اس کے لحاظ سے مجھکو بھی یہ کہنے کا حق تو ضرور ہے کہ ان لوگوں کی وہ رائے ہے میری یہ ہے۔ ھم رجال ونحن رجال والامر بیننا و بینھم مجال خود آپ کے واسطے میں خیال رکھوں گا۔ اور اگر کوئی تصویر کبھی ملی تو میں بہت خوشی سے تمہاری ذات کے واسطے بھیجدوں گا۔

اگر جیتے جی کوئی ایسا استحقاق رکھتا ہے تو وہ بھائی بشیرالدین ہو سکتے ہیں نہ کہ مشتاق حسین حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ بھائی تم نے قوم کے حق میں باوجود اس عسرت کے کیا ہے وہ مجھ سے کافی فلاح کے وقتوں میں بھی نہیں ہو سکا۔ مشتاق حسین

(۲۶)

بنام مولانا عبدالباری صاحب مدظلہ فرنگی محلی

سنہ ۱۹۱۰ء
علی گڈھ ۶ مئی

جناب مخدومنا و معظمنا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ جناب کے تین والا نامے اس عرصہ میں وررود ہوئے بعض قواعد عامہ سے تجاوز کرنے کا مسئلہ ۹ مئی کے جلسہ سنڈیکٹ ٹرسٹیان میں پیش ہوگا۔ اسی انتظار میں والا نامہ کے جواب میں مجھ سے تاخیر ہوئی ہے جس کی معافی چاہتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ دو اجازتیں مل جاویں گی۔ جن کی میں نے تحریک کی ہے۔ اوّل یہ کہ ان صاحبزادوں کا کھانا ان کے کمروں پر بھیجدیا جایا کرے۔ اور جب کبھی صاحبزادگان خود چاہیں کہ کسی وقت سب طلباء کے ساتھ کھانے کے بڑے کمرے میں جاکر شریک ہوں جہاں کھانا میزوں پر ہوتا ہے اور بنچوں پر طالب علم ہوتے ہیں اور سب ہاتھ سے کھاتے ہیں چھری کانٹے وہاں نہیں ہوتے ہیں تو اس وقت ان کا کھانا وہیں چن دیا جاوے گا۔ دوسرے یہ کہ اسکول کا عام لباس اسکول اور بعض خاص خاص وقتوں میں جو یہ ہے کہ شیروانی اور پیجامہ اور ترکی ٹوپی اور موسم کے لحاظ سے شیروانی یعنی اچکن کسی کی سیاہ ہو اور کسی کی سفید اور اکثر سیاہ ہو

اُس میں یہ صاحبزادے مجاز ہیں کہ ان کا پیجامہ ٹخنوں سے اوپر رہے۔ ان دو اجازتوں کے بعد پھر کوئی تکلیف غالباً نہ رہے گی اور علاوہ دن کرے کہ ایسا ہو جس قدر یہ جزو کالج میں زیادہ شامل ہوتا جاوے گا۔ اسی قدر کالج کے حق میں یا یوں عرض کرنا چاہیئے کہ قوم کے حق میں زیادہ مفید نتائج پیدا ہوں گے میں بہت اصرار و منت سے یہ بھی درخواست کرتا ہوں کہ جناب عالی بھی کسی عمدہ موسم میں کبھی کبھی اس نواح میں رونق افروز ہونے وقت کالج کو بھی اپنے قدوم سے عزت بخشیں اور طلباء کو اپنے مفید ترین وعظوں سے فیضیاب فرمائیں کہ "مستحق کرامت گناہ گارانند"

تین فارم جنوری سے پیشتر وصول ہوئے تھے میں نے ہیڈ ماسٹر صاحب کی خدمت میں بھیجدئے ہیں اور جو فارم آج آیا اس کو بھی ان کے پاس بھیجتا ہوں اور جو جواب آوے گا اس سے بھی اطلاع دوں گا۔ لیکن موصولہ فارموں میں سہواً ایک فرو گذاشت ہوگئی ہے وہ یہ کہ ان پر جناب کے دستخط ثبت نہیں ہوئے ہیں۔ چار فارم اور بھی ملفوف کرتا ہوں تاکہ اور جو فارم آپ بھیجنا چاہتے ہیں۔ ان کو براہ راست ہیڈ ماسٹر صاحب کی خدمت میں پیش فرمادیں۔ والسلام۔

خاکسار مشتاق حسین

(۲۷)

علیگڈھ ۵ جون ۱۹۱۰ء

بعالی خدمت جناب مخدومی مولانا مولوی عبدالباری صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ نوازش نامہ مورخہ ۲۴ جمادی الاول ۱۳۲۸ھ صادر ہو کر موجب اعزاز ہوا، صاحبزادگان کی روانگی اور یہاں پہونچنے کی خبر سے مسرت ہوئی۔ یہ اچھا ہوگا کہ وہ اسکول میں داخل ہوجاویں اور بالفعل ان کے لئے کمرے رزرو ہوجاویں اور کوئی ضروری انتظام رہائش وغیرہ کا شیخ احسان الرحمان صاحب کے مشورہ سے انشاء اللہ کیا جاوے گا۔ اس نوازشنامہ کے ورود سے پہلے ہی میں آپکے گذشتہ والانامہ کی نقل جس کے آخر میں جناب نے ایک حدیث شریف کو نقل فرمایا تھا! مولوی حبیب الرحمان خان صاحب کی خدمت میں بھیج چکا ہوں، جناب نے

جس تحمل اور اعتدال سے اپنی تحریروں میں کام لیا ہے اس کا میرے دل پر خاص اثر ہے اور انشاء اللہ تعالےٰ آخرالامر ہم کو اپنے مقصد میں کامیابی ہوگی صرف چند ہفتہ کی بات ہے اس وقت تک جو تکلیف ہو وہ البتہ برداشت کرنی چاہیے اور اس کا مجھ کو خود افسوس ہے۔ والسلام خاکسار مشتاق حسین

(۲۸)

بنام محمد یار خان صاحب

جناب من۔ تسلیم۔ میں دلی احسانمندی کے ساتھ آپکے نوازشنامہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں تمام حالات معلوم ہوئے اور چونکہ بعض باتیں اس میں ایسی ہیں جو میرے اور آپکے اور سرکار کے تینوں کے اختیار سے خارج ہیں لہذا زیادہ تر افسوس ہوا کہ ان کی اصلاح کس طرح ہوگی مگر معلوم ہوتا ہے کہ بعض باتوں کی نسبت کسی قدر غور مزید کی گنجایش ہے۔

اگر آپ نے سوسٹی کے اخبار میں مختصر سی میری تقریر ملاحظہ فرمائی ہوگی تو آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ میری بھی یہی رائے ہے کہ مدرسۃ العلوم خود سید صاحب کی ایک یادگار ہے۔ لیکن جب یادگار کے نام سے بھی مدرسۃ العلوم کا سرمایہ بڑھتا ہے تو پھر اختلاف کی وجہ کیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اگر صرف یہ کہہ کر چندہ مانگا جاتا کہ اور روپیہ کی حاجت ہے دیجیئے تو اس قدر جلد گیارہ ہزار روپیہ کا چندہ نہ ہو جاتا۔ معہذا یہ خیال سرکار کا نہیں ہے بلکہ وہ درحقیقت مانع تھے اور کہتے تھے کہ تم کس سے میری یادگار بنانے کی امید کرتے ہو۔ میری اتنی بھی لوگوں میں قدر نہیں جیسے اس عیسائی منصرم نے اپنے کتے کی یادگار بنا کر خود اس قدر محبت کو ظاہر کیا جو وہ اپنے کتے سے رکھتا تھا پس یہ جو کچھ ہوا درحقیقت محمد اسمٰعیل خاں صاحب کے نوجوان جوش نے کیا اور جب ایک کام ہو گیا۔ تو اب اس سے اختلاف کرنا بے موقع تھا لہذا شریک ہی ہونا مصلحت ہے۔

آپ کا چندہ اب تک نہیں پہونچا آپکے پانچ روپیہ اور دوسروں کا پانسو بھی

برابر نہوں گے۔ آپ اپنے پانچ روپیہ منی آرڈر یا نوٹ کے ذریعہ سے بھیجدیجئے اور جلد بھیجدیجئے
روزمرہ کے تذکروں سے جہاں تک مجھ کو معلوم ہوا ہے سرکار کے دل میں کوئی دیرینہ شکایت آپ کی جانب سے باقی نہیں ہے نہ ان کا دل اس طرح کا کینہ تو زہے البتہ حال کے عرض حال میں کچھ اشارے ان کی جانب اور غیر ضروری سختی مولوی ذکاءاللہ صاحب کی نسبت ان کو ناگوار ہوئی اور اس سے میں بھی اتفاق کرتا ہوں مگر آپ اس ناگواری سے کیا خیال کرتے ہیں۔ کیوں ناگواری ہوئی؟ صرف اسی لئے نہ کہ محمد یار خاں صاحب نے اس کو لکھا تھا اگر کوئی بنگالی یا پارسی یا اور کوئی بیگ یا خان لکھتا تو کوئی وجہ ناگواری کی نہ تھی پس اخلاص کا اثر تو اس ناگواری میں بھی ہے۔

گو یہ سچ ہے کہ سید صاحب قبلہ نے بنارس کے متعلق کاموں میں اسی کشیدگی خاطر کی وجہ سے آپ کو تکلیف نہ دی، مگر آپ کیوں شکایت نہیں کرتے ضرور شکایت کیجئے۔ جب مدرسۃ العلوم کا ابتدائی چندہ قائم ہوا اور مجلس خزینۃ البضاعۃ کے ممبر تجویز ہونے لگے تو جناب ممدوح نے مجکو ممبر نہیں بنایا تھا، میں نے اپنے چندہ سے ان کو اطلاع دی اور لکھا کہ مجکو حضرت خالد کا وہ فقرہ یاد ہے جب کہ انہوں نے لشکر اسلامی کی سپہ سالاری حضرت عبیدہ بن الجراح کو سپرد کرتے وقت فرمایا تھا کہ ہم کو اس سے کچھ مطلب نہیں کہ جھنڈا ہمارے ہاتھ میں ہو یا کسی اور کے ہاتھ میں ہم کو تو اس جھنڈے کے نیچے اسلام کی خدمت گزاری کرنی ہے خیر وہ وقت گذر گیا۔ اور آج وہی میں ہوں اور وہی سرکار ہیں ان باتوں کا کوئی لحاظ نہیں ہوسکتا۔

اختلاف رائے کی نسبت جو آپ کو خیال ہوا یہ تو بحث سے خارج امر ہے اختلاف رائے کی وجہ سے کوئی وجہ رنج کی نہیں ہوتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس کثرت سے میرے اور ان کے یہاں اختلاف رائے ہوتا ہے ایسا کسی سے ان سے اختلاف رائے نہ ہوا ہوگا۔ حیدرآباد میں جب تک میں رہا مولوی مہدی علی صاحب سے اس کثرت سے عام مجالس اور مباحث میں اختلاف رائے ہوتا تھا کہ الفقطة مسئلہ مگر خدا اے علیم

ہے کہ کسی ایک دن بھی اس اختلاف رائے کی وجہ سے نہ ان کو کوئی رنج ہوا نہ مجھ کو۔

دیسی زبان کے ذریعہ سے علوم پھیلانے میں سید صاحب مخالف نہیں ہیں ان کو تسلیم ہے کہ ملک میں عام طور سے علم اپنی ہی زبان میں پھیلے گا۔ مگر جب تک بھائی جان ایک جم غفیر انگریزی دانوں کا مسلمانوں میں موجود نہ ہو جاوے تب تک یہ ارادہ پورا ابھی تو نہیں ہو سکتا۔ علاوہ اس کے جو لوگ علم کو صرف اعلیٰ سرکاری عہدوں کے شوق میں پڑھنا چاہتے ہیں وہ دیسی اور مادری زبان کے ذریعہ سے علم حاصل کر کے کیا فیض کو پہونچیں گے۔ پنجاب میں جو کوشش دیسی علوم کی ترقی کے نام سے ہو رہی ہے اس سے سرکاری عہدوں اور اعلیٰ قسم کے خیالات کو کوئی مدد نہیں پہونچ سکتی۔

آپ نے جو عمدہ کام فن کیمیا کے متعلق کیا اس کو سرکار غیر مفید خیال نہیں کرتے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ کتاب چھپے تو سرکار نہایت خوش ہوں گے، مگر جس دن آپ نے اور پیرجی صاحب تیلجنے اس کتاب کے چھاپنے کے لئے استمداد کا مشورہ کیا ایک عرض حال چھاپا تو ایسا انمل بے جوڑ کہ کبھی تو اس سے میں سمجھا کہ یہ اس کتاب کے چھاپنے میں اعانت چاہتے ہیں اور بعد کو معلوم ہوا کہ نہیں سید احمد خاں پر لعن طعن ہے بالآخر معلوم ہوا کہ یہ مولوی ذکاء اللہ صاحب کے رسالہ کا ریویو ہے اور ان سے پھکڑ لڑا جا رہا ہے۔ اگر اسی عرض پر التفات نہ ہونے کو آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کی کتاب سے مخالفت کی جاتی ہے تو محض غلطی ہے اور خیر میں اپنی ذات سے مدد کرنے کے لئے حاضر ہوں جو میں کیسی کی مدد کر سکوں اور آیندہ اگر میں زندہ رہ گیا اور موقع مل گیا تو دیکھو ہزار پانسو روپیہ روپے کی بھی کوئی میزان پٹا دوں گا۔ یہ تو بتلاؤ کہ اس کتاب کے چھاپنے میں کیا صرف ہوگا۔ آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک ہزار روپئے کو اس قدر کافی سمجھتے ہیں کہ اس سے بہت کچھ کامیابی آپ حاصل کریں گے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ آج میں شاید کچھ نہ کر سکوں لیکن مجھ کو معلوم رہنا چاہئے والسلام۔

میں امید کرتا ہوں کہ میری اس لکھاوٹ کو آپ معاف فرماویں گے کیونکہ اس کا ایک ایک لفظ محبت سے بھرا ہوا ہے۔ والسلام

خاکسار دارین مشتاق حسین

(۲۹)

امروہہ ۱۹ر جنوری ۱۹۱۴ء

جناب مخدومی محمد مستجاب اللہ خاں صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ۱۴ ماہ حال کا الطاف نامہ ورود ہوا مشکور فرمایا، میری نسبت حد سے متجاوز حسن ظن ایک فاش غلطی ہے ورنہ من آنم کہ من دانم، اور یہ اسی غلطی کا نتیجہ ہے کہ جو آپ کو حال کے ایک موقع پر اس درجہ رنج برداشت کرنا پڑا۔ لیکن امید ہے کہ اس وقت آپ کو اس بات کا تجربہ بخوبی ہو گیا ہو گا کہ کسی انسان پر حد سے زیادہ اعتماد کرنا مناسب نہیں ہے یہ انبیاء علیہم السلام ہی کا درجہ ہے کہ جن کو وحی سے مدد پہونچتی ہے کہ خطاؤں سے محفوظ رہیں۔

اب میں نفس مطلب عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں حقیقت یہ ہے کہ ہماری قوم کی حالت نہایت ہی کمزور ہے جو ہرگز بھی اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی قابلیت نہیں رکھتی، علی گڈھ کالج سے گورنمنٹ اگر آج اپنی امداد جو مالی اور اخلاقی طور پر اس سے پہونچ رہی ہے روک لے تو آج ہی کالج کا خاتمہ ہے کیا آپ اس بات کا دعویٰ کر سکتے ہیں کہ صرف قوم اپنی مالی اور اخلاقی مدد سے اس کو چلا سکے گی۔ اگر اس کا جواب نفی میں ہے اور غالباً نفی میں ہے تو وہ شخص قوم کا گنہگار ہوگا جو قوم کو ایک ایسے راستہ پر چلنے کی ہدایت کرے جس پر چلنے کی قوم میں طاقت نہیں ہے۔ آنریری سکریٹری کے متعلق حال کے موقع پر جو رائے میں نے قایم کی اُس کا بڑا حصہ انہی خیالات پر مبنی ہے۔ افسوس ہے کہ میں آپ کا عنایت نامہ اپنے ذریعہ سے کسی اخبار میں بھیجنے سے قاصر ہوں۔

آخر میں بہت زیادہ شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے نہایت سچائی کے ساتھ اپنی رائے سے مجھ کو ممنون کیا۔ میں نے اس قسم کی نکتہ چینی کو ہمیشہ اپنے حق میں ہمدردانہ فعل خیال کیا ہے۔ اور امید ہے کہ آیندہ بھی آپ اپنے مفید مشوروں سے جب کبھی موقع ہوگا مجھ کو ممنون فرماتے رہیں گے۔

خاکسار مشتاق حسین

(۳۰)

امروہہ ۲۳ جولائی ۱۹۱۳ء بنام حاجی محمد موسیٰ خاں صاحب رئیس دتاؤلی

جناب مخدومی و مکرمی! السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ'

میں نے ایک عریضہ جناب نواب آنریری سکرٹیری صاحب کی خدمت میں آج لکھا ہے اور اس کے ساتھ ایک مضمون اس غرض سے ملفوف کیا ہے کہ جناب صدر انجمن صاحب کی اجازت سے اس کو بعد انتخاب چیرمین شروع ہی میں جلسہ کے سامنے میری طرف سے پیش فرمائیں۔ اس کا اصل مسودہ آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں اگر اس قدر اہتمام آپ فرما سکیں کہ جلسہ سے پہلے وہ چھپ کر سب لوگوں کو جو جلسہ میں شریک ہونے والے ہیں تقسیم ہو جائے تو میری مشکوری کا موجب ہوگا۔ اور اس کا بل مہربانی فرما کر میرے پاس بھیجدیجیے گا۔

میری طبیعت آج کل پہلے سے بھی زیادہ ناساز اور کمزور ہے لہذا یہ عریضہ اور مسودہ میں خود اپنے قلم سے نہ لکھ سکا۔ معلوم نہیں کہ آپ نے عام مصطفےٰ خاں صاحب کو بھی مسوری سے بلوایا ہے یا نہیں، غالباً بلایا ہوگا۔

مولوی سید عبدالودود صاحب میرے تکلیف دینے پر کل صبح تشریف لائے، اور آج علی گڈھ تشریف لے جارہے ہیں مفصل کیفیت ان کی زبانی جناب کو معلوم ہوگی۔ خدا کرے کہ جس طرح اڈریانوپل دوبارہ مسلمانوں کے ہاتھ سے فتح ہو گیا اسی طرح مسلم یونیورسٹی کا مسئلہ بھی مسلمانوں کے حق میں ہی ہوگا۔ اور جس طرح انورؔ بے کا نام اڈریانوپل کی فتح میں آیا ہے اسی طرح جناب میجر[ل] صاحب کا نام یونیورسٹی کی فتح میں شکر گزاری کے ساتھ لیا جائے گا۔

ڈیپوٹیشن کے ممبروں کے نئے انتخاب کے وقت ایک تو اس بات کا ضرور لحاظ رہے کہ موزوں نام کافی تعداد میں منتخب ہوں، خواہ ان کی تعداد میں پہلے سے کمی کر دینا ضروری نہیں ہے۔ اور پھر جو لوگ اہل الرائے اور قوم کے ہمدرد ہوں ان کے انتخاب کی کوشش کی جائے، مثلاً حاجی محمد موسیٰ خاں صاحب، مولوی ظفر علی خاں

ل میجر سید حسن بلگرامی مرحوم ۱۲

صاحب اڈیٹر زمیندار۔ مولوی وحیدالدین سلیم صاحب۔ مولوی ابوالکلام صاحب آزاد مولوی صبغۃ اللہ صاحب بی۔ اے۔ مولوی سید عبدالودود صاحب بریلوی، شمس العلما علامہ شبلی نعمانی، اور جن اصحاب کے نام موقع پر یاد آئیں۔ مدراس، بنگال اور بمبئی کے اصحاب سے میں بہت کم واقف ہوں۔ اودھ کی قائممقامی کا بھی خیال ضروری ہے، اور جس قدر اصحاب کانسٹی ٹیوشن کمیٹی میں اور گزشتہ ڈیپوٹیشن میں شریک رہے ہیں وہ کل نام انتخاب میں آجانے چاہئیں۔ ان میں جناب ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب کا بھی نام ہے۔

آپ یقین فرمائیے کہ اگر میری حالت سفر وغیرہ کے قابل ہوتی تو میں اس موقع کو ہرگز ہاتھ سے نہ جانے دیتا مگر سخت مجبوری کی وجہ سے قاصر ہوں۔ جناب مولوی سید عبدالودود صاحب کے ساتھ جوں کہ اپنی حالت صحت کے مقابلہ میں زیادہ کام کرنا پڑا رات سے پھر مجھ کو دوران سر کی شکایت ہے۔ والسلام خاکسار مشتاق حسین

مکرر۔ اگر مناسب نہ ہو تو آپ آنریری سکرٹری صاحب سے یہ بھی جلسہ میں دریافت فرما سکتے ہیں کہ مشتاق حسین کا خط[۱] جو ۵ر فروری گزشتہ کے علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ میں چھپا تھا، اس کی نسبت یہ کہا گیا ہے کہ اس خط میں کچھ واقعات غلط ہیں جس میں مشتاق حسین سے خط و کتابت کی جائے گی وہ خط و کتابت ہوئی یا نہیں اور اس کا نتیجہ کیا نکلا۔ م۔

حقیقت یہ ہے کہ میری طرف سے یاددہانی کے باوجود بھی اس وقت تک میرے پاس غلط بیانیوں کی کوئی یادداشت نہیں پہونچی اور یہ جواب مجھکو ملا ہے۔ کہ جناب میجر صاحب نے اس یادداشت کے لکھنے کا وعدہ کیا تھا۔ ان سے درخواست کی جائے گی کہ وہ ایک یادداشت مرتب کریں۔ مشتاق حسین

(۱۳۱)

جناب حاجی صاحب مخدومی و مکرمی سلامت! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

[۱] سلم یونیورسٹی کی بعض جلیل القدر کارکنوں کی طرز کارروائی کے متعلق اعتراضات تھے ۱۲

والانامہ کا شکریہ عرض ہے دعا ہے کہ آپ کی والدۂ ماجدہ کو خدا جلد صحت کلی عطا فرمائے۔ نواب محمد اسحٰق خاں صاحب کے خط مطبوعہ اخبارات کا جواب میں نے ان کی خدمت میں بھیجدیا ہے اور اس کی نقل روزنامہ زمیندار اور ہمدرد میں بھی بغرض اشاعت بھیجدی ہے۔ اُمید ہے کہ جلد آپ کے ملاحظہ سے گذرے گی۔

کالج اور سنڈیکیٹ کے متعلق جو اختلافات آنریری سکریٹری صاحب اور ٹرسٹی صاحبان میں ہو رہے ہیں اُن میں سب سے زیادہ نازک بات جو میرے ذہن میں آرہی ہے وہ یہ ہے کہ ٹرسٹیوں کے فیصلہ سے پہلے گورنمنٹ کا قدم درمیان میں نہ آجائے اس کو جہانتک جلد ممکن ہو ٹرسٹیوں کا ایک جلسہ کر کے ختم کیجئے۔

جناب عامر مصطفےٰ خان صاحب کی خدمت میں میرا بہت بہت سلام پہونچا دیجئے۔ میری طبعیت کی کیفیت بدستور ہے۔

مشتاق حسین

(۳۲)

جناب مخدومی و مکرمی حاجی محمد موسےٰ خاں صاحب سلامت۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آج جناب کا دوسرا گرامی نامہ میرٹھ ہوتا ہوا مجھ کو امروہہ میں ملا۔ جہاں میں کل ہی واپس آیا ہوں۔ جناب کے پہلے گرامی صحیفہ کے ورود کے وقت میرا قصد یہ ہوا تھا کہ جس وقت میں یکم جنوری آئندہ کے ایجنڈا کی نسبت اپنی تحریری رائے کالج کو بھیجوں گا اُسی کی ایک نقل جناب کی خدمت میں بھی بھیجدوں گا۔ لیکن میں نے اب یہ قطعی طور پر فیصلہ کرلیا ہے کہ گو میری ناسازی طبیعت اجازت نہ دے۔ لیکن معاملات کالج کی نازک حالت کے لحاظ سے مجھ کو اسپشل میٹنگ میں ضرور شریک ہونا چاہیئے۔ اور اس لئے ایجنڈا کے مندرجہ کل ابواب کی نسبت اب مجھ کو تحریری رائے قلمبند کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔

اور میں جناب کے ایک خاص امر استفسرہ کا جواب عرض کرنا کافی سمجھتا ہوں۔ جناب نواب حاجی محمد اسحاق خاں صاحب بہادر سے کسی نے یہ روایت بالکل غلط کی ہے کہ میانزمند اور آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب ٹرسٹی کالج کے مابین میرے زمانہ سکریٹری شپ میں جو ایک وقت کسی قدر اختلاف بڑھ گیا جس کے تصفیہ کے لئے ٹرسٹی صاحبان

کو تکلیف کرنی پڑی، اس اختلاف کا سبب جناب کی ذات تھی. خود آنریری سکرٹیری صاحب کو تو اس کا ذاتی علم تھا نہیں، انھوں نے یقیناً کسی راوی سے سُنا. اور احتیاط اس کی مقتضی تھی کہ عام طور پر اس کو یقین کر لینے سے پہلے کم از کم جناب ممدوح اگر آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خاں سے ہی اس کی تصدیق فرما لیتے. تو وہ خود اس روایت کی تصحیح فرما دیتے۔

میرے اور صاحبزادہ صاحب کے اس باہمی اختلاف کی وجہ صاحبزادہ صاحب کی ایک یادداشت تھی. جس کو جناب ممدوح نے کالج کے مقاصد اور فوائد کی غرض سے قلمبند کرنا اپنا فرض سمجھا تھا۔ اور جس کا خلاصہ یہ تھا کہ کالج تنزل کے راستہ پر جا رہا ہے اور میں نے خیال کیا تھا کہ اگر اس یادداشت کی تنسیخ نہ ہوئی تو اس سے کالج کو سخت نقصان پہونچے گا۔ اور بالآخر آنریبل صاحبزادہ صاحب نے اپنی یادداشت کو ٹرسٹی صاحبان کے سمجھانے سے واپس لے لیا۔ اور معاملہ بخیر گذشت۔

اس میں آپ نے مجھ کو پرائیوٹ طور پر آنریبل صاحبزادہ صاحب کے خلاف کسی قسم کا مشورہ نہیں دیا بلکہ اس تمام زمانہ میں جہاں تک مجھ کو یاد ہے آپ کی اور میری شاید ملاقات تک کی نوبت نہیں پہونچی. مئی سے پہلے فرزند کی سخت علالت کی وجہ سے جو جناب حاذق الملک بہادر کا زیر علاج تھا لکا میں عرصہ سے مقیم تھا۔ اور لکا کے زمانہ قیام میں میں نے اپنی وہ یادداشت تحریر کی تھی جو مسئلہ متنازعہ کے متعلق میں نے ٹرسٹی صاحبان کی خدمت میں آنریبل صاحبزادہ صاحب کی یادداشت کے جواب میں پیش کی تھی۔

یہ جو کچھ میرا علم تھا میں نے جناب کے اصرار کے لحاظ سے اس کو عرض کر دیا ہے لیکن میں منت عرض کروں گا کہ اب ان معاملات کو ختم کیجئے۔ ان مباحث سے کالج کو سخت نقصان پہونچتا ہے۔ اور یقین رکھئے کہ اگر نواب آنریری سکرٹیری صاحب سے کوئی غلطی ہوئی ہوگی تو وہ ضرور اس کا اعتراف فرما دیں گے۔ اور اب چند روز کے بعد ہی ہم لوگ علی گڈھ میں جمع ہوتے ہیں۔ اس وقت یہ سیاہ بادل انشاء اللہ تعالےٰ

بالکل چھٹ جائیں گے۔ اور جب آپ دونوں حضرات کا منشا کالج اور قوم کو فائدہ پہونچانے کا ہو تو آپکا باہم اختلاف کیسا ہی شدید کیوں نہ ہو ممکن نہیں کہ اس کو رفع کرا دینے میں ٹرسٹیوں کی کوشش کارگر نہ ہو۔ والسلام۔

اس عریضہ کی ایک نقل میں نے آج ہی نواب آنریری سکرٹیری صاحب کی خدمت میں بھی بھیجی ہے۔

مشتاق حسین

(۳۴)

ڈیرہ دون۔ ۴ ستمبر ۱۹۱۲ء

جناب مخدومی و مکرمی سلامت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، الطاف نامہ رقمزدہ ۱۷ ماہ حال کا شکریہ عرض ہے جو کل ورود ہوا۔ ڈیرہ دون میں جناب سے نہ ملنے کا مجھ کو بھی سخت افسوس رہا۔ لیکن ۹ اکتوبر کو اور اوس کے قریب انشاء اللہ ضرور ڈیرہ دون ہی میں ہوں گا۔ اس وقت ضرور ملئے گا۔ ناکہ ایک دن یہاں کے حصہ کا بھی رکھیے۔ میرا خود تو قصد مسوری کا بالفعل نہیں ہے۔ لیکن اگر میرے گھر میں یہاں آئیں جن کے آنے میں بعض موانع اب تک پیش آتے رہے، اور انہوں نے مسوری کے دیکھنے پر آمادگی ظاہر کی تو اس وقت البتہ چند روز کے لئے مسوری کا قصد ہو گا۔ اور یہ جو کچھ ہونا ہے اب سے دو ہفتہ کے اندر اندر ہو گا۔

میری نسبت کانفرنس کی صدارت کا جو خیال ہوا اس کا شکریہ عرض ہے جناب نواب محمد اسحاق خاں صاحب بہادر نے تحریر فرمایا تھا۔ اُن سے بھی میں عذر کر چکا ہوں، اس وقت کی حالت تو یہ ہے کہ روزمرہ کی خط وکتابت ہی بسا اوقات ناگوار گذرتی ہے، اور وہ اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ ڈیرہ دون آکر رہنے کے لطف کو اس نے ناگوار اور غیر مفید کر دیا ہے اور کوئی چارہ بھی نہیں۔

از بس مولوی عبدالرحیم صاحب کا تقرر صدارت کانفرنس پہلے سے ایک طے شدہ امر تھا۔ لیکن میں نے جو اس کا زیادہ خیال نہیں کیا وہ اس سال کی خاص اہمیت کی وجہ سے ہے کیونکہ کانفرنس میں یونیورسٹی کا مسئلہ لامحالہ پیش ہو گا۔ اور گو وہ بہت زیادہ

آزادی سے کام لیتے ہیں جس کے لحاظ سے وہ بہت زیادہ شکر گزاری کے مستحق ہیں۔ لیکن آخر تابہ کے گورنمنٹ کے اعلان جو متواتر سرکاری ملازموں کو پالٹیکس میں حصہ لینے سو منع کرتے ہیں۔ اس سے وہ بھی بری نہیں ہیں۔ اور اگر خود ان پر کسی وقت اعتراض ہو گیا تو وہ بھی مناسب نہیں۔ ان حالات میں ڈاکٹر میجر سید حسن صاحب کا انتخاب ضروری ہو رہا ہے اور ایک خاص غرض اس سے یہ بھی ہے کہ ان کو اب پبلک کے سامنے آنا چاہیے اور پبلک ان سے روشناس ہونی چاہیے۔ ہمارے یہاں مسلم لیگ کے واسطے ایک پورے وقت کے ایسے ہی آدمی کی ضرورت ہے۔ اور ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب نے جو تحریک ان کی نسبت کردی ہے۔ وہ اور آپ کی تائید بالکل کافی ہے۔ ستمبر تک کمیٹی سے باضابطہ منظوری لیجے اور لکھنؤ کی استقبالی کمیٹی سے بھی۔

پرسوں صبح نواب محمد اسد اللہ خاں بہادر اور نواب اسلام اللہ خاں بہادر بھی ڈیرہ دون تشریف لانے والے ہیں۔ اور ابھی کچھ دنوں یہاں تشریف بھی رکھینگے ان کی تشریف آوری سے بہت دل بستگی پیدا ہو جائے گی۔ خاکسار مشتاق حسین

ڈاکٹر صاحب کو بہت بہت سلام اور مشتاق احمد کی طرف سے آداب عرض ہے۔

(۲)

بھائی جان یہ بائی لاز کا کیا ہوگا۔ اس کے بدون تو کانسٹی ٹیوشن پر کوئی قطعی رائے ظاہر نہ ہو سکے گی۔ جو لوگ بہت کچھ اسٹیٹیوٹ و رگولیشن کے مسودات پر غور کر چکے ہیں۔ ان کو بھی بسا اوقات بائی لاز کے بدون رائے کا قائم کرنا مشکل ہی ہو جاتا ہے اور دوسرے لوگ تو کچھ بھی نہ کر سکیں گے۔ اور بہت کچھ غوطے کھائیں گے۔

آپ نے اور ڈاکٹر صاحب نے اپنا یہ موجودہ مکان کب تک کے واسطے لیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا خیال آپ کے بعد بھی کچھ دنوں وہاں رہنے کا تھا۔ (م)

(۴۴)

علی گڈھ ۳ ستمبر ۱۹۱۶ء کوٹھی جناب مولوی محمد سمیع اللہ خاں بہادر سی۔ ایم۔ جی

مخدومی و مکرمی سلامت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

معاف فرمائیے کہ والانامہ کے جواب میں پھر تاخیر ہوئی۔ میں کوئی دس دن سے علی گڈھ میں مقیم ہوں۔ کالج کا قانون از سرنو بنتا ہے۔ اسی ضرورت سے یہاں قیام ہے اور ابھی چار پانچ دن اور بھی یہاں قیام ہوگا۔

نواب محسن الملک بہادر کل سلطان پور گئے ہیں وہاں راجہ صاحب جسن پور نے مدعو فرمایا ہے۔ کالج کے لئے وہاں سے کسی بڑی رقم کی امید ہے۔

میرا مقصد اس موسم میں نینی تال کا نہیں ہے۔ ندوۃ العلماء کے متعلق ہز آنر کو بھی اطمینان دلانے کی ضرورت ہے کہ ملک میں ایک ایسے دارالعلوم اور اس قسم کی کوشش کی ضرورت ہے۔ اور ان کو مناسب موسم میں دارالعلوم میں تشریف لانے کی تکلیف دی جائے۔ علی گڈھ کالج کے لئے گورنمنٹ نے یہ منظور کیا ہے کہ ایک یورپین پروفیسر عربی کی تعلیم کے لئے بلایا جائے جس کی تنخواہ گورنمنٹ دے گی اور وظائف کالج کے مسلمان ہمدرد دیں، بی۔اے کی تعلیم کے بعد ایم۔اے عربی میں یہاں کے طالب علم حاصل کریں۔ لہذا ہز آنر یہ ضرور کہیں گے کہ علی گڈھ کالج میں اب اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہوگی۔ ضرورت کیا ہے کہ ندوہ علاحدہ قایم رہے، اس کا جواب یہ ہے کہ علی گڈھ کالج میں قریباً کل وہی لوگ تعلیم پاتے ہیں جو وکالت یا سرکاری نوکری کے خواہش مند ہیں اور ابھی ایک بڑا گروہ مسلمانوں میں وہ بھی ہے جو وکالت اور نوکری کے سوا اپنی اولاد کو دوسرے کاروبار زمینداری و تجارت وغیرہ میں مصروف رکھنا چاہتا ہے۔ ان کے لئے ندوہ کے سوا کوئی دوسرا ذریعہ عمدہ تعلیم و تربیت کا نہیں ہے اور ان کو یونیورسٹی کی قیود میں مبتلا کرنا کچھ ضرور نہیں ہے۔ یہ لوگ تمام علوم عربی و اُردو میں حاصل کریں گے۔ اور صرف زبان انگریزی سیکھیں گے۔ بمعذا ابتدائی چند سالہ تعلیم ندوہ کی ایسی ہو کہ اس کے بعد طالب علم ابتدائی دنیوی و دینی تعلیم حاصل کرے گا اور اس کے بعد پھر وہ انگریزی مدارس میں بہت زیادہ کامیابی کے ساتھ تعلیم پاسکے گا

یہ تو فرمائیے کہ گورنمنٹ سے کچھ مدد لینے کا بھی ارادہ ہے یا نہیں؟

امروہہ کے ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی صاحب محمد صدیق نامی ندوہ کے واسطے چندہ وصول کرنے کی غرض سے امروہہ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اور غریب خانہ پر مقیم ہیں کیا یہ قابل اطمینان اور مجاز وصول چندہ ہیں؟ اس خاص فقرہ کا جواب جو مجھ کو عنایت ہو اس کا خلاصہ مولوی محمد صبغۃ اللہ بی اے کے نام براہ راست امروہہ کو براہ عنایت بھیجدیا جائے جو میرے داماد ہیں۔

صاحبزادگان کو بہت بہت سلام مسنون پہونچے۔ والسلام۔

خاکسار مشتاق حسین

مجھ کو ابھی مولوی حبیب الرحمان خاں صاحب سے معلوم ہوا کہ جناب مولوی سید عبدالحی صاحب بھی وہیں تشریف رکھتے ہیں۔ میرا بہت بہت سلام مسنون نیاز جناب ممدوح کی خدمت میں پہونچے۔ (م)

(۳۵)

امروہہ ۱۰ر فروری ۱۸۹۵ء

مائی ڈیر شارلی[1] ! اپنے خط مورخہ ۲ر شہر گذشتہ کا شکریہ قبول کیجیے۔ آپ کی خیر و عافیت معلوم ہونے سے خوشی ہوئی۔ لیکن وہ افسوس اور رنج جو آپ کی پژمردہ طبیعت کی وجہ سے میرے دل میں جاگزین ہے اس میں اس خط سے بھی کوئی کمی نہیں ہوئی۔ اور سچ بھی ہے کہ جو رنج آپ کو پہونچے ہیں وہ ایسے نہیں ہیں جن سے طبیعت کو جلد تسکین حاصل ہوتی، خدا سے دعا ہے کہ وہ رفتہ رفتہ آپ کے دل کو تسکین بخشے۔

حمیدہ[2] کی بیماری اور کربات موت کے متعلق میں اپنے ایک گذشتہ خط میں تفصیل سے لکھ چکا ہوں، اب اس کے اعادہ سے آپ کو دوبارہ رنج دینا میں مناسب نہیں سمجھتا، مگر اس قدر تم ضرور سمجھ لو کہ اگر سول سرجن کے نزدیک میٹو ڈاکٹر کا علاج غلط

---

[1] مسز محمد احمد کا نام ہے جن سے مرحوم نے زمانۂ انگلستان میں عقد کیا تھا [2] محمد احمد مرحوم کی لڑکی۔

ہوتا اور وہ اس غلطی کا اظہار ہم لوگوں کے سامنے نہ بھی کرنا چاہتے تو بھی یہ ہرگز نہ کرتے کہ وہی دوا جو خود ڈاکٹر کی بنائی ہوئی وہاں سے بچی ہوئی رکھی تھی اس کو پھر اپنے ہاتھ سے پلا دیتے، اُن کے اس طرز عمل سے کہ انہوں نے وہی دوا خود بھی بچی کو دی مجھکو تو کوئی شک اس باب میں نہیں رہتا کہ اُن کے نزدیک معالجہ میں غلطی نہیں ہو رہی تھی باقی رہا یہ امر کہ سول سرجن خود اپنے عہدہ کی قابلیت نہ رکھتا تھا۔ اس قسم کا خیال ہم لوگوں کے منصب سے باہر ہے۔

ڈیر سٹارلی اصل یہ ہے کہ جس قدر موتیں عمر طبعی سے پہلے ہوتی ہیں ان سب کے لئے کوئی نہ کوئی سبب بلا شک ہوا کرتا ہے۔ مگر تم دیکھتی ہو کہ جب وہ موتیں آنے کو ہوتی ہیں تو وہ اسباب بھی خود بخود پیدا ہو ہی جاتے ہیں۔ اور کوئی گھر اس سے محفوظ نہیں رہتا، بادشاہوں کے ہاں بھی اس قسم کے واقعات ہوتے ہیں اور ڈاکٹروں کے ہاں بھی، نہ عالموں اور درویشوں کے خاندان اس سے بچے اور نہ پیغمبروں کے جو ہر طرح پر خدا کے مقبول بندے سمجھے جاتے ہیں، کوئی علاج ان حادثات میں اس بات پر یقین کرنے کے سوا نہیں ہے کہ ہر شخص خدا کے ہاں سے ایک خاص عمر لیکر آتا ہے، اور جب وہ عمر پوری کر چکتا ہے تو اس کی موت کا کوئی نہ کوئی سبب پیش آجاتا ہے جو خداوند کے علم میں ہوتا ہے۔ ہمارا صرف یہ کام ہے کہ اپنی طرف سے حتی الامکان ہر ایک طرح کی احتیاط کام میں لاویں۔ اور آخر الامر خدا کی مرضی کو صبر و شکر کے ساتھ دیکھیں۔

مجھ کو افسوس ہے کہ تمہارے ساتھ کے اسباب میں اکثر نقصان پہونچا مگر جبکہ تم خود بخیریت اپنے وطن پہونچ گئی ہو تو اسباب کے نقصان کا کچھ خیال نہ کرنا چاہئیے مراد آباد پولیس اور لکھنؤ کی ریلوے پولیس کے افسر متفق ہو گئے ہیں کہ گھٹنا کل سے مال شناخت کے لئے مراد آباد لایا جاوے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس میں اب زیادہ مشکل واقع نہ ہوگی۔

مسعود فاطمہ نے آخر کار کل روزہ رکھ ہی لیا اور اُن کی خوش قسمتی سے

کل تمام دن بارش ہوتی رہی جس کا سلسلہ اس وقت تک بھی برابر جاری ہے۔ اور جو اس موسم میں پہلی بارش ہے، اور جس کی عرصہ سے بہت ضرورت تھی، مسعود فاطمہ[1] نے کوئی بے صبری اپنے روزہ میں ظاہر نہیں کی، وہ کہتی ہیں کہ میری مامی جان کو بھی اس کی اطلاع کردو اور آپ کو سلام بھی کہتی ہیں۔

جس ریلوے اسٹیشن پر مجھکو بمبئی سے آتے وقت مشکل پیش آئی تھی میں نے اس کے متعلق اخبار میں کچھ لکھنا مناسب نہیں سمجھا، میرا تجربہ ہے کہ ہمارے حکام وقت اس قسم کی تحریروں کو پسند نہیں کرتے، اور ہندوستان میں جس قسم کی حکومت ہو رہی ہے اس کے لحاظ سے رعایا کے لئے عمدہ ترین پالیسی یہی ہے کہ حکام کو حتی الامکان اپنے سے ناخوش نہ ہونے دے اور اس کے برخلاف کوئی کوشش نوجوانوں کا کام ہے میرے ولولے اب آزادی اور مساوات کے متعلق پست ہو چکے ہیں اور میں اب اسی کو غنیمت سمجھتا ہوں جو دن زندگی کے باقی ہیں، وہ آرام کے ساتھ بسر ہو جاویں۔

آپ کا یہ خیال کہ اگر آپ اور حمیدہ کچھ عرصہ کے لئے انگلستان چلی گئی ہوتیں تو حمیدہ کا حادثہ پیش نہ آتا، انھیں خیالات میں سے ایک خیال ہے جو ایسے سخت حادثات میں انسان کے دل میں آتے ہیں۔ اسی طرح یہاں والے بھی بعض وقت یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ اگر آپ حمیدہ کے انگلستان لے جانے پر اس قدر زیادہ مصر نہ ہوتیں اور چند مہینہ کے لئے تنہا آپ نے انگلستان کا سفر کیا ہوتا اور بچی صرف ہم لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتی، جب کہ ہم آپ کی غیبت میں حد سے زیادہ اس کی چھوٹی سے چھوٹی باتوں کی بھی حفاظت کرتے ہوتے تو جو غفلت اس کی خورد و نوش اور معدہ کی خرابی کی طرف سے ہوگئی اور آخر وقت تک ہم لوگ اس سے بے خبر رہے تو یہ سخت حادثہ پیش نہ آتا۔ لیکن میں پھر وہی کہونگا جو بار بار اس سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ چاہے کیسی ہی حفاظت ہوتی اور کچھ ہی احتیاط کی جاتی جس واقعہ پر خدا کی مرضی تھی وہ ضرور ہوتا اور اسی طرح ہوتا اور دانستہ

[1] زوجۂ مسعود علی

تو نہ آپ نے کوئی غفلت کی نہ مسس کنک نے نہ ہم میں سے کسی نے۔ فقط
مشتاق حسین

(۴۶)

امروہہ ۱۲ جنوری ۱۹۱۲ء عزیز القدر منشی محمد امین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! ۱۰ جنوری کا محبت نامہ آج وصول ہوا ہے، شکریہ قبول کیجئے نواب محسن الملک مرحوم ومغفور کی سوانح عمری لکھنے کا جو آپ نے قصد کیا ہے اللہ تعالیٰ اس کی جزائے خیر آپ کو دے، اور اگر آپ اس کو اچھی طرح لکھنا چاہتے ہیں تو خود کسی وقت حیدر آباد کا سفر کیجئے وہاں آپ کو ہر ایک مصالحہ مل سکیگا۔ اور جب آپ قصد کریں گے تو میں بھی کوئی خط آپ کے لئے دوں گا۔ یہ خط نواب یار جنگ پرائیویٹ سکرٹیری کے نام کا ہوگا۔ حیدر آباد آغیرہ میرے پاس نہیں ہے اور نہ اس کی توقع رکھیئے کہ میں قلمی مدد دے سکوں گا۔ میری حالت روزمرہ کے خط وکتابت کی اجازت بھی اب مجھکو مشکل ہی سے دیتی ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ نہیں دیتی اور اب تندرستی کی حفاظت اسی پر منحصر ہے کہ لکھنا پڑھنا سب ترک ہو، مگر خوسے لاچاری ہے کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑتا ہے۔ آج سترہ دن ہوئے جو میں لکھنؤ سے واپس آیا ہوں۔ اس سترہ دن میں تین حملے میرے اوپر اسہال اور پیچش کے ہو چکے ہیں۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ طبیعت اب اصلاح پر آرہی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

خاکسار

مشتاق حسین